فقہ اسلامی

محمد یوسف اصلاحی

فقہِ اسلامی

DATA ENTERED

محمد یوسف اصلاحی

البدر پبلی کیشنز

۲۳-راحت مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور

0300-8485030 - 042-37225030

۲۹۷.3
۹۲۲۷۹

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

☆ نام کتاب — فقہ اسلامی

☆ مصنف — مولانا محمد یوسف اصلاحی

☆ ناشر — عبدالحفیظ احمد

☆ اشاعت ہفتم — دسمبر 2009ء

☆ مطبع — علی اعجاز پرنٹرز، لاہور

☆ ہدیہ — 160/- روپے

ISBN-969-400-096-5

فقہ اسلامی

ارکانِ اسلام

- ایمان کی شہادت
- نماز کی اقامت
- ادائے زکوٰۃ
- روزہ
- حج

تعارف

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ
وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

ہائی سکول اور جونیئر کلاسز میں پڑھنے والے طلبہ کے لیے فقہی مسائل و احکام کے ایک ایسے مجموعے کی ضرورت عرصے سے محسوس کی جارہی تھی جو ان درجات میں تعلیم پانے والے طلبہ کی عمر کے لحاظ سے بھی موزوں اور مناسب ہو اور ان کے ذہن و فکر کی سطح اور معیار کے بھی مطابق ہو۔

اس وقت جو فقہی مجموعے دستیاب ہیں بلاشبہ وہ محنت و کاوش کا نتیجہ ہیں لیکن بعض تو اس قدر مختصر ہیں کہ طلبہ کو کسی ایک باب میں بھی مسائل سے خاطر خواہ واقفیت نہیں ہو پاتی اور بعض جو بہت پرانے ہیں ان میں زبان و بیان کی کچھ ایسی پیچیدگیاں ہیں کہ طلبہ ان کو پڑھنے میں بڑی الجھن محسوس کرتے ہیں اور مسائل جاننے کی رغبت پیدا ہونے کے بجائے بیزاری پیدا ہوتی ہے۔ بعض مجموعے بلاشبہ مفصل بھی ہیں، لیکن وہ طلبہ کے پیش نظر مرتب نہیں کیے گئے ہیں۔ اس لیے ان میں طلبہ کی عمر کا لحاظ قدرتاً نہیں ہے۔

یہ کتاب جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے ''فقۂ اسلامی'' کا پہلا حصہ ہے۔ یہ ارکان اسلام یعنی کلمہ شہادت، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کے احکام و مسائل پر مشتمل ہے۔ دوسرا حصہ جو زیر ترتیب ہے وہ معاشرت و معاملات کے احکام و مسائل پر مشتمل ہوگا۔ اس فقہی مجموعے میں کوشش کی گئی ہے کہ مذکورہ بالا نقائص نہ رہیں اور طلبہ ذوق و شوق کے ساتھ اس سے استفادہ کر سکیں۔

فقہ اسلامی کی چند خصوصیات یہ ہیں:

۱- متن میں صرف فقہ حنفی کے مستند اور متفق علیہ مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ اس لیے کہ ملک میں عظیم اکثریت اسی مسلک کے ماننے والوں کی ہے، لیکن کہیں کہیں حسب ضرورت اہل حدیث مسلک کی طرف بھی حاشیہ میں اشارے کر دیئے گئے ہیں۔ دراصل مبتدیوں کے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ یکسوئی کے ساتھ اپنے مسلک کے مسائل سے واقف ہو جائیں۔

۲- صرف وہ عملی مسائل بیان کیے گئے ہیں جن کی روز مرہ زندگی میں عام طور پر ضرورت پیش آتی ہے، تاکہ طلبہ اس ذہن کے ساتھ مسائل سے واقف ہوں کہ یہ عملی زندگی میں برتنے والے احکام ہیں اور اسلام کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے ناگزیر ہے کہ مسلمان ان مسائل سے واقف ہوں۔

۳- طلبہ کے ذہنی معیار اور عمر کا لحاظ کرتے ہوئے آسان زبان اور عام فہم اسلوب اختیار کیا گیا ہے اور صرف انہی مسائل کا انتخاب کیا گیا ہے جن کو اس درمیانی عمر کے طلبہ بخوبی سمجھ سکیں۔ ان مسائل کو چھوڑ دیا ہے جن کی ضرورت بلوغ کے بعد پیش آتی ہے۔

۴- مسائل و احکام کے ساتھ ساتھ احکام کی اہمیت و تاکید اور حکمت و فضیلت پر بھی گفتگو کی گئی ہے تاکہ طلبہ دلچسپی محسوس کریں اور مسائل کا علم ہونے کے ساتھ ساتھ ان پر عمل کرنے کا جذبہ بھی بیدار ہو۔

۵- مسائل نہایت سادہ انداز میں فقہاء حنفیہ کی مستند کتابوں سے نقل کیے گئے ہیں۔ مسائل کے بیان میں اپنی رائے کا اظہار اور محاکے کا انداز اختیار نہیں کیا گیا ہے۔ ذیل کی کتابوں سے صرف وہ عملی مسائل منتخب کیے گئے ہیں جن کی عام طور پر ضرورت پیش آتی ہے۔

''عین الہدایہ'' شرح ہدایہ' شرح وقایہ' قدوری' نورالایضاح' علم الفقہ' بہشتی زیور' تعلیم الاسلام' فقہ السنہ تالیف السید سابق وغیرہ۔

۶- زبان وادب اور ترتیب میں دورِ حاضر کے ذوق کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے تا کہ طلبہ ذوق وشوق کے ساتھ اس سے استفادہ کریں اور فقہ سے بیزاری محسوس نہ کریں۔

مسائل کے نقل وانتخاب میں صحت کا کامل اہتمام کیا گیا ہے تاہم انسانی کوشش کا امتیاز ہی یہ ہے کہ وہ لغزش اور خطا سے مبرا نہ ہو۔ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ جہاں غلطی محسوس فرمائیں ضرور اطلاع دیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں تصحیح کی جاسکے۔

خدا سے دعا ہے کہ وہ اس ادنیٰ کوشش کو شرفِ قبول بخشے اور مرتب کی لغزشوں سے درگزر فرمائے۔ طلبہ کے لیے اس کو دِین سے لگاؤ کا ذریعہ اور راہِ عمل بنائے اور مؤلف کے لیے اس کو ذخیرۂ آخرت اور اپنی رضا کا بہانہ قرار دے۔ آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ
وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

محمد یوسف اصلاحی

رام پور

۱۰- جولائی ۱۹۶۹ء

فقہ اسلامی

۱	علم فقہ اور اس کی ضرورت	۱۰
۲	احکامِ دِین کی تقسیم	۲۱
۳	ارکانِ اسلام	۲۳
۴	ایمان کی شہادت	۲۵
۵	فقہی اصطلاحات (۱)	۲۷
۶	طہارت	۳۲
	طہارت کی اہمیت و تاکید	۳۲
۷	نجاست کا بیان	۳۴
	نجاست حقیقی	۳۴
	نجاست غلیظہ	۳۴
	نجاست خفیفہ	۳۵
۸	نجاست حقیقی سے پاکی کے مسائل	۳۶
۹	طہارت و نجاست کے پانچ اہم اصول	۳۸
۱۰	استنجا کے مسائل	۴۰
	استنجا کا حکم	۴۱
۱۱	نجاستِ حکمی	۴۲
	حدثِ اصغر	۴۲
	حدثِ اصغر کے احکام	۴۲
	حدثِ اکبر	۴۳
	حدث اکبر کے احکام	۴۳
۱۲	پانی کے احکام	۴۴

	(۱) طاہر مطہر غیر مکروہ	۴۴
	(۲) طاہر مطہر مکروہ	۴۴
	(۳) طاہر غیر مطہر	۴۴
	(۴) مشکوک	۴۵
۱۳	پانی کے احکام میں چار اہم اصول	۴۶
۱۴	پانی کے متفرق مسائل	۴۷
۱۵	کنویں کے احکام	۴۸
۱۶	وضو کا بیان	۵۰
	وضو کی فضیلت و برکت	۵۰
	وضو کے فرائض	۵۱
	وضو کی سنتیں	۵۱
	وضو کے مستحبات	۵۲
	وضو کی مسنون دعائیں	۵۳
	وضو کے مکروہات	۵۴
	وضو کا مسنون طریقہ	۵۴
	جبیرہ پر مسح کے احکام	۵۵
۱۷	موزوں پر مسح	۵۷
	مسح کی مدت	۵۷
	مسح کو باطل کرنے والی چیزیں	۵۸
۱۸	نواقضِ وضو	۵۹
	پہلی قسم کے نواقض	۵۹
	دوسری قسم کے نواقض	۶۰
۱۹	غسل کے مسائل	۶۱
	غسل کے فرائض	۶۱
	غسل کی سنتیں	۶۱

غسل کے مستحبات ۶۲
غسل کا مسنون طریقہ ۶۲
۲۰ تیمّم کا بیان ۶۳
تیمّم کے معنی ۶۴
تیمّم کے فرائض ۶۴
تیمّم کی سنتیں ۶۴
تیمّم جائز ہونے کی صورتیں ۶۴
کن چیزوں سے تیمّم جائز یا ناجائز ہے ۶۵
تیمّم کا مسنون طریقہ ۶۶
نواقض تیمّم ۶۶
۲۱ فقہی اصطلاحات (۲) ۶۷
۲۲ نماز کا بیان ۷۱
اِقامتِ صلوٰۃ ۷۲
نماز کا حکم ۷۳
۲۳ نماز کے اوقات ۷۵
نماز وتر اور عیدین کا وقت ۷۶
ممنوع اور مکروہ اوقات ۷۶
۲۴ نماز کی رکعات ۷۸
۲۵ شرائطِ نماز ۷۹
۲۶ ارکانِ نماز ۸۰
۲۷ واجباتِ نماز ۸۱
۲۸ نماز کی سنتیں ۸۲
۲۹ مستحباتِ نماز ۸۴
۳۰ مکروہاتِ نماز ۸۵
۳۱ مفسداتِ نماز ۸۷

۳۲	نماز توڑنے کے متفرق مسائل	۸۹
۳۳	مسجد کے احکام	۹۰
۳۴	مسجد کے آداب	۹۱
۳۵	اذان واقامت	۹۴
	اذان کا مسنون طریقہ	۹۴
	اذان کا جواب اور دعا	۹۵
۳۶	اذان واقامت کے متفرق مسائل	۹۶
۳۷	جماعت کے احکام	۹۸
	نماز باجماعت کی تاکید	۹۸
	جماعت کا حکم	۹۹
	صف بندی کا اہتمام	۱۰۰
	سترہ	۱۰۱
	نماز باجماعت کے مسائل	۱۰۱
۳۸	امامت کے احکام ومسائل	۱۰۴
۳۹	قرأت کے مسائل	۱۰۷
۴۰	اقتداء کے احکام	۱۰۹
	۱-مدرک	۱۰۹
	۲-مسبوق	۱۰۹
	۳-لاحق	۱۰۹
	مدرک یا مقتدی کے مسائل	۱۱۰
	مسبوق کے مسائل	۱۱۱
	لاحق کے مسائل	۱۱۲
۴۱	نمازِ وتر	۱۱۳
	نمازِ وتر کا حکم	۱۱۳
	نمازِ وتر کی رکعتیں	۱۱۳

	نمازِ وتر کا طریقہ	۱۱۳
	دعائے قنوت	۱۱۴
۴۲	نمازِ قصر کے احکام	۱۱۶
۴۳	نفل نمازوں کا بیان	۱۱۸
	نمازِ تہجد	۱۱۸
	نماز تہجد کا وقت	۱۱۹
	نماز تہجد کی رکعتیں	۱۱۹
۴۴	نمازِ تراویح	۱۲۰
	تراویح کی رکعتیں	۱۲۰
	نمازِ تراویح پڑھنے کا طریقہ	۱۲۱
۴۵	نوافل سفر	۱۲۱
۴۶	صلوٰۃ الاوّابین	۱۲۱
۴۷	صلوٰۃ کسوف اور خسوف	۱۲۱
۴۸	سجدۂ سہو کے احکام	۱۲۱
	سجدۂ سہو واجب ہونے کی صورتیں	۱۲۲
	سجدۂ سہو کا طریقہ	۱۲۲
	سجدۂ سہو کے چند مسائل	۱۲۲
۴۹	قضا نماز کے احکام و مسائل	۱۲۴
	صاحب ترتیب کی قضا کا حکم	۱۲۵
۵۰	نمازِ جمعہ کا بیان	۱۲۶
	یوم جمعہ کی فضیلت و آداب	۱۲۶
	نمازِ جمعہ کا حکم اور اہمیت	۱۲۸
	نمازِ جمعہ کی شرطیں	۱۲۹
	شرائط وجوب	۱۲۹
	شرائط صحت	۱۳۰

	جمعہ کی سنتیں	۱۳۰
۵۱	نمازِ جمعہ کے متفرق مسائل	۱۳۱
	خطبے کے آداب واحکام	۱۳۲
۵۲	نمازِ عید کے احکام	۱۳۵
	یومِ عید الفطر کے مسنون کام	۱۳۵
	نمازِ عید کا حکم	۱۳۶
	نمازِ عید کی نیت اور ترکیب	۱۳۶
	نمازِ عید کا وقت	۱۳۷
	نمازِ عید کے متفرق مسائل	۱۳۷
	تکبیر تشریق	۱۳۷
۵۳	آدابِ تلاوت	۱۳۹
	۱-طہارت	۱۳۹
	۲-اخلاص نیت	۱۳۹
	۳-تعوذ وتسمیہ	۱۳۹
	۴-قرآن میں دیکھ کر تلاوت کا اہتمام	۱۴۰
	۵-تجوید اور خوش الحانی	۱۴۰
	۶-پابندی اور التزام	۱۴۰
	۷-تہجد میں تلاوت کا اہتمام	۱۴۱
	۸-غور وتدبر	۱۴۱
	۹-اثر پذیری	۱۴۱
۵۴	سجدۂ تلاوت	۱۴۲
	سجدۂ تلاوت کا طریقہ	۱۴۳
	سجدۂ تلاوت کے مسائل	۱۴۳
۵۵	قریب المرگ کے احکام	۱۴۵
۵۶	غسل اور کفن کے احکام	۱۴۶

۵۷ نمازِ جنازہ کے احکام ۱۴۸
نمازِ جنازہ کے فرائض ۱۴۸
نمازِ جنازہ کی سنتیں ۱۴۸
بالغ میت کی دعا ۱۴۸
نابالغ میت کی دعا ۱۴۹
نمازِ جنازہ کا طریقہ ۱۴۹
جنازے کے چند مسائل ۱۵۰
جنازے کو کندھا دینے کا طریقہ ۱۵۱
۵۸ تعزیت ۱۵۱
۵۹ زکوٰۃ کا بیان ۱۵۳
زکوٰۃ کی اہمیت اور تاکید ۱۵۳
زکوٰۃ نہ دینے کا دردناک انجام ۱۵۵
زکوٰۃ کے معنی ۱۵۶
زکوٰۃ کا حکم ۱۵۶
۶۰ فقہی اصطلاحات ۱۵۷
زکوٰۃ کی شرائط وجوب ۱۶۰
۶۲ نصابِ زکوٰۃ ۱۶۳
سونے اور چاندی کا نصاب ۱۶۳
مالِ تجارت اور نوٹ وغیرہ کا نصاب ۱۶۳
سائمہ جانوروں کا نصاب ۱۶۴
بھیڑ بکری کا نصاب ۱۶۴
گائے بھینس کا نصاب ۱۶۵
اونٹ کا نصاب ۱۶۵
۶۳ مصارفِ زکوٰۃ ۱۶۷
۶۴ زکوٰۃ کے متفرق مسائل ۱۷۰

۶۵ عشر کا بیان ۱۷۴
عشر کا حکم ۱۷۴
عشر کے مسائل ۱۷۵
۶۶ صدقۂ فطر کا بیان ۱۷۷
صدقۂ فطر کا حکم ۱۷۸
صدقۂ فطر کے وجوب اور ادا کا وقت ۱۷۸
صدقۂ فطر کی مقدار ۱۷۹
صدقۂ فطر کے مسائل ۱۸۰
۶۷ روزے کا بیان ۱۸۲
روزے کا حکم ۱۸۲
روزے کی اہمیت وفضیلت ۱۸۳
روزے کا مقصد ۱۸۴
۶۸ رویتِ ہلال کا بیان ۱۸۶
قمری حساب کی حکمت ۱۸۶
رویت ہلال کے احکام ۱۸۷
نیا چاند دیکھنے کی دعا ۱۸۹
۶۹ روزے کے اقسام واحکام ۱۹۰
۱-فرض روزے ۱۹۰
۲-واجب روزے ۱۹۰
۳-مسنون روزے ۱۹۱
۴-نفلی روزے ۱۹۱
۵-مکروہ روزے ۱۹۱
۶-حرام روزے ۱۹۱
۷۰ روزے کی نیت کے احکام ۱۹۳
روزے کے فرائض ۱۹۵

	روزے کے سنن اور مستحبات	۱۹۵
۷۱	مفسداتِ صوم	۱۹۶
	وہ مفسدات جن میں صرف قضا واجب ہے	۱۹۶
	وہ مفسدات جس میں قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں	۱۹۶
	وہ امور جن سے روزہ مکروہ ہوجاتا ہے	۱۹۷
	وہ امور جن سے روزہ مکروہ نہیں ہوتا	۱۹۷
۷۲	سحری کی فضیلت اور تاکید	۱۹۸
	سحری میں تاخیر	۱۹۹
	افطار میں تعجیل	۱۹۹
	افطار کس چیز سے مستحب ہے؟	۲۰۰
	افطار کرانے کا اجر وثواب	۲۰۰
	افطار کی دعا	۲۰۰
۷۳	سفر اور مرض میں روزے کے احکام	۲۰۱
	روزہ رکھنے کے بعد توڑنے کی اجازت	۲۰۲
۷۴	قضا اور کفارہ کے مسائل	۲۰۳
۷۵	فدیہ	۲۰۴
۷۶	نفلی روزوں کا بیان	۲۰۵
	شوال کے چھ روزے	۲۰۵
	یومِ عاشورہ کا روزہ	۲۰۵
	یوم عرفہ کا روزہ	۲۰۵
	ایام بیض کے روزے	۲۰۷
۷۷	اعتکاف کا بیان	۲۰۸
	اعتکاف کے احکام	۲۰۸
	شرائطِ اعتکاف	۲۰۹
	اعتکاف کے مسائل	۲۰۹

٧٨ لیلۃ القدر ٢١٢
لیلۃ القدر کی مخصوص دعا ٢١٣
٧٩ حج کا بیان ٢١٤
حج کے معنی ٢١٤
حج کی اہمیت وفضیلت ٢١٤
٨٠ فقہی اصطلاحات ٢١٨
حج کے مشہور مقامات ٢٢٦
نقشہ بیت اللہ ٢٢٧
حج کا حکم ٢٣٤
وجوبِ حج کی شرطیں ٢٣٤
صحتِ حج کی شرطیں ٢٣٥
حج کے فرائض ٢٣٦
حج کے واجبات ٢٣٦
٨١ قربانی کی دعا اور طریقہ ٢٣٧
٨٢ احرام کے مسائل ٢٣٩
٨٣ تلبیہ اور اس کے مسائل ٢٤٠
٨٤ وقوف ٢٤١
٨٥ طواف ٢٤٢
٨٦ استلام ٢٤٤
٨٧ رمل ٢٤٥
٨٨ عمرہ ٢٤٥
٨٩ حج کی اقسام ٢٤٧
٩٠ حج کی مسنون دعائیں ٢٤٨
سفر پر روانہ ہوتے وقت کی دعا ٢٤٨
سفر پر رخصت کرتے وقت کی دعا ٢٤٩

	خانۂ کعبہ کو دیکھ کر پڑھنے کی دعا	۲۴۹
	مسجد حرام میں داخل ہوتے وقت کی دعا	۲۴۹
	رکن یمانی کی دعا	۲۵۰
	حجراسود کا استلام کرتے وقت کی دعا	۲۵۰
	طواف کی دعا	۲۵۰
	آبِ زمزم پیتے وقت کی دعا	۲۵۱
	میدانِ عرفات کی افضل الدعا	۲۵۱
	عرفات کی جامع دعا	۲۵۱
	رمی کی دعا	۲۵۳
	سعی کی دعا	۲۵۳
	ملتزم کی دعا	۲۵۴
۹۱	روضۂ اطہر کی زیارت	۲۵۶
۹۲	مدینہ طیبہ کے چند متبرک مقامات	۲۵۹
	۱-احد	۲۵۹
	۲-بدر	۲۶۰
	۳-بیر رومہ	۲۶۰
	۴-بیر اریس	۲۶۰
	۵-جنت البقیع	۲۶۱
	۶-ریاض الجنہ	۲۶۱
	۷-ستونِ حنانہ	۲۶۲
	۸-ستونِ توبہ	۲۶۲
	۹-صفہ	۲۶۲
	۱۰-گنبد خضرا	۲۶۲
	۱۱-مسجد جمعہ	۲۶۳
	۱۲-مسجد قبا	۲۶۳
	۱۳-مسجد قبلتین	۲۶۳

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

علم فقہ اور اس کی ضرورت

خدا کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ خَیْرًا یُفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ ۔ خدا اپنے جس بندے کی بھلائی چاہتا ہے اس کو دِین کی گہری سوجھ بوجھ سے نواز دیتا ہے۔ (جامع ترمذی' ابواب العلم' ابن عباسؓ)

یہ حقیقت ہے کہ بندے پر خدا کا سب سے بڑا کرم یہی ہے کہ وہ اس کو دِین کی سمجھ عطا فرما دے اور اس کی حکمتوں کو سمجھنے کی بصیرت سے نواز دے۔ دِین ہی ہر خیر اور بھلائی کا سرچشمہ ہے' یہی دنیا میں بھی کامیاب زندگی گزارنے کا واحد طریقہ ہے اور یہی آخرت میں بھی خدا کی رضا اور نجات کا واحد ذریعہ ہے۔ جو شخص دِین کی سوجھ بوجھ سے محروم ہے وہ ہر خیر سے محروم ہے۔

دین کا علم حاصل کرنا' دِین کے مزاج اور اس کی روح سے آشنا ہونا' دِین کے احکام و مسائل میں بصیرت پیدا کرنا اور علم فقہ سے بخوبی واقف ہونا' ہر مسلمان کا اوّلین فرض ہے۔ اس کے بغیر نہ اسلام کے احکام پر صحیح صحیح عمل کرنا ہی ممکن ہے اور نہ اسلامی تعلیم کا مقصد ہی پورا ہو سکتا ہے۔

فقہ کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کو جاننا سمجھنا اور اس کی حقیقت سے واقف ہونا۔ اور فقیہ اس سوجھ بوجھ رکھنے والے صاحب علم کو کہتے ہیں جو کسی چیز کو سمجھنے اور اس کی حقیقت کو پانے میں ماہر ہو۔

اصطلاح میں فقہ سے مراد ہے احکام دین کا تفصیلی علم حاصل کرنا اور احکام کی دلیلوں

اور حکمتوں سے واقف ہونا' نیز فقہ سے مراد وہ مفصل اور منضبط اسلامی قانون ہے جس میں عبادت واطاعت' حقوق وفرائض اور سارے انفرادی اور اجتماعی معاملات سے متعلق قرآن وسنت سے سمجھے ہوئے اور استنباط کیے ہوئے احکام و مسائل اور ان کے آداب وشرائط ہوں۔

اور فقیہ اصطلاح میں اس عالم دِین کو کہتے ہیں جو قرآن وسنت پر گہری نظر رکھتا ہو' دِین اور شریعت کی روح اور مقصد کو سمجھتا ہو' دِین کا مزاج شناس ہو اور اس کے اسرار اور حکمتوں سے واقف ہو اور جو زندگی کے سارے معاملات میں قرآن وسنت کے اصولی احکام وہدایات سے مسائل کو سمجھنے اور استنباط کرنے کی صلاحیت اور مہارت رکھتا ہو۔

''علم فقہ'' اور اس کے جاننے والے فقہا' اسلام کی بقا وحفاظت اور اقامت کے لیے اسی طرح ضروری ہیں جس طرح روح جسم کی بقا اور حفاظت کے لیے۔ اسلام ایک جامع اور ابدی قانون ہے جو انسانی زندگی کی تمام ضرورتوں میں اور ہر دور میں واضح اور مکمل ہدایات دیتا ہے اور کسی ضرورت میں بھی دوسرے مذہب اور نظریہ کا محتاج نہیں رکھتا۔ اسی لیے ضروری ہے کہ ہر دور میں جو جو مسائل بھی پیش آئیں ان سے متعلق اسلام کے احکام اور ہدایات قرآن وسنت کی روشنی میں مسلمانوں کے سامنے آتے رہیں تاکہ وہ اسلام پر صحیح صحیح عمل کرسکیں۔ قرآن میں ہدایت ہے:-

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ط فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ○ (سورہ التوبہ آیت ۱۲۲)

''اور مسلمانوں کے لیے ممکن نہ تھا کہ سارے کے سارے نکل کھڑے ہوں تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کی آبادی کے ہر ہر حصے سے کچھ ہی لوگ نکل کھڑے ہوتے کہ وہ دِین میں سوجھ بوجھ پیدا کرتے اور پھر واپس جا کر مسلمانوں کو (بے دینی کے بدترین نتائج سے ہوشیار کرتے) تاکہ وہ (بے دینی کی روش سے) بچے رہتے۔''

احکامِ دِین کی تقسیم

اللہ کے نزدیک انسان کی پیدائش کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ اپنے خالق کی عبادت کرے۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝(الذاریات:۵۶)	اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اسی غرض سے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔

جب انسان کی پیدائش کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے تو ہر انسان کو لازماً معلوم ہونا چاہیے کہ عبادت کسے کہتے ہیں اور اس کا طریقہ کیا ہے؟ عبادت کا مطلب اور طریقہ معلوم کیے بغیر نہ کوئی شخص زندگی کا مقصد پورا کرسکتا ہے اور نہ وہ کامیاب ہوسکتا ہے۔

عبادت کے لغوی معنی ہیں بندگی اور فرمانبرداری' اس معنی کے لحاظ سے بندے کا ہر وہ کام عبادت ہے جس کو وہ دِین کا حکم سمجھ کر محض خدا کی خوشنودی کے لیے قرآن وسنت کی ہدایت کے مطابق انجام دے' چاہے وہ نماز' روزہ اور حج وزکوٰۃ جیسی مخصوص عبادات ہوں یا خرید وفروخت' خانگی تعلقات' معاشی مصروفیات جیسے معاملات ہوں حتیٰ کہ اس مفہوم میں کھانا پینا اور صاف ستھری زندگی گزارنا بھی عبادت ہے لیکن فقہ کی اصطلاح میں عبادت کا مفہوم اتنا عام نہیں ہے۔ دراصل فقہ نے احکامِ دِین کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک عبادات' دوسرے معاملات۔ عبادات سے بندے کے وہ افعال واعمال مراد ہیں جن کا تعلق صرف اللہ تعالیٰ سے ہے اور جو خاص خاص اوقات میں خاص ارکان وشرائط اور حدود وآداب کے ساتھ کیے جاتے ہیں جیسے نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ وغیرہ۔احکامِ دِین میں سب سے

اونچا مرتبہ عبادات کا ہے اور ایمانیات کے بعد عبادات کی اہمیت دوسرے احکام کے مقابلے میں زیادہ بنیادی قسم کی ہے۔

''معاملات'' سے مراد وہ سارے اعمال ہیں جن کا تعلق بندوں کے باہمی روابط و تعلقات، حقوق و فرائض اور لین دین وغیرہ سے ہے۔ مثلاً نکاح، طلاق، خانگی تعلقات، معاشرتی حقوق و فرائض، خرید و فروخت، کاروباری مصروفیات، کھیتی باڑی، محنت مزدوری، رہن، شفعہ، ہبہ اور دوسرے اجتماعی امور وغیرہ۔ فقہ میں دراصل یہی دونوں قسم کے احکام بیان کیے جاتے ہیں اور انہی کے حدود و آداب اور مسائل نیز دلائل اور حکمتوں پر گفتگو ہوتی ہے۔

ارکانِ اسلام

اسلام کی بنیاد پانچ ارکان پر ہے، جن کو ارکانِ اسلام کہتے ہیں۔ ارکان رُکن کی جمع ہے۔ رُکن کے معنی ستون کے ہیں، ارکان یا ستون کسی چیز کے ان بنیادی اور ضروری اجزاء کو کہتے ہیں جن پر اس چیز کے وجود اور قیام کا انحصار ہو۔ ارکان اسلام دِین کے وہ بنیادی اور ضروری اعمال ہیں جن پر اسلام کے وجود اور بقا کا دار و مدار ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اسلام کی تعمیر پانچ چیزوں پر ہوئی ہے:

(۱) یہ شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

(۲) نماز قائم کرنا

(۳) زکوٰۃ ادا کرنا

(۴) رمضان کے روزے رکھنا

(۵) اور بیت اللہ کا حج کرنا۔ (متفق علیہ)

ان بنیادی اعمال کو ارکان سے تعبیر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دِین میں ان کو غیر معمولی مقام حاصل ہے اور دوسرے احکام کے مقابلے میں ان کی اہمیت زیادہ بنیادی قسم کی ہے۔

ایک عمارت کے سب سے بنیادی اور امتیازی اجزاء اس کے ستون ہوتے ہیں۔ ستون اگرچہ کل عمارت تو نہیں ہوتے لیکن ان کی امتیازی اہمیت یہ ہے کہ عمارت اور عمارت کے دوسرے تمام اجزاء کے قیام و بقا کا مدار انہی پر ہوتا ہے۔ پھر یہ ستون جس قدر مضبوط اور پائیدار ہوں گے، عمارت بھی اسی قدر پائیدار اور مضبوط ہوگی اور اگر یہ ستون کھوکھلے اور کمزور

ہوں گے تو عمارت بھی بودی اور کمزور ہوگی اور ایک معمولی سا جھٹکا بھی اس کے وجود کے لیے خطرہ ثابت ہوگا۔

ٹھیک یہی حیثیت ارکان اسلام کی ہے۔ بے شک ''اسلام'' محض ان ارکان کا نام نہیں ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ان ارکان کے بغیر اسلام کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ ان ارکان پر عمل کیے بغیر نہ تو دین کے دوسرے احکام پر عمل ہوسکتا ہے اور نہ عمل کرنے کے کوئی معنی ہی رہ جاتے ہیں اور اگر ان پر ٹھیک ٹھیک عمل ہو جائے تو دوسرے تمام احکام پر عمل نہ صرف ممکن ہو جاتا ہے بلکہ بڑی حد تک لازمی اور یقینی ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ان ارکان کو ہی ''اسلام'' قرار دیا ہے جس کا صاف اور کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ ان اعمال کا وجود میں آنا گویا پورے دِین کے وجود میں آنے کی ضمانت ہے۔

اور ان ارکان سے اگر تعلق کمزور ہو جائے' ان کی اہمیت کا احساس مردہ ہو جائے اور ان پر عمل نہ کرنے کی مجرمانہ غفلت عام ہو جائے تو اسلام کا دعویٰ کرنے کے باوجود زندگی اسلام کی برکتوں سے محروم ہوگی۔

ایمان کی شہادت

اسلام کا پہلا ستون اور پہلا بنیادی عمل توحید و رسالت کا اقرار اور ایمان کی شہادت ہے۔ یہ ایک ایسا عمل ہے جو زبان سے انجام پاتا ہے۔ مؤمن اور مسلمان قرار پانے کے لیے محض دل سے توحید و رسالت کی تصدیق کافی نہیں ہے بلکہ زبان سے ان عقائد کا اقرار اور شہادت بھی لازمی ہے۔ اس کے بغیر کسی کا ایمان و اسلام معتبر نہیں ہے۔ ایمان کے معنی ہی یہ ہیں کہ دل سے اسلامی عقائد کی تصدیق کی جائے اور زبان سے اقرار و اظہار کیا جائے۔

ایمان کے اقرار و اعلان کی اہمیت یہ ہے کہ جو شخص اپنی زبان سے کلمۂ طیبہ اور کلمۂ شہادت پڑھ لیتا ہے وہ چاہے عملی اعتبار سے کتنا ہی کوتاہ ہو بہرحال مسلم معاشرہ کا ایک فرد بن جاتا ہے اور اس کو وہ سارے سیاسی اور معاشرتی حقوق حاصل ہو جاتے ہیں جو ایک مسلمان کو حاصل ہوتے ہیں۔ اس کے برخلاف جو شخص اپنی زبان سے ایمان کا اظہار و اعلان نہیں کرتا تو چاہے وہ اسلامی عقائد پر کیسا ہی پختہ یقین رکھتا ہو بہرحال مسلمان نہ مانا جائے گا۔ نہ وہ اسلامی معاشرہ کا فرد قرار پائے گا اور نہ اس کو وہ سیاسی اور معاشرتی حقوق حاصل ہوں گے جو ایک مسلمان کو حاصل ہوتے ہیں بلکہ وہ بدستور غیر مسلم ہی سمجھا جائے گا۔

کلمہ طیبہ یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور کلمہ شہادت یعنی اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھنے والا بظاہر تو صرف توحید باری اور رسالت محمدی کا اقرار کرتا ہے لیکن حقیقت میں یہ ان سارے عقائد کی شہادت اور اقرار ہے جن کی خبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ یعنی فرشتوں پر ایمان، تمام آسمانی کتابوں پر ایمان، سارے رسولوں پر ایمان، تقدیر پر ایمان اور یوم آخرت پر ایمان، اس لیے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا مطلب ہی یہ ہے کہ ان ساری باتوں پر ایمان لایا جائے

جن کی آپؐ نے خبر دی ہے اور جن پر ایمان لانے کی آپؐ نے تاکید کی ہے۔

مسلمان ہونے کے لیے چھ باتوں کا اقرار کرنا اور زبان سے شہادت دینا ضروری ہے۔

۱- خدا کی توحید پر ایمان کا اقرار اور شہادت۔

۲- فرشتوں پر ایمان کا اقرار اور شہادت۔

۳- سارے رسولوں پر ایمان کا اقرار اور شہادت۔

۴- آسمانی کتابوں پر ایمان کا اقرار اور شہادت۔

۵- یوم آخرت پر ایمان کا اقرار اور شہادت۔

۶- تقدیر پر ایمان کا اقرار اور شہادت۔

ان چھ عقیدوں کو دل میں جمانے اور زبان سے اقرار کرنے اور شہادت دینے کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کا وہ پہلا ستون تعمیر ہو گیا جس کے بعد ہی دوسرے چار ستونوں کی تعمیر ممکن ہو سکتی ہے۔

فقہی اصطلاحات (۱)

فقہ میں بعض خاص الفاظ بار بار استعمال ہوتے ہیں اور ان کے کچھ مخصوص اور متعین معنی ہوتے ہیں' ان کو فقہی اصطلاحات کہا جاتا ہے۔ فقہ کے احکام و مسائل جاننے کے لیے ان اصطلاحات کا جاننا لازمی ہے۔ نیچے یہ اصطلاحات اور ان کی تشریح دی جا رہی ہے اور ہر باب کے شروع میں اسی طرح ضروری اصطلاحات کی تشریح کر دی گئی ہے۔

۱- ماءِ جاری

ماءِ جاری بہنے والے پانی کو کہتے ہیں۔ عرفِ عام میں اس کو بہتا پانی کہتے ہیں جیسے دریا' ندی' نہر اور پہاڑی نالوں وغیرہ کا پانی پاک ہے خود بھی پاک ہے اور دوسری چیزوں کو بھی پاک کر دیتا ہے۔ ہاں اگر اس میں اتنی نجاست گر جائے کہ اس کے تینوں وصف رنگ' بو اور مزہ سب کچھ بدل جائے تو پھر یہ نجس ہو جاتا ہے۔

۲- ماءِ راکد قلیل

راکد کے معنی ٹھہرا ہوا۔ ماءِ راکد قلیل سے مراد وہ ٹھہرا ہوا پانی ہے جو مقدار میں اتنا ہو کہ اگر اس کے ایک طرف نجاست گرے تو دوسری جانب اس کا اثر یعنی رنگ' بو اور مزہ محسوس ہو۔

ماءِ راکد کثیر

ماءِ راکد کثیر سے مراد وہ ٹھہرا ہوا پانی ہے جو مقدار میں اتنا زیادہ ہو کہ اگر اس کے ایک کنارے کوئی نجاست گر جائے تو دوسرے کنارے نجاست کا اثر یعنی رنگ' بو اور مزہ محسوس نہ ہو۔

ماءِ مستعمل

جس پانی سے کسی شخص نے وضو یا غسل کرلیا ہو چاہے حدث اصغر اور حدث اکبر سے پاک ہونے کے لیے کیا ہو یا محض ثواب کی نیت سے کیا ہو بشرطیکہ اس کے جسم پر کوئی نجاست لگی ہوئی نہ ہو اس کو ماءِ مستعمل کہتے ہیں۔ ایسا پانی طاہر تو ہے لیکن مطہر نہیں یعنی اس سے دوسری چیزیں پاک نہیں ہوسکتی ہیں۔

ماءِ طاہر

وہ پانی جو خود پاک ہو اس کو طاہر کہتے ہیں۔

ماءِ مطہر

جس پانی سے دوسری چیزیں بھی پاک کی جاسکتی ہوں اس کو مطہر کہتے ہیں۔

ماءِ مشکوک

ماءِ مشکوک سے مراد وہ پانی ہے جو خود تو طاہر ہے لیکن اس کے مطہر ہونے نہ ہونے میں شک ہے۔ مثلاً جس پانی کو خچر یا گدھا منہ ڈال کر جھوٹا کردے وہ ماءِ مشکوک ہے۔ ماءِ مشکوک کا حکم یہ ہے کہ اس سے وضو کرنے والا تیمّم بھی کرے۔

نجاست حقیقی

نجاست حقیقی سے وہ محسوس گندگی اور غلاظت مراد ہے جس سے انسان طبعی طور پر نفرت کرتا ہے اور اپنے جسم ولباس اور دوسری چیزوں کو اس سے بچاتا ہے اور شریعت نے بھی اس سے بچنے کا حکم دیا ہے۔

نجاست غلیظہ

نجاست غلیظہ نجاست حقیقی کی وہ قسم ہے جس کے نجس اور پلید ہونے میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہے۔ شریعت کی دلیلوں سے اس کی نجاست صاف ثابت ہے جیسے سور اور انسان کا پیشاب، پاخانہ وغیرہ۔

نجاست خفیفہ

یہ نجاست حقیقی کی وہ قسم ہے جس کے نجس اور پلید ہونے میں ذرا شبہ ہے۔ بعض دلیلوں سے اس کی ناپاکی ثابت ہوتی ہے اور بعض دلیلوں سے اس کے پاک ہونے کا بھی شبہ ہوتا ہے۔ اس لیے شریعت میں اس کا حکم بھی ذرا نرم اور ہلکا ہے۔ مثلاً حرام پرندوں کی بیٹ وغیرہ۔

نجاست حکمی یا حدث

نجاست حکمی یا حدث سے مراد ناپاکی کی وہ حالت ہے جس کا ناپاک ہونا ہمیں نظر نہیں آتا بلکہ شریعت کے بتانے اور حکم لگانے سے معلوم ہوا ہے۔ اسی لیے اس کو نجاست شرعی بھی کہتے ہیں، جیسے بے وضو ہونا، غسل کی حاجت ہونا۔

حدثِ اکبر

نجاست حکمی یا حدث کی وہ قسم ہے جس میں غسل کیے بغیر آدمی پاک نہیں ہوتا ہے۔ ہاں اگر پانی میسر نہ ہو تو پھر تیمّم کر لینے سے بھی پاکی حاصل ہو جاتی ہے۔

حدثِ اصغر

حدث کی وہ ہلکی قسم جس میں وضو کر لینے سے آدمی پاک ہو جاتا ہے۔ مثلاً پیشاب، پاخانہ کرنے یا ریح خارج ہونے سے حدث اصغر کی حالت پیدا ہو جاتی ہے اور وضو کر لینے سے یہ ناپاکی دور ہو جاتی ہے اور جہاں پانی میسر نہ آئے تو تیمّم کر لینے سے بھی حدث اصغر سے پاکی حاصل ہو جاتی ہے۔

استنجا

رفع حاجت وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد جسم کے اگلے یا پچھلے حصے کے پاک کرنے کو استنجا کہتے ہیں۔ چاہے ڈھیلوں سے پاکی حاصل کی جائے یا پانی سے بہتر یہ ہے کہ دونوں ہی چیزیں استعمال کی جائیں۔

فرض عین

وہ فرض جس کا کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے اور نہ کرنے والا سخت گنہگار اور مستحقِ عذاب ہے۔ جیسے پانچوں وقت کی نمازیں، رمضان کے روزے وغیرہ۔

فرض کفایہ

وہ فرض جس کا کرنا ہر مسلمان پر انفرادی طور سے لازم نہیں بلکہ اجتماعی حیثیت سے تمام مسلمانوں پر فرض ہے اور اگر کچھ لوگ بھی ادا کرلیں تو ادا ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر کوئی بھی ادا نہ کرے تو سب ہی گنہگار ہوتے ہیں جیسے نمازِ جنازہ یا میت کی تدفین وغیرہ۔

سنت مؤکدہ

وہ فعل جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا آپؐ کے صحابہؓ نے ہمیشہ کیا ہو اور عذر کے بغیر کبھی ترک نہ کیا ہو، جیسے فجر کی دو سنتیں۔ سنت مؤکدہ کو بغیر عذر ترک کرنے والا اور ترک کی عادت ڈالنے والا فاسق اور گنہگار ہے۔ ہاں اگر کبھی اتفاق سے چھوٹ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

سنت غیر مؤکدہ

وہ فعل جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہؓ نے کیا ہو اور کسی عذر کے بغیر کبھی ترک بھی کر دیا ہو اس کا کرنے والا مستحق اجر و ثواب ہے اور چھوڑنے والے کو کوئی عذاب نہیں، اس کو سنت زائدہ بھی کہتے ہیں۔

مستحب

جس فعل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھی کیا ہو اکثر نہ کیا ہو اس کے کرنے کا اجر و ثواب ہے اور نہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، اس کو نفل، مستحب اور تطوع بھی کہتے ہیں۔

حرام

وہ کام جس سے بچنا ہر مسلمان پر لازم ہے اور جو شخص کسی عذر کے بغیر اس کا ارتکاب

کرے وہ فاسق اور مستحق عذاب ہے اور جو شخص حرام کو حلال سمجھے وہ کافر ہے۔ مثلاً سود، شراب وغیرہ۔

مکروہ تحریمی

ہر وہ فعل جس سے بچنا مسلمان پر واجب ہے، جو کسی عذر کے بغیر اس کا ارتکاب کرے وہ گنہگار ہے، البتہ اس کا منکر کافر نہیں ہے۔

مکروہ تنزیہی

وہ فعل جس سے بچنے میں اجر و ثواب ہے لیکن جو نہ بچے وہ مستحق عذاب نہیں۔

مباح

ہر وہ جائز فعل جس کے کرنے میں کوئی ثواب نہیں اور نہ کرنے میں کوئی عذاب نہیں۔

طہارت

اسلام کا دوسرا استون نماز ہے اور نماز کے لیے طہارت لازمی شرط ہے۔اس لیے پہلے طہارت کے احکام و مسائل بیان کیے جاتے ہیں۔

طہارت کی اہمیت و تاکید

طہارت کی اہمیت اور تاکید کی وجہ محض یہی نہیں ہے کہ وہ نماز وغیرہ عبادات کے لیے ضروری ہے بلکہ طہارت بجائے خود بھی ایک اہم شعبہ اور دین و ایمان کا جز ہے۔اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو اپنا محبوب قرار دیا ہے جو طہارت اور پاکی کا پورا پورا اہتمام کرتے ہیں:

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۔ (التوبہ آیت ۱۰۸)

اور اللہ ان لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو خوب پاک صاف رہتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰـهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۔ (البقرہ آیت ۲۲۲)

بلا شبہ اللہ ان لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو بہت زیادہ توبہ کرتے ہیں اور ان لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو اچھی طرح پاک صاف رہتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم طہارت و نظافت کا انتہائی اہتمام فرماتے تھے اور صحابہؓ کو بھی بہت زیادہ تاکید فرماتے اور طرح طرح سے ترغیب دیتے۔آپ کا ارشاد ہے:

''طہارت اور پاکیزگی جزوِ ایمان ہے۔'' (مسلم)

یعنی طہارت کی حیثیت صرف یہی نہیں ہے کہ وہ دِین کا ایک حکم ہے بلکہ وہ دِین و ایمان کا جز ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں طہارت و نظافت کا جو واضح اور بے مثال تصور ملتا ہے اور

جو غیر معمولی تاکید اور اہتمام پایا جاتا ہے اور جس قدر تفصیل اور صراحت کے ساتھ اس کے احکام و مسائل کی تعلیم دی گئی ہے اس کی مثال دوسرے کسی مذہب میں نہیں ملتی، صفائی ستھرائی اور آرائش کا تصور تو دوسرے مذاہب والوں میں ضرور پایا جاتا ہے لیکن پاکی اور طہارت کا تصور اسلام کے سوا کہیں نہیں ملتا۔

نجاست کا بیان

نجاست ناپاکی اور گندگی کو کہتے ہیں۔ نجاست' طہارت کی ضد ہے اور طہارت کی حقیقت اور احکام سمجھنے کے لیے پہلے نجاست کے مسائل اور احکام کا معلوم ہونا ضروری ہے۔ نجاست دو طرح کی ہوتی ہے' نجاست حقیقی اور نجاست حکمی۔ ان دونوں کی حقیقت' ان کے احکام اور ان سے پاک ہونے کے طریقے الگ الگ ہیں جن کی تفصیل جاننا طہارت حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے۔

نجاست حقیقی

نجاست حقیقی اس محسوس غلاظت اور گندگی کو کہتے ہیں جس سے ہر انسان طبعی طور پر نفرت کرتا ہے اور اپنے جسم ولباس اور دوسری چیزوں کو اس سے بچاتا ہے اور جس سے شریعت نے بھی بچنے کا حکم دیا ہے۔ جیسے پیشاب' پاخانہ اور جانوروں کا خون وغیرہ۔ نجاست حقیقی کی دو قسمیں ہیں' نجاست غلیظہ اور نجاست خفیفہ۔

نجاست غلیظہ

وہ شدید قسم کی محسوس نجاست اور گندگی جس کی نجاست اور ناپاکی میں قطعاً کوئی شبہ نہیں ہے جس سے طبعاً ہر شخص بچتا ہے اور شریعت کی دلیلوں سے بھی اس کی ناپاکی صاف طور پر ثابت ہے۔ شریعت کی نظر میں چونکہ نجاست غلیظہ شدید قسم کی ناپاکی ہے اس لیے اس کا حکم بھی سخت ہے۔ مثال کے طور پر چند چیزوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن کی نجاست غلیظہ ہے۔

۱۔ سؤر' اس کی ہر چیز نجاست غلیظہ ہے حتیٰ کہ ہڈی اور بال بھی' چاہے سؤر زندہ ہو یا مرا ہوا اور اس کی کھال بھی کسی طرح پاک نہیں ہوسکتی۔

۲- آدمی کا پیشاب' پاخانہ' بچوں کا پیشاب' پاخانہ اور دودھ پیتے بچے کا پیشاب بھی نجس ہے۔ ہاں اگر لڑکا ہو تو اس کا حکم ذرا نرم ہے۔

۳- گھوڑے گدھے کی لید' کتے بلی کا پاخانہ' گائے بیل بھینس کا گوبر اور درندوں کا پاخانہ۔

۴- خون' چاہے آدمی کا ہو یا کسی جانور کا۔

۵- زخموں سے جو پیپ' خون اور رطوبت نکلتی ہے۔

۶- پرندوں میں صرف ان پرندوں کا پاخانہ (بیٹ) جن کے پر تو ہیں لیکن اڑ نہیں سکتے' جیسے بطخ یا مرغی وغیرہ۔

۸- شراب اور دوسری نشہ آور چیزیں جو سیال ہوں۔

نجاست خفیفہ

وہ محسوس نجاست جس کی نجاست ذرا ہلکی قسم کی ہے اور شریعت کی بعض دلیلوں سے اس کے پاک ہونے کا بھی شبہ ہوتا ہے' اس لیے شریعت میں ان کا حکم بھی کچھ نرم ہے۔ مثال کے طور پر چند چیزوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن کی نجاست خفیفہ ہے۔

۱- حلال جانوروں کا پیشاب جیسے بکری' بھینس اور گائے بیل وغیرہ۔

۲- حرام پرندوں کی بیٹ جیسے چیل' باز اور کوا وغیرہ۔

۳- حلال پرندوں کی بیٹ اگر بدبودار نہ ہو۔

۴- نجاست خفیفہ اگر نجاست غلیظہ میں مل جائے تو چاہے نجاست غلیظہ کی مقدار نجاست خفیفہ کے مقابلے میں کتنی ہی کم ہو مجموعے کو نجاست غلیظہ ہی قرار دیا جائے گا۔

نجاست حقیقی سے پاکی کے مسائل

۱- زمین، کنکر، پتھر، ڈھیلے، اینٹ اور پختہ فرش وغیرہ پر اگر نجاست حقیقی لگ جائے چاہے وہ پتلی اور سیال ہو یا گاڑھی اور بستہ، خشک ہونے سے یہ سب چیزیں پاک ہو جاتی ہیں۔ پتلی ہو تو محض خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہے اور اگر بستہ ہو تو کھرچنے اور رگڑنے سے پاک ہو جاتی ہے اور پختہ فرش کو تین بار پانی سے دھو لینا چاہیے تاکہ دھبہ اور بو باقی نہ رہے۔

۲- چوکی، کرسی، چارپائی وغیرہ پر نجاست لگ جائے تو تین بار رگڑ کر دھونے سے یہ چیزیں پاک ہو جاتی ہیں۔

۳- کپڑے پر نجاست حقیقی لگ جائے تو تین بار مل کر نچوڑنے سے پاک ہو جاتا ہے۔

۴- جو چیزیں نجاست کو جذب نہیں کرتیں مثلاً دھات کے برتن یا اوزار اگر نقشین نہ ہوں تو زمین پر رگڑنے، مانجھنے اور تر کپڑے سے پونچھ دینے سے پاک ہو جاتے ہیں اور تین بار پانی سے دھو لینے سے بھی پاک ہو جاتے ہیں۔ یہی حکم چینی کے برتنوں کا بھی ہے۔ البتہ پونچھنے کا اہتمام کرنا چاہیے کہ نجاست کا اثر بالکل نہ رہے۔

۵- دھات اور پتھر کے برتن اور اوزار آگ میں ڈالنے سے بھی پاک ہو جاتے ہیں۔

۶- جو چیزیں نجاست جذب کرتی ہیں ان پر اگر بستہ غلاظت لگ جائے تو کھرچنے، رگڑنے سے پاک ہو جاتی ہیں اور اگر نجاست رقیق ہے تو ان کو تین بار دھونا اور ہر بار اتنا توقف کرنا کہ پانی ٹپکنا بند ہو جائے ضروری ہے۔

۷- جسم پر نجاست حقیقی لگ جائے تو تین بار دھونے سے پاک ہو جاتا ہے۔

۸- جسم پر نجس تیل یا اور کوئی چکناہٹ والی چیز ملی یا خود لگ گئی تو صرف تین بار دھو دینا

کافی ہے چکناہٹ دور کرنے کا اہتمام ضروری نہیں۔

۹- نجاست خفیفہ سے بچنے کا بھی اہتمام کرنا چاہیے اگر کسی وقت بدن یا کپڑے پر تھوڑی سی نجاست خفیفہ لگ جائے جو چوتھائی حصے سے بہرحال کم ہو تو اس کو بھی فوراً پاک کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے البتہ کسی وقت ایسی صورت میں نماز پڑھ لی تو دہرانے کی ضرورت نہیں اگرچہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔

طہارت ونجاست کے پانچ اہم اصول

۱- جس چیز میں لوگ عام طور پر مبتلا ہوں اس کے حکم میں سہولت ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر بارش کے ایام میں عام طور پر راستوں میں کیچڑ پانی ہو جاتا ہے اور اس سے بچنا نہایت دشوار ہوتا ہے اس لیے برسات کی چھینٹیں اگر کپڑوں پر لگ جائیں تو معاف ہیں۔

۲- جو چیزیں کسی خاص ضرورت سے جائز قرار دی گئی ہیں وہ بقدرِ ضرورت ہی جائز ہوں گی۔

مثال کے طور پر دائیں چلاتے وقت اگر جانور غلے پر پیشاب کر دیں تو ضرورت کی وجہ سے وہ معاف ہے لیکن اس موقع کے علاوہ دوسرے مواقع پر یہ خاص اجازت نہ رہے گی اور غلہ ناپاک ہو جائے گا۔

۳- جو نجاست ایک بار زائل ہوگئی وہ دوبارہ نہیں لوٹے گی۔

مثلاً کپڑے پر سے خشک نجاست اچھی طرح کھرچ اور رگڑ کر صاف کر دی گئی اور کپڑا پاک ہوگیا۔ اب اگر وہ کپڑا پانی میں گر جائے تو نہ کپڑا ناپاک ہوگا اور نہ وہ پانی۔ اسی طرح کسی نے زمین پر پیشاب کیا اور زمین خشک ہو کر پاک ہوگئی۔ اب اگر پھر وہ زمین بھیگ جائے تو ناپاک نہ ہوگی۔

۴- یقین اور گمانِ غالب کے مقابلے میں محض خیال اور شک کا کوئی اعتبار نہیں۔ مثلاً کسی چیز کے بارے میں گمان غالب یا یقین تو یہ ہے کہ وہ پاک ہے لیکن یہ خیال اور شک بھی ہو رہا ہے کہ شاید ناپاک ہوگئی ہو تو ایسی چیز کو پاک ہی قرار دیا جائے گا اور محض

خیال اور وہم کا کوئی لحاظ نہ ہوگا۔

۵- قیاسی احکام میں رواج اور عرف عام کے مطابق حکم لگایا جائے گا۔ مثلاً عام عادت اور رواج یہی ہے کہ ہر آدمی اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو ناپاکی سے بچاتا ہے لہٰذا ہر شخص کے کھانے پینے کی چیزوں کو پاک ہی قرار دیا جائے گا چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم، ہاں اگر کسی واضح دلیل اور مضبوط قرینے سے معلوم ہو جائے کہ ناپاک ہے تو اسی وقت اس کو ناپاک کہنا صحیح ہوگا۔

استنجا کے مسائل

پیشاب پاخانے سے فارغ ہونے کے بعد جسم کے ان مخصوص حصوں کے پاک کرنے کو استنجا کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے استنجا کرنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ ایک بار آپ کا گزر دو قبروں کے پاس سے ہوا' تو فرمایا'' ان دونوں مُردوں کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑی بات پر نہیں بلکہ ان باتوں پر جن کو لوگ عام طور پر معمولی سمجھتے ہیں۔ ان میں سے ایک تو وہ شخص ہے جو پیشاب کرنے کے بعد استنجا نہیں کرتا تھا اور دوسرا وہ ہے جو چغل خوری کرتا تھا۔ (بخاری' مسلم)

۱۔ استنجا ہمیشہ بائیں ہاتھ سے کرنا چاہیے اور استنجا کرنے کے بعد ہاتھوں کو صابن وغیرہ سے اچھی طرح دھو لینا چاہیے۔

۲۔ فراغت کے بعد پہلے ڈھیلے استعمال کرنا اور پھر پانی سے استنجا کرنا مسنون ہے اور اگر ڈھیلے نہ ہوں تو صرف پانی سے استنجا کرنا بھی درست ہے۔

۳۔ مٹی کے ڈھیلے' پتھر' کنکر' معمولی پرانا کپڑا اور جاذب جیسی چیزیں جو پاک ہوں اور جن سے نجاست دور ہو سکے' استنجا کرنے کے لیے استعمال کی جا سکتی ہیں۔ بس یہ لحاظ رہے کہ استنجا کے لیے استعمال کی جانے والی چیزیں نہ تو بہت زیادہ قیمتی ہوں اور نہ ایسی ہوں جن کا احترام کیا جاتا ہے اور نہ ایسی ہوں جن سے بدن چھلنے اور تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو اور نہ وہ چیزیں ہوں جن سے جانور فائدہ اٹھاتے ہیں' جیسے گھاس' پتے اور بھوسہ وغیرہ۔

۴۔ ہڈی' کوئلہ' چونا' شیشہ' لوہا' تانبا' سونا' چاندی وغیرہ سے استنجا کرنا منع ہے۔

۵- لید، گوبر، مینگنی یا وہ چیزیں جن سے نجاست دور نہ ہو سکے مثلاً سرکہ، شربت وغیرہ ان سے استنجا کرنا منع ہے۔

استنجا کا حکم

اگر نجاست بدن کے مخصوص مقام تک ہی محدود ہو اور پھیلی نہ ہو تو ایسی صورت میں استنجا کرنا سنت مؤکدہ ہے اور اگر نجاست مخصوص مقام سے ادھر ادھر پھیل گئی ہو تو استنجا کرنا فرض ہے۔

نجاستِ حکمی

نجاستِ حکمی سے مراد ناپاکی کی وہ حالت ہے جس کا ناپاک ہونا آدمی کو نظر نہیں آتا بلکہ شریعت سے معلوم ہوا ہے یعنی شریعت نے اس حالت پر ناپاک ہونے کا حکم لگایا ہے۔ اسی لیے اس کو نجاستِ حکمی یا نجاستِ شرعی کہتے ہیں۔ جیسے بے وضو ہونا، غسل کی حاجت ہونا۔ نجاستِ حکمی کو حدث بھی کہتے ہیں۔ حدث یا نجاست حکمی کی دو قسمیں ہیں۔ حدث اصغر، حدث اکبر۔

حدثِ اصغر

ناپاکی کی وہ ہلکی حالت ہے جو پیشاب، پاخانہ کرنے، ریاح خارج ہونے، جسم کے کسی حصے سے خون یا پیپ بہنے، منہ بھر کرتے ہونے یا ٹیک لگا کر سو جانے سے پیدا ہو جاتی ہے۔

حدثِ اصغر کے احکام

۱- حدث اصغر میں نماز پڑھنا یا سجدہ کرنا، خواہ سجدۂ تلاوت ہو یا سجدۂ شکرانہ یا نمازِ جنازہ سب حرام ہے۔

۲- قرآن پاک کو ہاتھ لگانا مکروہ تحریمی ہے، اسی طرح قرآن پاک کی جلد یا اس کپڑے کو چھونا بھی مکروہ تحریمی ہے جو جلد کے ساتھ سی دیا گیا ہو یا سی کر جلد کو پہنا دیا گیا ہو۔

۳- بیت اللہ کا طواف کرنا بھی حدث اصغر میں مکروہ تحریمی ہے۔

۴- اگر کسی کاغذ، کپڑے، پلاسٹک کی سلیٹ، ریگزین کے ٹکڑے یا بورڈ پر کوئی آیت لکھی ہو تو اس کو بھی حدث اصغر میں چھونا مکروہ تحریمی ہے۔

(بعض علماء کے نزدیک حدثِ اصغر میں سجدۂ تلاوت کرنا درست ہے، مودودی صاحب بھی اسی کے قائل ہیں)

۵- قرآن پاک اگر جزدان یا رومال وغیرہ یعنی الگ کپڑے میں لپٹا ہوا ہو تو اس کا چھونا جائز ہے۔

۶- تفسیر کی ان کتابوں کو چھونا حدث اصغر میں مکروہ ہے جن میں قرآن مجید کا متن بھی ہو، بہتر یہی ہے کہ قرآن کا وہ ترجمہ بھی بغیر وضو نہ چھوا جائے جس کے ساتھ قرآن کا متن نہ ہو۔

۷- چھوٹے بچے، کتابت کرنے والے، چھاپنے والے، جلد بنانے والے حدثِ اصغر میں قرآن پاک ہاتھ میں لے سکتے ہیں۔ اس لیے کہ ان لوگوں کے لیے ہر وقت حدث اصغر سے پاک ہونا غیر معمولی مشقت کی بات ہے۔

۸- حدث اصغر سے پاک ہونے کا طریقہ وضو ہے اور اگر پانی میسر نہ ہو تو تیمّم کے ذریعے بھی حدث اصغر سے پاکی حاصل ہو جاتی ہے۔

حدثِ اکبر

حدثِ اصغر کے مقابلے میں زیادہ بڑی ناپاکی کو حدث اکبر کہتے ہیں۔ حدث اکبر میں غسل کیے بغیر پاکی حاصل نہیں ہوتی۔ ہاں اگر پانی میسر نہ آسکے تو تیمّم کر لینے سے پاکی حاصل ہو جاتی ہے۔

حدث اکبر کے احکام

حدث اکبر کی حالت میں مسجد کے اندر داخل ہونا، بیت اللہ کا طواف کرنا، قرآن پاک کی تلاوت کرنا حرام ہے اور وہ سارے کام بھی حرام ہیں جو حدث اصغر کی حالت میں ممنوع ہو جاتے ہیں البتہ قرآن کی ان آیتوں کا پڑھنا جائز ہے جن میں خدا کی حمد و تسبیح ہے یا جن میں دعائیں ہیں لہٰذا اس حیثیت سے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا جائز ہے، اسی طرح دوسرے اذکار اور دعائیں پڑھنا بھی جائز ہیں۔

پانی کے احکام

نجاست سے پاک ہونے کا اصل ذریعہ پانی ہے اور پاکی اسی پانی سے حاصل ہوسکتی ہے جو خود پاک ہو اسی لیے پانی کے احکام کو اچھی طرح سمجھ لینا ضروری ہے۔ پانی کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں، طاہر اور نجس یعنی پاک اور ناپاک۔ پھر پاک پانی کی چار قسمیں ہیں:

(۱) طاہر مطہر غیر مکروہ (۲) طاہر مطہر مکروہ

(۳) طاہر غیر مطہر (۴) مشکوک۔

طاہر مطہر غیر مکروہ

ایسا پاک پانی جس سے کسی کراہت کے بغیر وضو اور غسل کر سکتے ہیں اور دوسری چیزیں بھی کسی کراہت کے بغیر پاک کر سکتے ہیں۔ ندی، نہر، تالاب، دریا، سمندر اور پہاڑی نالوں کا پانی، چشمہ، نل، پائپ لائن، ٹیوب ویل اور کنویں کا پانی، بارش کا پانی اور شبنم، برف اور اولوں کا پگھلا ہوا پانی سب پاک ہے۔ ان سے بغیر کسی کراہت کے وضو بھی کر سکتے ہیں، غسل بھی اور کپڑے، برتن وغیرہ بھی پاک کر سکتے ہیں۔

طاہر مطہر مکروہ

ایسا پاک پانی جس سے وضو یا غسل کرنا مکروہ ہے مثلاً بلی نے منہ ڈال دیا یا کسی ایسے جانور نے منہ ڈال دیا جس کا جھوٹا مکروہ ہے تو ایسا پانی پاک تو ہے لیکن اس سے وضو اور غسل کرنا مکروہ ہے۔

طاہر غیر مطہر

ایسا پاک پانی جس سے وضو یا غسل جائز نہیں البتہ یہ پانی چونکہ خود پاک ہے اس لیے اگر جسم یا کپڑے پر لگ جائے تو جسم یا کپڑا ناپاک نہ ہوگا مثلاً غسل یا وضو میں استعمال کیا ہوا

پانی جس کو ماءِ مستعمل کہتے ہیں۔ اگر چہ یہ خود ناپاک نہیں ہے لیکن اس سے وضو اور غسل درست نہیں۔ یہ خود پاک تو ہے لیکن دوسری چیزوں کو پاک نہیں کرسکتا اگر اس سے کپڑے وغیرہ دھوئے جائیں تو وہ بھی پاک نہ ہوں گے۔ (بشرطیکہ جسم پر کوئی نجاست لگی ہوئی نہ ہو)

مشکوک

ایسا پاک پانی جس سے وضو اور غسل کے صحیح ہونے اور نہ ہونے میں شک ہے جس پانی میں خچر یا گدھا منہ ڈال دے وہ ماءِ مشکوک ہے۔ اس پانی کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کے علاوہ دوسرا پانی میسر نہ ہو تو اس سے وضو کرنے کے ساتھ ساتھ تیمم بھی کرنا چاہیے۔

پانی کے احکام میں چار اہم اصول

۱- پانی میں اصل پاکی ہے۔

یعنی پانی اصلاً پاک ہی ہے اس میں ناپاکی کسی ناپاک چیز کے پڑنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے جب تک اس کے ناپاک ہونے کا کوئی ثبوت نہ ہو وہ پاک ہی مانا جائے گا۔ مثلاً جنگلوں میں گڑھوں کے اندر جو پانی جمع ہو جاتا ہے وہ پاک ہی مانا جائے گا۔ ہاں اگر کسی قرینہ سے یقین ہو جائے کہ یہ ناپاک ہو گیا ہے تو ناپاک مانا جائے گا۔

۲- شک کی بنیاد پر یقین زائل نہ ہوگا۔

مثلاً کسی مکان وغیرہ میں پاک پانی رکھا ہوا ہے اور وہاں سے کتا نکلتے دیکھا گیا تو شک ہوا کہ ہوسکتا ہے اس نے پانی میں منہ ڈال دیا ہو حالانکہ نہ کتے کو منہ ڈالتے دیکھا گیا ہے اور نہ کوئی قرینہ ہے کہ کتے نے منہ ڈالا ہے۔ محض شک ہے تو اس شک سے پانی کے پاک ہونے کا یقین زائل نہ ہوگا اور پانی پاک سمجھا جائے گا۔

۳- شدید ضرورت میں ناجائز چیزیں جائز ہو جاتی ہیں۔

مثلاً کسی موقع پر صرف ناپاک پانی ہی میسر ہے اور پیاس کی وجہ سے جان پر آ بنی ہے تو ایسی شدید ضرورت میں یہ ناپاک پانی پینا جائز ہے۔

۴- حکم لگانے میں کثرت کا اعتبار ہوگا۔

یعنی جو چیز زیادہ ہوگی اسی کے لحاظ سے حکم لگایا جائے گا۔ مثلاً کسی برتن میں ماءِ مطہر اور ماءِ مستعمل مل گئے تو جو بھی زیادہ ہوگا حکم لگانے میں اسی کا لحاظ ہوگا۔ ماءِ مطہر زیادہ ہوگا تو سارا پانی مطہر سمجھا جائے گا اور اس سے وضو اور غسل وغیرہ سب درست ہوگا اور اگر ماءِ مستعمل مقدار میں زیادہ ہو تو سارا پانی مستعمل سمجھا جائے گا اور اس سے وضو اور غسل کچھ بھی درست نہ ہوگا۔

پانی کے متفرق مسائل

۱- گوبر، لید، پاخانہ وغیرہ کوئی بھی نجاست جلا کر اس سے پانی گرم کیا جائے تو وہ پانی پاک ہے۔ اس سے کسی کراہت کے بغیر وضو اور غسل بھی درست ہے اور دوسری چیزیں بھی پاک کی جاسکتی ہیں۔

۲- کسی حوض، تالاب یا گڑھے میں زیادہ دنوں تک پانی ٹھہرا اور رکا رہے یا کسی برتن میں بہت دنوں تک رکھا رہے اور اس وجہ سے اس پانی کا رنگ یا مزہ یا بو بدل جائے تو ایسا پانی پاک ہے کسی کراہت کے بغیر اس سے وضو اور غسل جائز ہے۔

۳- کسی حوض یا تالاب وغیرہ میں اتنا پانی ہے کہ اگر اس کے ایک کنارے نجاست گرے تو دوسرے کنارے پر نجاست کا اثر محسوس نہ ہو تو یہ پانی نجاست گرنے سے ناپاک نہ ہوگا اس سے وضو اور غسل درست ہے۔ اثر محسوس ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایک جانب نجاست گرے تو دوسری جانب پانی کے رنگ، مزے اور بو میں فرق محسوس ہو۔

۴- کسی حوض یا تالاب وغیرہ میں اتنا تھوڑا پانی ہو کہ ایک کنارے نجاست گرنے سے دوسرے کنارے پر نجاست کا اثر محسوس ہو تو ایسے پانی میں تھوڑی سی نجاست گرنے سے بھی پانی ناپاک ہو جائے گا۔

۵- ماءِ جاری یعنی بہتا پانی چاہے وہ نہر، ندی کا ہو یا پہاڑی نالے کا یا پائپ لائن کا البتہ نجاست گرنے سے اگر اس کے تینوں وصف یعنی رنگ، بو اور مزہ بدل جائے تو وہ نجس ہو جائے گا پھر جس وقت نجاست کا اثر زائل ہو جائے پانی بدستور پاک ہوگا۔

۶- غیر مسلموں کے برتن کا پانی پاک ہے اس لیے کہ نجاست سے عام طور پر سب ہی بچتے ہیں، ہاں اگر کسی مضبوط قرینے سے معلوم ہو کہ پانی ناپاک ہے تو پھر وضو اور غسل جائز

نہیں لیکن محض شبہ سے پانی ناپاک نہ ہوگا۔

۷۔ جن سیال اور رقیق چیزوں کو عرف عام میں پانی نہیں کہتے ان سے وضو اور غسل جائز نہیں۔ مثلاً کیوڑہ، گنے کا رس، گلاب، سرکہ وغیرہ اور اسی طرح پھلوں کے عرق اور پھلوں کے پانی سے بھی غسل اور وضو درست نہیں۔ مثلاً لیموں، سنگترے کا عرق یا تربوز اور ناریل کا پانی وغیرہ۔

۸۔ دھوپ سے جو پانی گرم ہوا ہو اس سے وضو اور غسل کرنا مکروہ ہے۔ ایسے پانی سے برص کے سفید داغ پڑ جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔

انسان اور جانور کا جوٹھا

۱۔ انسان کا جوٹھا پاک ہے چاہے وہ مسلم کا ہو یا غیر مسلم کا، دِین دار کا ہو یا بدکار کا، مرد کا ہو یا عورت کا، ہاں اگر کوئی نجس چیز مثلاً شراب یا سور کا گوشت وغیرہ کھانے پینے کے فوراً بعد پانی پیئے تو اس کا جوٹھا ناپاک ہوگا۔

۲۔ حلال جانوروں کا جوٹھا پاک ہے چاہے وہ چرند ہوں جیسے گائے، بھینس، بکری وغیرہ یا پرند ہو جیسے فاختہ، کبوتر، طوطا، مینا وغیرہ اور گھوڑے کا جوٹھا بھی پاک ہے۔

۳۔ حرام جانور جو گھروں میں بالعموم آتے جاتے ہیں اور رہتے ہیں جیسے بلی، چوہا اور وہ پرندے جو حرام ہیں جیسے باز، شکرا وغیرہ یا وہ حلال پرندے جو آزادی کے ساتھ پھرتے اور کھاتے ہیں اور جس چیز میں چاہتے ہیں منہ ڈال دیتے ہیں مثلاً بطخ، مرغی وغیرہ ان سب کا جوٹھا مکروہ ہے۔

۴۔ کتا، بندر، لنگور اور سارے درندوں کا جوٹھا ناپاک ہے۔

کنویں کے احکام

۱۔ کنویں میں کوئی بھی نجاست گر جائے خواہ وہ غلیظہ ہو یا خفیفہ کنواں ناپاک ہو جائے گا اور کنویں کا سارا پانی نکالنا ضروری ہوگا۔ سارا پانی نکالنے کا مطلب اتنا پانی نکال دینا ہے کہ پانی ٹوٹ جائے اور اس کے بعد جب ڈول نکالیں تو آدھا ڈول بھی نہ بھر سکے

اور جس کنویں کا سارا پانی نکالنا ممکن نہ ہو اس میں سے صرف تین سو ڈول نکالنے سے کنواں پاک ہو جاتا ہے۔

(البتہ پرندوں کی بیٹ کنویں میں گر جائے تو کنواں ناپاک نہیں ہوتا)

۲- اگر بکری یا بکری کے برابر یا اس سے بڑا جانور گر کر مر جائے تو کنویں کا سارا پانی نکالنا ضروری ہے۔

۳- بلی یا بلی کے برابر بلی سے بڑا اور بکری سے چھوٹا جانور گر کر مر جائے یا بلی سے کچھ چھوٹا اور چوہے سے بڑا جانور گر کر مر جائے جیسے مرغی' کبوتر وغیرہ مگر پھولے پھٹے نہیں تو چالیس ڈول نکالنے سے کنواں پاک ہو جاتا ہے اور اگر ساٹھ ڈول نکال دیئے جائیں تو بہتر ہے۔

۴- چوہا یا اس کے برابر یا چھوٹا جانور گر کر مر جائے' مثلاً چڑیا یا بڑی چھپکلی وغیرہ مگر پھولے پھٹے نہیں تو بیس ڈول نکالنے سے کنواں پاک ہو جاتا ہے اور اگر تیس ڈول نکال دیئے جائیں تو بہتر ہے۔

۵- اگر چوہے یا چھپکلی کی دم کٹ کر کنویں میں گر جائے تو سارا پانی نکالنا ضروری ہے۔

۶- غیر دموی جانور مثلاً بچھو' بھڑ' مینڈک وغیرہ یا دریائی جانور مثلاً مچھلی' کیکڑا' مگرمچھ وغیرہ گر کر کنویں میں مر جائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا۔

۷- مرغی اور بطخ کی بیٹ چونکہ بدبودار ہوتی ہے اس لیے اس کے گرنے سے بھی کنواں ناپاک ہو جائے گا۔ ان کے علاوہ دوسرے پرندوں کی بیٹ گرنے سے کنواں ناپاک نہ ہوگا۔

وضو کا بیان

نجاست حکمی سے پاک ہونے کا طریقہ وضو اور غسل ہے۔ پہلے وضو کے احکام و مسائل بیان کیے جاتے ہیں۔

وضو کی فضیلت و برکت

قرآن پاک میں نہ صرف وضو کا حکم دیا گیا ہے بلکہ تفصیل کے ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کن کن اعضا کو دھویا جائے اور یہ بھی کہ نماز کے لیے کھڑے ہونے سے پہلے وضو کر لینا ضروری ہے۔

''مؤمنو! جب تم نماز کے لیے اٹھ کھڑے ہو تو پہلے اپنے چہروں کو دھولو اور اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو اور اپنے سروں پر مسح کرلو اور اپنے دونوں پیروں کو ٹخنوں تک دھولو۔'' (سورۃ المائدہ آیت ٦)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کو ایمان کی علامت قرار دیا۔

''خوب سمجھ لو تمہارے سارے اعمال میں سب سے بہتر نماز ہے اور وضو کی پوری پوری حفاظت تو بس مؤمن ہی کر سکتا ہے۔'' (موطا امام مالکؒ)

اور وضو کی عظمت اور فضیلت کے بارے میں آپؐ نے فرمایا ''جو شخص اچھی طرح وضو کرے اور وضو کے بعد کلمہ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔پڑھے اس کے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں کہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو۔'' (مسلم)

اور آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

''وضو سے چھوٹے چھوٹے گناہ دھل جاتے ہیں اور وضو کرنے والا آخرت

میں اونچے درجے پاتا ہے اور وضو سے سارے ہی بدن کے گناہ جھڑ کر گر جاتے ہیں۔'' (بخاری، مسلم)

وضو کے فرائض

وضو میں چار چیزیں فرض ہیں جن کا ذکر خود قرآن مجید میں کیا گیا ہے[1]۔ اور درحقیقت انہی چار چیزوں کا نام وضو ہے اگر ان میں سے کوئی ایک چیز بھی چھوٹ جائے تو وضو نہ ہوگا۔

۱- پورے چہرے کو ایک مرتبہ دھونا، پورے چہرے سے مراد پیشانی کے بالوں کی جڑ سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک۔

۲- دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت ایک مرتبہ دھونا۔

۳- چوتھائی سر کا مسح ایک مرتبہ کرنا۔

۴- دونوں پیروں کو ٹخنوں سمیت ایک مرتبہ دھونا، دھونے والے اعضا اس طرح احتیاط سے دھونے چاہئیں کہ بال برابر بھی کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے۔

وضو کی سنتیں

وضو میں پندرہ چیزیں سنت ہیں۔ وضو کرتے وقت ان کا بھی پورا اہتمام کرنا چاہیے۔

۱- اللہ کی رضا اور آخرت کے اجر و ثواب کی نیت کرنا۔

۲- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر وضو شروع کرنا۔

۳- چہرہ دھونے سے پہلے دونوں ہاتھ گٹوں سمیت دھونا۔

۴- تین مرتبہ کلی کرنا۔

۵- مسواک کرنا، مسواک کی بڑی اہمیت ہے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کا انتہائی اہتمام فرماتے تھے اور امت کو بھی مسواک کی بڑی تاکید فرمائی۔

---

[1] يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ (المائدہ آیت ٦)

''ایمان والو! جب تم نماز کے لیے اٹھ کھڑے ہو تو چاہیے کہ اپنے ہاتھ اور منہ کہنیوں تک دھولو اور سر کا مسح کر لو اور پاؤں ٹخنوں تک دھولو۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "اگر میں اپنی امت کے لیے شاق نہ سمجھتا تو میں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔" (ابوداؤد) نیز آپ کا ارشاد ہے "مسواک منہ کو صاف کرنے والی اور خدا کو راضی کرنے والی ہے۔" (نسائی) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب بھی نیند سے بیدار ہوتے تو مسواک سے اپنا منہ صاف فرماتے۔ (متفق علیہ)

۶- ناک میں تین مرتبہ پانی ڈالنا۔

۷- ڈاڑھی میں تین مرتبہ خلال کرنا۔

۸- دونوں ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں میں خلال کرنا۔

۹- پورے سر کا مسح کرنا۔

۱۰- دونوں کانوں کا مسح کرنا۔

۱۱- مسنون طریقے کے مطابق وضو کرنا۔

۱۲- اعضا دھونے میں پہلے داہنے عضو کو دھونا اور پھر بائیں عضو کو دھونا۔

۱۳- ایک عضو کو دھونے کے بعد فوراً دوسرے عضو کو دھونا۔

۱۴- ہر ہر عضو کو تین تین مرتبہ دھونا۔

۱۵- وضو سے فارغ ہونے کے بعد مسنون دعا پڑھنا۔

وضو کے مستحبات

وضو میں آٹھ چیزیں مستحب ہیں۔

۱- ایسے اونچے مقام پر بیٹھ کر وضو کرنا کہ پانی بہہ کر اپنی طرف نہ آئے اور جسم ولباس چھینٹوں سے بھی محفوظ رہے۔

۲- وضو کرتے وقت قبلہ کی طرف رخ کر کے بیٹھنا۔

۳- وضو کرتے میں دوسرے سے مدد نہ لینا' یعنی خود ہی آدمی پانی لے اور خود ہی اپنے وضو کے اعضا دھوئے۔

(اگر کبھی کوئی شخص خود ہی آگے بڑھ کر پانی فراہم کردے یا کسی معذوری میں کوئی عضو دھلا دے یا مدد کر دے تو اس سے وضو میں کوئی کراہت نہیں ہوتی)

۴- داہنے ہاتھ سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا۔

۵- بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔

۶- پیر دھوتے وقت داہنے ہاتھ سے پانی ڈالنا اور بائیں ہاتھ سے پیر کو ملنا۔

۷- اعضا دھوتے وقت اچھی طرح مل مل کر دھونا تاکہ میل کچیل بھی خوب اچھی طرح صاف ہو جائے اور کسی عضو کا کوئی حصہ خشک بھی نہ رہ جائے۔

۸- مسنون دعائیں پڑھنا۔ البتہ وضو کے بعد کی دعا پڑھنا مستحب نہیں بلکہ سنت ہے۔

وضو کی مسنون دعائیں

وضو شروع کرتے وقت بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کہہ کر یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡلِیۡ ذَنۡبِیۡ وَوَسِّعۡ لِیۡ فِیۡ دَارِیۡ وَبَارِكۡ لِیۡ فِیۡ رِزۡقِیۡ ۔

(نسائی)

ترجمہ: ''اے اللہ! میرے گناہوں کو بخش دے اور میری رہائش گاہ میں میرے لیے کشادگی پیدا فرما دے اور میری روزی میں برکت عطا فرما دے۔''

وضو سے فارغ ہونے کے بعد آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر تین مرتبہ یہ دعا پڑھے:

اَشۡھَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡكَ لَہٗ وَاَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ ۔ اَللّٰھُمَّ اجۡعَلۡنِیۡ مِنَ التَّوَّابِیۡنَ وَاجۡعَلۡنِیۡ مِنَ الۡمُتَطَھِّرِیۡنَ ۔ (ترمذی)

ترجمہ: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ خدایا! مجھے ان لوگوں میں شامل فرما جو بہت زیادہ توبہ کرنے والے ہیں اور ان لوگوں میں شامل فرما جو بہت زیادہ پاک صاف رہنے والے ہیں۔''

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا بھی منقول ہے۔ وضو سے فارغ ہو کر اس کا پڑھنا بھی مسنون ہے:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ ۔(نسائی)

ترجمہ: ''اے اللہ! تو پاک و برتر ہے اپنی حمد وثنا کے ساتھ، میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں مگر تو ہی اکیلا معبود ہے میں تجھ سے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔''

وضو کے مکروہات

وضو میں نو چیزیں مکروہ ہیں جن سے بچنا چاہیے۔

۱- وضو کے مستحبات کو ترک کرنا یا ان کیخلاف کرنا۔

۲- وضو میں ضرورت سے زیادہ پانی صرف کرنا۔

۳- اتنا کم پانی استعمال کرنا کہ اعضا کے دھونے میں کوتاہی کا اندیشہ ہو۔

۴- وضو کے دوران بلاوجہ ادھر ادھر کی باتیں کرنا۔

۵- چہرے پر زور زور سے چھپکا مارنا اور اسی طرح دوسرے اعضا پر زور زور سے پانی مار کر چھینٹیں اڑانا۔

۶- اعضا کو تین تین مرتبہ سے زیادہ دھونا۔

۷- نئے پانی سے تین بار مسح کرنا۔

۸- وضو کرنے کے بعد ہاتھوں کا پانی چھڑکنا۔

۹- کسی عذر اور ضرورت کے بغیر ان اعضا کا دھونا جن کا دھونا وضو میں ضروری نہیں ہے۔

وضو کا مسنون طریقہ

کسی اونچی جگہ پر قبلے کی طرف رخ کر کے بیٹھے اور مسنون دعا پڑھے، پھر داہنے ہاتھ میں پانی لے کر دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک دھوئے، پھر داہنے ہاتھ میں پانی لے کر تین مرتبہ کلی کرے اور مسواک بھی کرے اور کسی وقت مسواک موجود نہ ہو تو شہادت کی انگلی اچھی طرح

دانتوں پر مل کر دانت صاف کرلے۔ روزہ سے نہ ہو تو تین مرتبہ غرارہ کرکے اچھی طرح حلق تک پانی پہنچائے۔ کلی کرنے کے بعد تین مرتبہ ناک میں اس طرح پانی ڈالے کہ پانی نتھنوں کی جڑ تک پہنچ جائے اور بائیں ہاتھ سے ناک اچھی طرح صاف کرے۔ ناک میں پانی ڈالنے کے لیے ہر بار نیا پانی لے' پھر دونوں ہاتھ ملا کر لپ میں پانی لے لے کر تین مرتبہ چہرہ دھوئے' پھر دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت اچھی طرح مل مل کر دھوئے' پہلے داہنا ہاتھ پھر بایاں ہاتھ تین تین مرتبہ دھوئے اور ہاتھوں کی انگلیوں میں انگلیوں سے خلال بھی کرے پھر دونوں ہاتھوں کو پانی سے تر کرکے سر اور کانوں کا مسح کرے۔

مسح کا طریقہ یہ ہے کہ انگوٹھا اور شہادت کی انگلیاں الگ رکھ کر باقی تین تین انگلیاں ملا کر انگلیوں کا اندرونی حصہ پیشانی کی طرف سے پیچھے کی طرف کو پھیرے۔ اس طرح چوتھائی سر کا مسح ہو جائے گا۔ پھر دونوں ہاتھوں کی صرف ہتھیلیاں پیچھے کی طرف سے پیشانی کی طرف پھیرے اور بقیہ تین چوتھائی سر کا مسح کرے' پھر شہادت کی انگلی سے کان کے اندرونی حصے میں اور انگوٹھے سے بیرونی حصے کا مسح کرے' پھر انگلیوں کی پشت سے گردن کا مسح کرے' گلے کا مسح نہ کرے۔ مسح کے اس طریقے کی حکمت یہ ہے کہ کسی بھی حصے کا مسح کرتے وقت ہاتھ کا کوئی استعمال کیا ہوا حصہ دوبارہ استعمال نہیں ہوتا۔

مسح کرنے کے بعد پھر ٹخنوں سمیت دونوں پیر دھوئے' پیر اس طرح دھوئے کہ داہنے ہاتھ سے پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ سے ملتا جائے اور بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے خلال بھی کرے۔ داہنے پیر میں خلال چھوٹی انگلی کی دراز سے شروع کرکے انگوٹھے کی دراز پر ختم کرے اور بائیں پیر میں انگوٹھے کی دراز سے شروع کرکے چھوٹی انگلی کی دراز پر ختم کرے۔ اور وضو تسلسل کے ساتھ کرے' درمیان میں وقفہ نہ کرے اور مسنون دعائیں پڑھے۔

جبیرہ پر مسح کے احکام

جبیرہ دراصل لکڑی کے اس ٹکڑے کو کہتے ہیں جو ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑنے کی غرض سے باندھی جاتی ہے' لیکن مسح کے احکام کے بیان میں جبیرہ سے پٹی' پھایہ' پلاسٹر' لیپ وغیرہ سب کچھ مراد ہے۔

۱- جس عضو کا وضو میں دھونا فرض ہے اس پر اگر پلاسٹر، پٹی یا پھایہ وغیرہ لگا ہوا ہو اور اس کا لگا رہنا ضروری ہو تو ایسی صورت میں پھایہ، پلاسٹر یا پٹی کے اوپر صرف مسح کر لینا کافی ہے۔

۲- کسی عضو پر زخم ہو یا بند چوٹ ہو اور اس پر پانی لگنا مضر ہو تو صرف مسح کر لینا کافی ہے۔

۳- ہاتھ پیر پھٹ گئے ہوں جیسا کہ جاڑے میں اکثر پھٹ جاتے ہیں اور اس میں موم یا وائسلین یا اور کوئی دوا بھر لی ہو تو وضو کرتے وقت وائسلین یا کوئی بھی بھری ہوئی دوا نکالنا ضروری نہیں صرف پانی بہا لینا کافی ہے اور اگر محض پانی بہانا بھی مضر ہو تو پھر صرف مسح کر لینا کافی ہے۔

۴- پٹی کے اوپر اگر دوسری پٹی باندھ لی جائے تو اس دوسری پٹی پر بھی مسح کرنا جائز ہے۔

۵- کسی عضو میں درد ہو رہا ہو اور پانی لگنے سے نقصان کا اندیشہ ہے تو مسح کر لینا کافی ہے اور اگر مسح کرنا بھی مضر ہو تو پھر مسح بھی نہ کرے۔

موزوں پر مسح

اگر آدمی موزے پہنے ہوئے ہو تو شریعت نے اجازت دی ہے کہ دھونے کے بجائے ان پر صرف مسح کر لیا جائے یعنی دونوں ہاتھ تر کر کے داہنے ہاتھ کی انگلیاں داہنے موزے پر پھیر لی جائیں اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں پیر کے موزے پر پھیر لی جائیں البتہ مسح کرنے کی اجازت اسی موزے پر ہے جس میں یہ چار شرطیں پائی جائیں۔

(البتہ بعض اہلِ علم کسی قید کے بغیر ہر موزے پر مسح کو جائز قرار دیتے ہیں۔ مثلاً علامہ مودودی اور پچھلے بزرگوں میں علامہ ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم اور علامہ ابن حزم وغیرہ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ ان شرطوں کا سنت سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

(رسائل و مسائل جلد دوم ص ۲۵۸ و ترجمان القرآن فروری ۱۹۶۸ء)

۱- اتنے دبیز ہوں کہ کسی چیز سے باندھے بغیر پیروں پر رکے رہیں۔

۲- اتنے مضبوط ہوں کہ ان کو پہن کر تین میل جا سکے۔

۳- اتنے گف ہوں کہ ان میں پیروں کی جلد نہ جھلکے۔

۴- واٹر پروف ہوں کہ اگر ان پر پانی پڑے تو پیروں تک نہ پہنچے۔

مسح کی مدت

مقیم شخص کے مسح کی مدت ایک دن اور ایک رات ہے اور مسافر کے مسح کی مدت تین دن تین رات ہے اور اس مدت کا حساب موزے پہننے کے وقت سے نہ ہوگا بلکہ وضو ٹوٹنے کے وقت سے ہوگا۔

مسح کو باطل کرنے والی چیزیں

موزوں کا مسح چار چیزوں سے باطل ہو جاتا ہے۔

۱- ان ساری چیزوں سے موزوں کا مسح باطل ہو جاتا ہے جن سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یعنی نیا وضو کرنے کے ساتھ مسح بھی دوبارہ کرنا ضروری ہوگا۔

۲- موزے اتار دیئے جائیں یا موزے اتنے پھٹ جائیں کہ اگر ایڑھی کے پاس سے پھٹے ہوں تو ایڑھی کا زیادہ حصہ کھل جائے اور اگر کسی دوسری جگہ سے پھٹے ہوں تو تین انگلی کے بقدر پیر کھل جائے۔

۳- موزے پہنے پہنے پیر بھیگ جائیں۔

۴- مسح کی وہ مدت ختم ہو جائے جو شریعت نے مقیم اور مسافر کے لیے مقرر کی ہے۔

نواقضِ وضو

نواقض وضو سے مراد وہ چیزیں ہیں جن سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ وضو کو توڑنے والی چیزیں دو قسم کی ہیں:

ایک وہ جو جسم کے اندر سے خارج ہوں۔

دوسرے وہ جو خارج سے آدمی پر طاری ہوں۔

پہلی قسم کے نواقض

پہلی قسم کے نواقض آٹھ ہیں:

۱- پیشاب یا خانہ خارج ہونا۔

۲- ریاح خارج ہونا۔

۳- آگے یا پیچھے کے مقام سے کسی اور چیز کا خارج ہونا۔ مثلاً کیچوا' کیڑا یا خون وغیرہ۔

۴- بدن کے کسی حصے سے خون نکل کر بہہ جانا۔

۵- قے میں خون' پیپ یا کوئی اور شے خارج ہونا یا غذا ہی ہو اور قے منہ بھر کر ہونا۔

۶- قے منہ بھر کر نہ ہو لیکن کئی بار ہو جائے اور اگر سب کو جمع کر کے اندازہ کیا جائے تو وہ منہ بھر قے کے برابر ہو جائے۔

۷- تھوک میں خون آجائے اور خون کا رنگ تھوک پر غالب ہو۔

۸- جن چیزوں سے غسل واجب ہو جاتا ہے ان سب چیزوں سے وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

دوسری قسم کے نواقض

دوسری قسم کے نواقض چھ ہیں:

۱- چت یا پٹ لیٹ کر یا ٹیک لگا کر سونا۔

۲- ہوش وحواس درست نہ رہنا۔

۳- کسی بیماری یا صدمے سے بے ہوش ہو جانا۔

۴- کسی نشیلی چیز کی وجہ سے نشہ ہو جانا۔

۵- نمازِ جنازہ کے علاوہ کسی نماز میں بالغ آدمی کا قہقہہ مار کر ہنسنا۔

۶- نماز سے باہر دو زانوں ہو کر سو جانا یا اور کسی ایسے طریقے سے سو جانا کہ دونوں ایڑھیاں زمین سے الگ ہوں۔

غسل کے مسائل

غسل کے معنی ہیں سارے بدن کو پانی سے دھونا اور فقہ کی اصطلاح میں غسل کے معنی ہیں شریعت کی تعلیم کے مطابق بدن کو پاک کرنے کے لیے یا محض اجر وثواب کے لیے پورے بدن کو دھونا۔

غسل کے فرائض

غسل میں صرف تین فرض ہیں:

۱- کلی کرنا۔ کلی میں حلق تک پانی پہنچانے کے لیے غرارہ بھی کرنا چاہیے البتہ روزے میں احتیاط کرنی چاہیے۔

۲- ناک میں پانی ڈالنا۔

۳- سارے بدن پر پانی اچھی طرح پہنچانا کہ بال برابر بھی کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے۔

ان فرائض میں سے اگر ایک فرض بھی رہ گیا تو غسل نہ ہوگا۔

غسل کی سنتیں

۱- رضائے الٰہی اور ثواب کی نیت سے پاکی حاصل کرنا۔

۲- مسنون ترتیب کے مطابق غسل کرنا۔

۳- دونوں ہاتھوں کو گٹوں سمیت دھونا۔

۴- بدن سے نجاست کو دور کرنا اور بدن کو ملنا۔

۵- مسواک کرنا۔

۶- سارے بدن پر تین بار پانی بہانا۔

غسل کے مستحبات

۱- پردے کی جگہ غسل کرنا۔

۲- داہنی جانب کو پہلے اور بائیں جانب کو بعد میں دھونا۔

۳- پاک صاف جگہ پر غسل کرنا۔

۴- بیٹھ کر غسل کرنا اور کسی وقت کھڑے ہو کر غسل کرنا ہو تو تہبند باندھ کر غسل کرنا۔

۵- پانی اعتدال کے ساتھ صرف کرنا۔

غسل کا مسنون طریقہ

داہنے ہاتھ سے پانی لے کر پہلے دونوں ہاتھ گٹوں تک دھوئے پھر استنجا کرے پھر ہاتھوں کو اچھی طرح دھو کر پورا وضو کرے۔ وضو کے بعد سر پر پانی ڈالے' پہلے داہنے شانے پر پھر بائیں شانے پر اور پورے بدن کو خوب اچھی طرح ملے۔ پھر اسی طریقے سے دو مرتبہ پورے بدن پر مزید پانی بہائے تاکہ کوئی حصہ خشک نہ رہ جائے' اگر وضو میں پیر نہ دھوئے ہوں تو بعد میں دھو ڈالے اور پھر بدن کو تولیے وغیرہ سے پونچھ ڈالے۔

تیمّم کا بیان

اگر پانی موجود نہ ہو یا موجود تو ہو لیکن کسی وجہ سے پانی سے طہارت حاصل کرنا ممکن نہ ہو یا پانی سے شدید نقصان کا اندیشہ ہو تو ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے یہ سہولت بخشی ہے کہ وضو اور غسل کے بجائے تیمّم کر لیا جائے۔ تیمّم سے بھی ویسی ہی پاکی حاصل ہو جاتی ہے جیسی وضو اور غسل سے حاصل ہوتی ہے۔ تیمّم سے پاکی حاصل کرنے کا حکم خود قرآن شریف میں آیا ہے تاکہ بندے خدا کے بے پایاں فضل واحسان کا شکر ادا کریں۔ تیمّم کی اجازت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر خدا کا خصوصی انعام ہے اور یہ امت بجا طور پر اس کی حاجت مند تھی کہ اس پر خدا یہ احسان بھی فرمائے۔ قرآن کا ارشاد ہے:

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ۭ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○

(سورۃ المائدہ آیت ۶)

ترجمہ: ''اگر تم بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص رفع حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں کو ہاتھ لگایا ہو اور تم پانی نہ پا سکو تو پاک مٹی سے کام لو۔ اس پر اپنا ہاتھ مار کر اپنے منہ اور اپنے ہاتھوں پر پھیر لیا کرو۔ اللہ تم پر زندگی تنگ نہیں کرنا چاہتا بلکہ وہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمتیں پوری کرے تاکہ تم اس کے شکر گزار بن کر رہو۔''

تیمّم کے معنی

تیمّم کے لغوی معنی ہیں قصد و ارادہ کرنا اور ''فقہ کی اصطلاح'' میں اس کے معنی ہیں پاک مٹی کے ذریعے نجاست حکمی سے طہارت کا قصد و ارادہ کرنا۔

تیمّم کے فرائض

تیمّم میں تین چیزیں فرض ہیں:

۱- رضاءِ الٰہی کے لیے پاک ہونے کی نیت کرنا۔

۲- دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مار کر پورے چہرے پر پھیرنا۔

۳- دوبارہ دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مار کر کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں پر پھیرنا۔

ان میں سے کوئی ایک فرض بھی رہ گیا تو تیمّم نہ ہوگا۔

تیمّم کی سنتیں

تیمّم میں آٹھ چیزیں سنت ہیں:

۱- تیمّم کے شروع میں بسم اللہ کہنا۔

۲- مسنون طریقے کے مطابق تیمّم کرنا یعنی پہلے چہرے پر ہاتھ پھیرنا اور پھر دونوں ہاتھوں پر کہنیوں سمیت ہاتھ پھیرنا۔

۳- پاک مٹی پر ہتھیلیوں کی اندرونی سطح کو مارنا نہ کہ ہاتھ کی پشت کو۔

۴- ملنے کے بعد دونوں ہاتھوں سے مٹی کا جھاڑ ڈالنا۔

۵- مٹی پر ہاتھ مارتے وقت انگلیوں کو کشادہ رکھنا تاکہ غبار ان کے اندر تک پہنچ جائے۔

۶- کم سے کم تین انگلیوں سے ہاتھ اور چہرے کا مسح کرنا۔

۷- پہلے داہنے ہاتھ کا مسح کرنا پھر بائیں ہاتھ کا مسح کرنا۔

۸- چہرے کے مسح کے بعد داڑھی میں خلال کرنا۔

تیمّم جائز ہونے کی صورتیں

۱- پانی جائے قیام سے کم از کم ایک میل کے فاصلے پر ہو اور وہاں سے پانی لانے میں

غیر معمولی مشقت ہو۔

۲- جائے قیام پر پانی تو موجود ہو لیکن پانی حاصل کرنے کا ذریعہ نہ ہو مثلاً کنواں ہے لیکن ڈول اور رسی نہیں ہے یا کنویں سے کھینچنا ممکن نہیں ہے یا نل چلانے کی سکت نہیں ہے یا پانی کے قریب جانے میں جان و مال اور عزت و آبرو کا خطرہ ہے۔ مثلاً پانی کے قریب کوئی موذی جانور یا چور ڈاکو ہے۔ پانی گھر کے باہر ہے اور گھر سے باہر جانے میں عزت و آبرو کا خطرہ ہے۔

۳- سفر میں پانی تو ہے لیکن تھوڑا ہے اور یہ اندیشہ ہے کہ اگر وضو میں یہ پانی صرف کر لیا گیا تو پھر پانی نہ مل سکے گا اور پیاس کی تکلیف ہو گی۔

۴- پانی کے استعمال سے بیمار پڑ جانے یا صحت پر غیر معمولی اثر پڑنے کا گمان غالب ہو یا سردی بہت زیادہ ہو اور پانی کے استعمال سے نمونیا یا فالج وغیرہ کا اندیشہ ہو اور پانی گرم کرنے کی سہولت نہ ہو۔

۵- ریل یا بس یا جہاز کا سفر ہو' پانی موجود ہو لیکن بھیڑ کی وجہ سے وضو کرنا ممکن نہ ہو یا سواری رکی ہوئی ہو اور نیچے اتر کر وضو کرنے میں سواری چھوٹ جانے کا اندیشہ ہو یا بھیڑ وغیرہ کی وجہ سے اترنے ہی کا موقع نہ ہو۔

۶- وضو یا غسل کرنے میں کسی ایسی نماز کے جانے کا خوف ہو جس کی قضا نہیں ہے مثلاً نمازِ جنازہ' نمازِ عیدین وغیرہ۔

کن چیزوں سے تیمّم جائز یا ناجائز ہے

۱- پاک مٹی سے اور ان ساری چیزوں سے جو مٹی کی قسم سے ہوں تیمّم جائز ہے۔ مٹی کی قسم سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آگ میں ڈالنے سے نرم نہ پڑیں اور نہ جل کر راکھ بنیں۔ جیسے سرمہ' چونا' پتھر' ریت' کنکر' گیرو وغیرہ۔

۲- جو چیزیں مٹی کی قسم سے نہ ہوں ان سے تیمّم جائز نہیں ہے جیسے لکڑی' لوہا' سونا' چاندی' رانگ' شیشہ' کوئلہ' کپڑا' غلہ' نائیلون اور پلاسٹک وغیرہ یا خود راکھ۔

۳- جو چیزیں مٹی کی قسم سے ہیں ان پر اگر ذرا بھی غبار نہ ہو تب بھی ان سے تیمّم جائز ہے مثلاً مٹی کا برتن دھلا ہوا ہو تو بھی اس سے تیمّم جائز ہے۔

۴- جن چیزوں سے تیمّم جائز نہیں ہے اگر ان پر اتنا گرد و غبار ہو کہ ہاتھ مارنے سے اڑنے یا ہاتھ رکھ کر کھینچنے سے نشان پڑے تو ایسی صورت میں ان سے تیمّم جائز ہے۔

تیمّم کا مسنون طریقہ

بسم اللہ پڑھ کر تیمّم کی نیت کرے پھر دونوں ہتھیلیاں ذرا کشادہ کر کے آہستہ سے پاک مٹی پر مارے، گرد زیادہ لگ جائے تو جھٹک دے یا پھونک مار کر جھاڑ دے اور دونوں ہاتھ پورے چہرے پر ملے کہ کوئی جگہ چھوٹ نہ جائے، داڑھی ہو تو داڑھی میں خلال بھی کرے۔ پھر دوبارہ اسی طرح مٹی پر ہاتھ مارے اور بائیں ہاتھ کی چاروں انگلیوں کا اندرونی حصہ داہنے ہاتھ کی انگلیوں کے سروں کے نچلے حصے پر رکھ کر کہنی تک پھیرے اور ہتھیلی سے کہنی کا مسح کرے۔ پھر ہاتھ کی ہتھیلی کو دوسری جانب رکھ کر انگلیوں تک پھیرے پھر اسی طرح داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ کا مسح کرے، کلائی میں گھڑی ہو تو اس کو بھی ہلا کر اس کے نیچے ہاتھ پھیرے۔ تیمّم چاہے وضو کے بجائے ہو یا غسل کے بجائے دونوں کا طریقہ ایک ہی ہے۔

نواقض تیمّم

۱- جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان سے تیمّم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

۲- جو تیمّم محض پانی نہ ملنے کی وجہ سے کیا تھا وہ پانی ملتے ہی ٹوٹ جائے گا۔

۳- پانی موجود ہونے کی صورت میں کسی عذر کی وجہ سے تیمّم کیا تھا۔ مثلاً بیماری کی وجہ سے یا پانی کے قریب کسی موذی جانور یا ڈاکو وغیرہ کا خطرہ تھا یا کوئی اور عذر تھا تو جونہی یہ عذر ختم ہوگا تیمّم ٹوٹ جائے گا۔

فقہی اصطلاحات (۲)

۱-تکبیر تحریمہ

نماز شروع کرتے وقت "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کہنا۔اس تکبیر کو تحریمہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے بعد نماز شروع ہو جاتی ہے اور حالت نماز میں کھانا پینا' گفتگو کرنا وغیرہ سب کچھ حرام ہے۔

۲-تکبیر تشریق

ماہ ذوالحجہ کی ۹ تاریخ کو نمازِ فجر کے بعد سے ہر فرض نماز کے بعد ۱۳ ذوالحجہ کی نمازِ عصر تک ایک بار بلند آواز سے یہ تکبیر پڑھی جاتی ہے اور یہ تکبیر تشریق کہلاتی ہے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ۔

۳-ثواب

اعمال صالحہ کا جو صلہ اور اچھا پھل آخرت میں ملنے والا ہے اس کو ثواب کہتے ہیں۔ ہندی میں اس کو پن کہتے ہیں۔اس کی ضد عذاب اور عقاب ہے۔

۴-ثنا

"سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ" پڑھنا۔

۵-تعوذ

"اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ" پڑھنا۔

۶۔تسمیہ

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" پڑھنا۔

۷۔تسمیع

"سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" کہنا۔

۸۔تحمید

"رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ" کہنا۔

۹۔تسبیح

"سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمُ" اور "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى" کہنا۔

۱۰۔قومہ

رکوع سے اٹھنے کے بعد اطمینان سے سیدھا کھڑا ہونے کو کہتے ہیں۔قومہ نماز کے واجبات میں سے ہے۔

۱۱۔جلسہ

دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھنے کو جلسہ کہتے ہیں۔جلسہ بھی واجباتِ نماز میں سے ہے۔

۱۲۔قعدۂ اولیٰ

چار رکعت والی نماز میں دوسری رکعت کے بعد تشہد پڑھنے کے لیے بیٹھنے کو قعدۂ اولیٰ کہتے ہیں۔

۱۳۔قعدۂ اخیرہ

ہر نماز کی آخری رکعت میں "تشہد" پڑھنے کے لیے بیٹھنے کو قعدۂ اخیرہ کہتے ہیں۔قعدۂ اخیرہ فرائض نماز میں سے ہے۔

۱۴-تشہد

''التحیات'' پڑھنے کو تشہد کہتے ہیں' اس لیے کہ اس میں توحید و رسالت کی شہادت دی جاتی ہے۔

۱۵-تعدیل ارکان

رکوع اور سجود پورے اطمینان سے کرنا اور قومہ جلسہ وغیرہ کا اہتمام کرنا۔

۱۶-طوال مفصل

سورۂ ''اَلْحُجُرَات'' سے سورۂ ''اَلْبُرُوْج'' تک کی سورتوں کو کہتے ہیں' نمازِ فجر و ظہر میں ان سورتوں کا پڑھنا مسنون ہے۔

۱۷-اوساط مفصل

سورۂ ''اَلطَّارِق'' سے سورۂ ''اَلْبَیِّنَہ'' تک کی سورتوں کو 'اوساط مفصل' کہتے ہیں۔

۱۸-قصار مفصل

سورۂ ''اَلزِّلْزَال'' سے سورۂ ''اَلنَّاس'' تک کی ساری سورتوں کو 'قصارِ مفصل'' کہتے ہیں۔ نمازِ مغرب میں یہ سورتیں پڑھنا مسنون ہے۔

۱۹-سری نماز

جس نماز میں آہستہ آواز سے قرأت کی جاتی ہے اس کو سری نماز کہتے ہیں۔ جیسے ظہر کی نماز۔

۲۰-جہری نماز

جس نماز میں بلند آواز سے قرأت کی جاتی ہے اس کو جہری نماز کہتے ہیں۔ جیسے فجر کی نماز۔

۲۱-عمل قلیل

عمل قلیل سے وہ فعل مراد ہے جس کو زیادہ نہ سمجھا جائے' اگر کسی ضرورت سے ہو تو اس سے نماز مکروہ نہیں ہوتی۔

۲۲-عمل کثیر

عملِ کثیر وہ فعل ہے جس کو نماز کی حالت میں زیادہ سمجھا جائے اور دیکھنے والے یہ محسوس کریں کہ شاید یہ شخص نماز میں نہیں ہے۔ جیسے کوئی شخص دونوں ہاتھوں سے بدن کھجانے لگے۔

۲۳-زوال

زوال سے مراد وہ وقت ہے جب آفتاب ڈھل جائے' عرفِ عام میں اس کو دوپہر ڈھلنا کہتے ہیں۔

۲۴-سایۂ اصلی

زوال کے وقت ہر چیز کا جو سایہ باقی رہتا ہے اس کو سایۂ اصلی کہتے ہیں۔

۲۵-ایک مثل

سایۂ اصلی کے علاوہ جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے تو اس سائے کو ایک مثل کہتے ہیں۔

۲۶-دو مثل

سایۂ اصلی کے علاوہ جب ہر چیز کا سایہ اس سے دوگنا ہو جائے تو اس سائے کو دو مثل کہتے ہیں۔

۲۷-وطن اصلی

جس مقام پر انسان مستقل طریقے سے رہتا بستا ہے اس کو وطن اصلی کہتے ہیں اور اگر کسی وجہ سے آدمی اس مقام کو چھوڑ کر کسی دوسرے مقام پر اسی ارادے سے سکونت اختیار کر لے تو اصطلاح میں اس دوسرے مقام کو وطن اصلی کہیں گے۔

۲۸-وطن اقامت

جس مقام پر آدمی پندرہ دن یا اس سے زیادہ رہنے کے ارادے سے قیام کرے لیکن مستقل قیام کا ارادہ نہ ہو۔

نماز کا بیان

نماز اسلام کا دوسرا اہم اور بنیادی رکن ہے اور یہ تمام اعمال صالح کا سرچشمہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نماز قائم کی اس نے پورے دین کو قائم کیا اور جس نے نماز کو ترک کر دیا اس نے پورے دین کو ڈھا دیا۔ نماز برائی اور بے حیائی سے بچاتی ہے اور نیکی کی راہ پر چلنے اور قائم رہنے کی صلاحیت اور قوت بھی پیدا کرتی ہے۔ اسی لیے قرآن میں بار بار کہا گیا ''نماز اور صبر سے مدد حاصل کرو۔'' ایمان لانے کے بعد مسلمان سے اوّلین مطالبہ یہی ہے کہ وہ نماز قائم کرے۔

''بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس میری ہی بندگی کرو اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔''

نماز کے علاوہ دوسری عبادتیں خاص خاص لوگوں پر خاص خاص اوقات میں فرض ہیں۔ مثلاً حج اور زکوٰۃ صرف ان مسلمانوں پر فرض ہے جو مالدار ہوں، روزے سال میں صرف ایک مہینے کے فرض ہیں لیکن نماز ایک ایسا عمل ہے جس کے لیے ایمان کے سوا کوئی شرط نہیں، ایمان لاتے ہی یہ ہر عورت، مرد، امیر، غریب، تندرست مریض، مقیم، مسافر پر فرض ہو جاتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ

''مؤمن اور کفر کے درمیان نماز ہی حد فاصل ہے۔'' (مسلم)

نیز فرمایا: ''جو شخص پابندی کے ساتھ نماز قائم کرے گا قیامت کے روز وہ نماز

اس کے حق میں نور اور دلیلِ ایمان ثابت ہوگی اور نجات کا ذریعہ بنے گی اور جو شخص توجہ اور پابندی سے نماز ادا نہ کرے گا تو ایسی نماز نہ اس کے لیے نور ثابت ہوگی اور نہ دلیل ایمان اور نہ وہ اسے خدا کے عذاب سے بچانے والی ہوگی اور ایسا شخص قیامت میں قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔'' (مسند احمد، بیہقی)

نماز کی تاکید پر آپؐ نے اس حد تک زور دیا ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں ''زندگی کے آخری لمحات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر یہ کلمات تھے۔ نماز، نماز۔''

(الادب المفرد)

اور حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں اپنی حکومت کے ذمہ داروں کو تحریری ہدایت دیتے ہوئے فرمایا تھا:

''حقیقت یہ ہے کہ میرے نزدیک تمہارے تمام معاملات میں سب سے زیادہ اہم نماز ہے جس نے اپنی نماز کی نگہداشت رکھی اور اس کی حفاظت کا پورا پورا اہتمام کیا اس نے اپنے پورے دِین کو محفوظ کر لیا اور جس نے نماز کو ضائع کر دیا تو وہ دِین کے بقیہ امور کو زیادہ ضائع کر کے رہے گا۔''

اِقامتِ صلوٰۃ

قرآن پاک میں نماز ادا کرنے کے لیے اقامت اور محافظت کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ نماز پورے اہتمام کے ساتھ اس طرح ادا کی جائے کہ واقعی نماز کا حق ادا ہو جائے۔ نماز کے کچھ ظاہری آداب ہیں جن کا تعلق نماز کی ظاہری درستی سے ہے۔ یعنی فقہ کے وہ احکام جن کی بنیاد پر ایک فقیہ نماز کے صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ کرتا ہے۔ یہ ظاہری آداب چھ ہیں:

۱۔ جسم ولباس کی طہارت اور جائے نماز کی پاکی کا پورا پورا لحاظ رکھنا۔

۲- وقت کی پابندی کا پورا اہتمام کرنا۔

۳- تسلسل کے ساتھ بلاناغہ ہمیشہ نماز پڑھنا۔

۴- ہمیشہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا۔

۵- سکون واعتدال اور غیر ضروری حرکات وسکنات سے پرہیز کرنا۔

۶- صفوں کی درستی کا پورا پورا اہتمام کرنا۔

کچھ آداب وصفات وہ ہیں جن کا تعلق قلب وروح اور جذبات واحساسات سے ہے۔ قرآن وسنت میں ان آداب کی بڑی تاکید کی گئی ہے اور ان کے بغیر نماز کی حیثیت اس جسم کی سی ہے جس میں جان نہ ہو یہ داخلی آداب سات ہیں:

۱- شوق وانابت کے جذبات سے سرشار خدا کے حضور پہنچنا۔

۲- دل ودماغ پر خشوع وخضوع کی کیفیت طاری رکھنا۔

۳- یہ شعور رکھنا کہ نماز خدا سے انتہائی قرب اور مناجات کا یقینی ذریعہ ہے۔

۴- اخلاص نیت کا پورا پورا لحاظ رکھنا اور ریا اور نمود سے قلب کو پاک رکھنا۔

۵- ذکر الٰہی کا پورا پورا اہتمام کرنا کہ نماز کا اصل جوہر خدا کی یاد ہی ہے۔

۶- ٹھہر ٹھہر کر قرآن پاک کی تلاوت کرنا اور نماز کے اذکار کو سمجھ سمجھ کر شعور کے ساتھ پڑھنا اور غور وفکر کرنا۔

۷- اور پوری زندگی کو نماز کی روح کے مطابق خدا کی بندگی میں ڈالنے کی پیہم کوشش کرنا۔

نماز قائم کرنے کا مطلب یہی ہے کہ مؤمن ان دونوں قسم کے آداب کا پورا پورا اہتمام کرے۔ یہی نماز خدا کو مطلوب ہے یہی نماز مؤمن کو برائی سے بچاتی اور نیکی کا خوگر بناتی ہے اور اسی کی اقامت پر دین کی اقامت کا دارومدار ہے۔

نماز کا حکم

نماز ہر مسلمان عاقل بالغ پر دن میں پانچ بار فرض عین ہے۔ جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کرے وہ مسلمان نہیں۔ قرآن پاک میں نماز فرض ہونے کا صریح حکم ہے اور نماز کو شرائط کے ساتھ ادا کرنے کی انتہائی تاکید کی گئی ہے۔

نماز یوں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ شروع ہی سے پڑھتے رہے لیکن پانچ وقت کی نماز کا باقاعدہ حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں ملا اور اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر نماز کے اوقات بتائے اور نماز پڑھنے کا طریقہ سکھایا اور امت آج تک اسی طریقے کے مطابق انہی اوقات میں نماز ادا کر رہی ہے۔

نماز کے اوقات

قرآن پاک میں ہے: اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا۔ ''نماز مؤمنوں پر اوقات کی پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔'' قرآن و حدیث کی وضاحت کے مطابق یہ اوقات پانچ ہیں:

۱- فجر کا وقت: صبح صادق یعنی پو پھٹنے کے وقت سے شروع ہو کر طلوع آفتاب تک باقی رہتا ہے۔

۲- ظہر کا وقت: سورج ڈھلنے کے وقت سے شروع ہو کر اس وقت تک باقی رہتا ہے جب ہر چیز کا سایہ اس کے سایۂ اصلی کے علاوہ اس سے دوگنا ہو جائے۔ مثلاً ایک لکڑی جو ایک فٹ لمبی ہے ٹھیک دوپہر میں اس کا سایہ اصلی چار انگل تھا۔ اب جب اس لکڑی کا سایہ چار انگل اور دو فٹ ہوگا تو ظہر کا وقت ختم ہو جائے گا مگر احتیاط اسی میں ہے کہ ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہونے تک ظہر کی نماز پڑھ لی جائے اور دو مثل ہونے تک مؤخر نہ کی جائے۔

۳- عصر کا وقت: سایہ دو مثل ہونے کے بعد سے شروع ہو کر غروب آفتاب تک رہتا ہے البتہ آفتاب میں زردی آنے سے پہلے پہلے عصر کی نماز پڑھ لینی چاہیے آفتاب میں زردی آنے کے بعد نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

۴- مغرب کا وقت: غروب آفتاب کے بعد سے شروع ہو کر شفق کی سرخی غائب ہونے تک باقی رہتا ہے۔ مغرب کی نماز ہمیشہ وقت شروع ہوتے ہی پڑھنا مستحب ہے۔

۵- عشاء کا وقت: شفق کی سفیدی غائب ہوتے ہی شروع ہو کر صبح صادق تک باقی رہتا

ہے۔ شفق کی سفیدی غروب آفتاب سے اندازاً سوا گھنٹے کے بعد ختم ہو جاتی ہے لیکن احتیاطاً عشاء کی نماز ڈیڑھ گھنٹہ گزرنے کے بعد پڑھنا چاہیے۔

نماز وتر اور عیدین کا وقت

۱۔ نماز وتر: نماز عشاء کے وقت سے صبح صادق تک نماز وتر کا وقت ہے' مگر نمازِ عشاء پڑھنے کے بعد ہی نماز وتر پڑھ لینا چاہیے۔ البتہ جو لوگ پچھلی رات میں پابندی سے اٹھنے کے عادی ہوں' ان کے لیے آخر شب میں وتر پڑھنا مستحب ہے۔

۲۔ نمازِ عیدین کا وقت: آفتاب اچھی طرح نمودار ہو جائے اور اس کی زردی ختم ہو کر روشنی خوب تیز ہو جائے تو نمازِ عیدین کا وقت شروع ہو جاتی ہے اور زوال آفتاب تک باقی رہتا ہے۔ عیدین کی نماز ہمیشہ جلد پڑھنا مستحب ہے اور عیدالاضحیٰ کی نماز عیدالفطر کے مقابلے میں کچھ اور پہلے پڑھنا افضل ہے۔

ممنوع اور مکروہ اوقات

تین اوقات ایسے ہیں جن میں ہر نماز ممنوع ہے۔

۱۔ جب آفتاب نکل رہا ہو' آفتاب کی زردی ختم ہونے اور روشنی صاف ہونے تک نماز پڑھنا ممنوع ہے۔

۲۔ ٹھیک دوپہر کا وقت جب تک آفتاب ڈھل نہ جائے۔

۳۔ آفتاب میں سرخی کے بعد سے آفتاب غروب ہونے تک' البتہ اسی دن کی نمازِ عصر میں کسی وجہ سے تاخیر ہو گئی تو آفتاب میں سرخی آجانے کے بعد بھی پڑھ لینا چاہیے۔ قضا نہ کرنا چاہیے۔

سات اوقات میں صرف نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

۱۔ جب امام خطبہ دینے کے لیے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہو۔

۲۔ نمازِ فجر کے بعد آفتاب کی روشنی پھیلنے کے وقت تک۔

۳۔ نمازِ عصر کے بعد سے آفتاب میں سرخی آنے کے وقت تک' سرخی آنے کے بعد پھر ہر

نماز ممنوع ہے۔

۴- فجر کے وقت فجر کی سنتوں کے علاوہ کوئی نفل نماز نہیں۔

۵- نمازِ عیدین سے پہلے خواہ گھر میں ہو یا عید گاہ میں اور نمازِ عیدین کے بعد عید گاہ میں۔

۶- جب فرض نماز کے لیے تکبیر کہی جا رہی ہو۔

۷- مغرب کے وقت مغرب کے فرضوں سے پہلے۔

دو ضرورتوں کے وقت ہر نماز مکروہ ہے۔

۱- جب پیشاب پاخانے کی ضرورت ہو یا اخراج ریح کا تقاضا ہو رہا ہو۔

۲- شدید بھوک لگی ہو اور کھانا سامنے آ جائے۔

نماز کی رکعات

۱۔ نمازِ فجر: پہلے دو رکعت سنت مؤکدہ پھر دو رکعت نماز فرض، نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنتوں کا انتہائی اہتمام فرماتے تھے اور صحابہؓ کو بھی بڑی تاکید فرماتے تھے۔ فرمایا:

''فجر کی سنتیں ترک نہ کرنا، چاہے تم کو گھوڑے روند ڈالیں۔''

(ابوداؤد، یہ انتہائی تنبیہہ کا انداز ہے ورنہ جان کے خوف سے تو فرض بھی ترک کیے جا سکتے ہیں (مرتب)

۲۔ نمازِ ظہر: پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ (ایک سلام سے) پھر چار رکعت فرض، پھر دو رکعت سنت مؤکدہ پھر دو رکعت نفل۔

۳۔ نمازِ عصر: پہلے چار رکعت سنت غیر مؤکدہ، پھر چار رکعت فرض۔

۴۔ نمازِ مغرب: پہلے تین رکعت فرض، پھر دو رکعت سنت مؤکدہ، پھر دو رکعت نفل۔

۵۔ نمازِ عشاء: پہلے چار رکعت سنت غیر مؤکدہ، پھر چار رکعت فرض، پھر دو رکعت سنت مؤکدہ، پھر تین رکعت وتر، پھر دو رکعت نفل۔

۶۔ نمازِ جمعہ: پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ (ایک سلام سے) پھر دو رکعت فرض با جماعت پھر چار رکعت سنت مؤکدہ۔

(امام ابوحنیفہؒ کا مسلک تو یہی ہے البتہ صاحبین کا مسلک یہ ہے کہ جمعہ کے بعد چھ رکعت سنت مؤکدہ پڑھی جائیں، پہلے چار رکعت (ایک سلام سے) پھر دو رکعت۔

شرائط نماز

نماز صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ نماز سے پہلے سات چیزیں پوری کی جائیں ان سات چیزوں کو شرائط نماز کہتے ہیں۔ان شرائط میں سے کوئی ایک شرط بھی پوری نہ ہوئی تو نماز نہ ہوگی۔

۱- طہارتِ بدن: یعنی بدن کا نجاست حقیقی اور نجاست حکمی دونوں سے پاک ہونا۔ دونوں طرح کی نجاست اوران سے پاک ہونے کے طریقے پچھلے باب میں تفصیل سے آچکے ہیں۔

۲- طہارتِ لباس: یعنی نمازی جو کپڑے بھی پہنے یا اوڑھے سب کا پاک ہونا ضروری ہے یعنی قمیص، کوٹ، شیروانی، تہبند، پاجامہ، پتلون، ٹوپی، مفلر، موزہ، دستانہ، کمبل، چادر وغیرہ۔

۳- جائے نماز کی طہارت: یعنی نمازی جس زمین، فرش یا چٹائی، دری اور مصلّے پر نماز پڑھے اس کا پاک ہونا بھی ضروری ہے۔

۴- سترِ عورت: یعنی جسم کے جن حصوں کو چھپانا فرض ہے ان کو چھپانا۔مرد کے لیے ناف سے گھٹنے تک کا حصہ جسم چھپانا فرض ہے۔(یعنی گھٹنا چھپانا بھی فرض ہے)اور خواتین کے لیے ہاتھ پاؤں اور چہرے کے علاوہ پورے جسم کا چھپانا فرض ہے۔(یہ ایک ایسا فرض ہے جس کا اہتمام ہر وقت ضروری ہے)

۵- نماز کا وقت: یعنی جس نماز کے لیے جو وقت مقرر ہے اس وقت کا ہونا بھی نماز صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے۔اگر وقت ہونے سے پہلے یا وقت گزر جانے کے بعد نماز پڑھی تو نماز ادا نہ ہوگی۔

۶- استقبال قبلہ: یعنی قبلے کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا۔
۷- نیت: یعنی جس وقت کی نماز ادا کرنا ہو دل میں اس کا ارادہ کرنا۔ اگر دل کے ارادے کا اظہار زبان سے بھی کر لیا جائے تو بہتر ہے لیکن ضروری نہیں۔ امام کے پیچھے نماز پڑھنا ہو تو اس کی نیت کرنا بھی ضروری ہے۔

ارکانِ نماز

نماز صحیح ہونے کے لیے نماز کے اندر سات چیزیں ضروری ہیں۔ یہ نماز کے ضروری اجزاء ہیں۔ ان کو ارکان نماز کہتے ہیں۔ ارکان نماز میں سے کوئی ایک رکن بھی چھوٹ جائے تو نماز نہ ہوگی۔ ارکان نماز سات ہیں۔

۱- تکبیر تحریمہ: یعنی نماز شروع کرنے کے لیے "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" یا اس کے ہم معنی کوئی کلمہ کہنا جس سے اللہ کی عظمت اور بڑائی کا اظہار ہو۔ اس تکبیر کو تکبیر تحریمہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ تکبیر کہتے ہی آدمی حالت نماز میں ہو جاتا ہے اور حالت نماز میں کھانا پینا، چلنا پھرنا اور بات چیت کرنا سب حرام ہے۔
۲- قیام: یعنی نماز میں اتنی دیر سیدھا کھڑا ہونا جتنی دیر میں ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں پڑھی جا سکیں۔ (یہ واضح رہے کہ قیام صرف فرض اور واجب نمازوں میں فرض ہے۔)
۳- قرأت: یعنی نماز میں کم از کم قرآن پاک کی ایک بڑی آیت پڑھنا یا چھوٹی تین آیتیں پڑھنا۔ فرض نماز کی دو رکعتوں میں قرأت فرض ہے اور سنت و نفل کی ساری رکعتوں میں فرض ہے۔
۴- رکوع: نماز کی ہر رکعت میں ایک مرتبہ رکوع کرنا فرض ہے۔ رکوع کا مطلب ہے اس قدر جھکنا کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔
۵- سجدہ: ہر رکعت میں دو سجدے کرنا فرض ہیں۔
۶- قعدۂ اخیرہ: یعنی نماز کی آخری رکعت میں اتنی دیر بیٹھنا جتنی دیر میں "تشہد" پڑھی

جاسکے۔

۷- فعل اختیاری سے نماز ختم کرنا: یعنی نماز کے آخر میں اپنے اختیار اور ارادے سے کوئی ایسا کام کرنا جس سے نماز ختم ہو جائے۔

واجباتِ نماز

واجبات نماز سے مراد وہ اہم چیزیں ہیں جن کا اہتمام نماز میں ضروری ہے۔ اگر کبھی بھولے سے ان میں سے کوئی چیز رہ جائے تو سجدۂ سہو کر لینے سے نماز صحیح ہو جاتی ہے۔ ہاں اگر قصداً ان میں سے کوئی چیز چھوڑ دی جائے یا چھوڑنے کے بعد سجدۂ سہو نہ کیا جائے تو نماز کا لوٹانا واجب ہو جاتا ہے۔ واجباتِ نماز چودہ ہیں۔

۱- فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرنا۔

۲- سورۂ فاتحہ پڑھنا' فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔

۳- سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سورت ملانا۔

۴- سورۂ فاتحہ پہلے پڑھنا اور دوسری سورت اس کے بعد پڑھنا اگر سورۂ فاتحہ سے پہلے کوئی سورت پڑھی جائے تو واجب ادا نہ ہوگا۔

۵- قرأت' رکوع اور سجدوں اور رکعتوں میں ترتیب قائم رکھنا۔

۶- قومہ کرنا' یعنی رکوع سے اٹھ کر بالکل سیدھا کھڑا ہونا۔

۷- جلسہ کرنا' یعنی دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھنا۔

۸- تعدیل ارکان' یعنی رکوع' سجود وغیرہ تمام ارکان کو اطمینان سے ادا کرنا۔

۹- قعدۂ اولیٰ یعنی تین اور چار رکعت والی نماز میں دوسری رکعت میں اتنی دیر بیٹھنا جتنی دیر میں تشہد پڑھا جاسکے۔

۱۰- دونوں قعدوں میں ایک بار "التحیات" پڑھنا۔

۱۱- جہری نمازوں میں جہری قرأت کرنا اور سری نمازوں میں سری قرأت کرنا۔ جہری نمازیں یہ ہیں۔ نمازِ فجر' نمازِ مغرب' نمازِ عشاء' نمازِ جمعہ' نماز عیدین' نمازِ تراویح اور

ظہر، عصر

رمضان کے وتر' باقی نمازیں سری ہیں۔ یعنی ان میں آہستہ قرأت کرنا واجب ہے۔

۱۲- نماز کو "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ" کے الفاظ سے ختم کرنا۔

۱۳- نماز وتر میں قنوت کے لیے تکبیر کہنا اور دعائے قنوت پڑھنا۔

۱۴- نمازِ عیدین میں زائد تکبیریں کہنا۔

نماز کی سنتیں

نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جن چیزوں کا اہتمام کرنا ثابت ہے لیکن ان کی تاکید فرض اور واجب کے برابر ثابت نہیں ہے وہ نماز کی سنتیں کہلاتی ہیں۔ ان میں سے کوئی چیز اگر چھوٹ جائے تو نہ نماز فاسد ہوتی ہے اور نہ سجدۂ سہو کرنا واجب ہوتا ہے لیکن قصداً ہرگز ایسا نہ کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ نماز تو درحقیقت وہی ہے جو زیادہ سے زیادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ ہو۔ نماز میں اکیس سنتیں ہیں۔

۱- تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے دونوں ہاتھوں کو اٹھانا' مردوں کو کانوں کی لو تک اٹھانا اور خواتین کو شانوں تک' البتہ عذر کی حالت میں مردوں کے لیے بھی شانوں تک اٹھانا جائز ہے۔

(اہلِ حدیث کے نزدیک مردوں اور عورتوں سب کے لیے شانوں تک ہاتھ اٹھانا سنت ہے)

۲- تکبیر تحریمہ کہتے وقت دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اپنے حال پر کھلی رکھنا اور دونوں ہتھیلیوں کا رخ قبلے کی طرف رکھنا۔

۳- تکبیر تحریمہ کہنے کے فوراً بعد مردوں کو ناف کے اوپر اور خواتین کو سینے کے اوپر ہاتھ باندھنا۔ ہاتھ باندھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھیں اور داہنے ہاتھ کے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں ہاتھ کی کلائی کو پکڑ لیں اور بیچ کی تین انگلیاں بائیں ہاتھ کی کلائی پر بچھا کر رکھیں۔ یہی طریقہ خواتین کے لیے ہے البتہ ان کے لیے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں ہاتھ کی کلائی کو پکڑنا مسنون نہیں ہے۔ (اہلِ حدیث کے نزدیک سینے کے اوپر ہاتھ باندھنا سنت ہے)

۴- تکبیر تحریمہ کہتے وقت سر کو نہ جھکانا۔

۵- امام کے لیے تکبیر تحریمہ اور ایک رکن سے دوسرے رکن میں جانے کی تکبیریں بلند آواز سے کہنا۔

۶- ثنا یعنی: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَ تَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ پڑھنا۔[1]

۷- تعوذ یعنی "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ" پڑھنا۔

۸- تسمیہ یعنی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔پڑھنا۔

۹- فرض نمازوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھنا۔

۱۰- ''آمین'' کہنا۔ امام بھی آمین کہے اور منفرد بھی اور امام جن نمازوں میں بلند آواز سے قرأت کر رہا ہو ان میں سورۃ فاتحہ پڑھ لینے کے بعد سارے مقتدی آہستہ سے ''آمین'' کہیں۔ (اہلِ حدیث کے نزدیک بلند آواز سے ''آمین'' کہنا سنت ہے)

۱۱- ثنا، تعوذ، تسمیہ اور آمین سب آہستہ آواز سے کہنا۔

۱۲- قرأت میں مسنون طریقے کا اہتمام رکھنا۔

۱۳- رکوع اور سجدے میں کم از کم تین مرتبہ تسبیح یعنی "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ" اور سجدے میں "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى" کہنا۔

۱۴- رکوع میں سر اور کمر کو ایک سیدھ میں برابر رکھنا اور دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے گھٹنوں کو پکڑنا۔

---

[1] (حدیث سے ذیل کی دعا پڑھنا بھی ثابت ہے: اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اَللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ مِنَ الْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ (بخاری) اے اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنی دوری کردے جتنی دوری تو نے مشرق و مغرب میں کر رکھی ہے۔ اے اللہ! تو مجھے گناہوں سے ایسا پاک صاف کردے جس طرح سفید کپڑا دھل کر میل کچیل سے صاف ہو جاتا ہے۔ اے اللہ! میرے گناہوں کو دھو ڈال پانی سے، برف سے اور اولوں سے۔

۱۵- قومہ میں امام کو تسمیع یعنی ''سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ'' کہنا۔ مقتدی کو تحمید یعنی ''رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ'' کہنا اور منفرد کو تسمیع اور تحمید دونوں کہنا۔

۱۶- سجدے میں جاتے ہوئے پہلے زمین پر گھٹنے رکھنا' پھر دونوں ہاتھ' پھر ناک اور پیشانی رکھنا۔

۱۷- جلسے اور قعدے میں بایاں پاؤں بچھا کر اسے پر بیٹھنا اور داہنے پاؤں کو اس طرح کھڑا رکھنا کہ اس کی انگلیوں کے سرے قبلے کی طرف رہیں اور دونوں ہاتھ زانوں پر رکھنا۔

۱۸- تشہد میں لَآ اِلٰـہَ کہتے وقت داہنے ہاتھ کی کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرنا۔

۱۹- قعدۂ اخیرہ میں ''تشہد'' کے بعد درود شریف پڑھنا۔

۲۰- درود شریف پڑھنے کے بعد کوئی مسنون دعا پڑھنا۔

۲۱- پہلے دائیں جانب سلام پھیرنا پھر بائیں جانب۔

مستحباتِ نماز

نماز میں پانچ چیزیں مستحب ہیں۔ مستحب سے مراد وہ فعل ہے جس کا کرنا باعث اجروثواب ہے لیکن نہ کرنے میں کوئی مؤاخذہ یا گناہ نہیں۔

۱- مرد اگر کمبل یا چادر وغیرہ اوڑھے ہوئے ہو تو تکبیر تحریمہ کے لیے ہاتھ اٹھاتے وقت چادر یا کمبل سے ہاتھ باہر نکال لینا اور خواتین کو اپنے دوپٹے یا چادر یا شال وغیرہ سے ہاتھ باہر نہ نکالنا بلکہ چادر وغیرہ کے اندر ہی سے تکبیر تحریمہ کہہ لینا۔

۲- حالت قیام میں سجدہ کے مقام پر نظر رکھنا اور حالت رکوع میں اپنے دونوں پیروں پر اور قعدے اور جلسے میں اپنے زانوں پر اور سلام پھیرتے وقت اپنے شانوں پر نگاہ رکھنا۔

۳- نمازی منفرد ہو تو رکوع اور سجود میں تین مرتبہ سے زیادہ تسبیح پڑھنا۔

۴- نماز میں حتی الامکان کھانسی کو روکنے کی کوشش کرنا۔

۵- نماز میں جمائی آئے تو حالت قیام میں داہنے ہاتھ سے اور باقی حالتوں میں بائیں ہاتھ کی پشت سے منہ کو چھپالینا۔

مکروہاتِ نماز

جن چیزوں سے نماز ٹوٹتی تو نہیں لیکن مکروہ ہو جاتی ہے ان کو مکروہاتِ نماز کہتے ہیں۔ نماز کو درست کرنے اور اچھی طرح نماز پڑھنے کے لیے ضروری ہے کہ مکروہات سے بچنے کا بھی اہتمام کیا جائے۔ مکروہاتِ نماز اکیس ہیں۔

۱- پیشاب پاخانہ یا اخراج ریاح کی حاجت ہونے کی حالت میں ضرورت پوری کیے بغیر نماز پڑھنا۔

۲- نماز میں کمر یا کولہے پر ہاتھ رکھنا۔

۳- سستی اور بے پروائی میں ننگے سر نماز پڑھنا۔ اگر کبھی تنہائی میں اظہار عجز کے لیے ایسا کر لیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن مسجد میں پورے لباس سے آراستہ ہو کر ہی نماز کے لیے آنا چاہیے۔

۴- نماز میں انگلیاں چٹخانہ یا ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈالنا یا انگلیاں نچانا وغیرہ۔

۵- کپڑوں کا معروف طریقے کے خلاف پہننا' مثلاً کسی نے قمیص یا شیروانی یونہی کندھوں پر ڈالی یا مفلر گلے میں ڈال کر اس کے دونوں کنارے یونہی لٹکا لیے یا کندھے پر تہمد یا رومال ڈال لیا۔

۶- کپڑوں کو گرد اور مٹی سے بچانے کے لیے سمیٹنا یا ہاتھوں کا جھاڑنا یا سجدے کی جگہ کو بار بار صاف کرنا۔

۷- اپنے لباس' بٹن' سر کے بالوں یا دانتوں سے کھیلنا یا منہ میں انگلیں دینا یا ناک میں انگلی دینا وغیرہ۔

۸- بہت ہی معمولی لباس پہن کر نماز پڑھنا جس کو پہن کر آدمی بازار' مجلس یا کسی مہذب سوسائٹی میں جانا پسند نہ کرتا ہو۔ مثلاً بعض لوگ کسی چھوٹے بچے کی ٹوپی سر پر رکھ کر نماز پڑھ لیتے ہیں یا کسی کی قمیص اور چادر ملی اور سر سے باندھ کر نماز پڑھ لی۔

۹- قبلے کی طرف سے منہ پھیر کر یا کن انکھیوں سے کسی شدید ضرورت کے بغیر ادھر ادھر دیکھنا۔

۱۰- سجدے کی حالت میں دونوں کلائیوں کو کہنیوں تک زمین سے لگالینا۔

۱۱- جمائی روک سکنے کے باوجود جمائی لینا۔

۱۲- ایسا لباس پہن کر نماز پڑھنا جس پر جاندار کی تصویر بنی ہوئی ہو یا ایسے مصلّے اور فرش پر نماز پڑھنا جس میں سجدے کی جگہ پر جاندار کی تصویر ہو یا کسی ایسے مقام پر نماز پڑھنا جہاں دائیں بائیں یا اوپر جاندار کی تصویر ہو۔

۱۳- آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا' اگر نماز میں خشوع خضوع کی کیفیت پیدا کرنے اور جی لگانے کے لیے آنکھیں بند کرلی جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

۱۴- صرف پیشانی یا صرف ناک پر یا ٹوپی وغیرہ کے کنارے پر سجدہ کرنا۔

۱۵- اگلی صف میں جگہ موجود ہوتے ہوئے پچھلی صف میں تنہا کھڑے ہو کر نماز پڑھنا۔

۱۶- حالت قیام میں قرأت پوری کیے بغیر جھک جانا اور جھکنے کی حالت میں قرأت پوری کرنا۔

۱۷- نماز میں انگڑائی لینا یا سستی اتارنا۔

۱۸- سجدے کی حالت میں دونوں پیروں کا زمین سے اٹھانا۔

۱۹- نماز میں آیتوں یا سورتوں یا تسبیحوں کو انگلیوں پر شمار کرنا۔

۲۰- فرض نمازوں میں قرآن پاک کی ترتیب کے خلاف قرأت کرنا مثلاً پہلی رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھی اور دوسری رکعت میں سورۂ لہب پڑھی یا درمیان میں کوئی تین آیت والی سورت چھوڑ کر اگلی سورت پڑھ لی۔ اسی طرح یہ بھی مکروہ ہے کہ کسی سورت کی چند آیتیں پہلی رکعت میں پڑھیں اور پھر دو تین چھوٹی آیتیں چھوڑ کر آگے سے دوسری رکعت میں چند آیتیں پڑھ لیں اور یہ بھی مکروہ ہے کہ ایک ہی رکعت میں دو سورتیں اس طرح پڑھیں کہ درمیان میں ایک یا ایک سے زائد سورتیں چھوڑ دی جائیں۔ اسی طرح یہ بھی مکروہ ہے کہ دوسری رکعت میں پہلی رکعت کے مقابلے میں

زیادہ لمبی قرأت کی جائے۔ البتہ کبھی بھولے سے خلاف ترتیب قرأت ہو جائے تو مکروہ نہیں۔ (یہ واضح رہے کہ یہ ساری صورتیں صرف فرض نمازوں میں مکروہ ہیں۔ تراویح کی نماز یا دوسری نوافل میں یہ صورتیں مکروہ نہیں ہیں)

۲۱- نماز کی سنتوں میں سے کسی سنت کو ترک کرنا۔

مفسداتِ نماز

جن چیزوں سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور دوبارہ پڑھنا ہوتی ہے ان کو مفسداتِ نماز کہتے ہیں۔ مفسداتِ نماز پندرہ ہیں۔

۱- نماز میں سہواً یا قصداً کوئی فرض رہ جائے۔ مثلاً قیام نہیں کیا، یا رکوع رہ گیا تو نماز دوبارہ پڑھنا ہوگی۔

۲- شرائط نماز میں سے کوئی شرط ختم ہو جائے مثلاً وضو ٹوٹ جائے یا ستر کھل جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

۳- کوئی ایک یا ایک سے زائد واجب قصداً ترک کر دے۔

۴- سہواً کوئی واجب ترک ہو گیا اور پھر سجدۂ سہو بھی نہیں کیا تو نماز لوٹانا ضروری ہے۔

۵- بالغ آدمی نمازِ جنازہ کے علاوہ کسی بھی نماز میں قہقہہ مار کر ہنس دیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

۶- نماز میں کسی شخص سے بات چیت کر لی یا اس کی بات کا جواب دیا یا بے موقع کسی ذکر و تسبیح میں مشغول ہو گیا یا کسی جانور کو مخاطب کر کے کسی کام سے روکنے یا کرنے کے لیے کہا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

۷- حالت نماز میں قرآن پاک کو دیکھ کر تلاوت کرنے لگا۔

(بعض ائمہ کے نزدیک قرآن پاک دیکھ کر پڑھنا مفسد صلوٰۃ نہیں ہے)

۸- قرآن میں کوئی ایسی بڑی غلطی ہو گئی جس سے آیت کے معنی بدل گئے۔

۹- نماز میں قصداً کچھ کھا پی لیا یا بے خیالی میں کھا پی لیا۔

۱۰- کسی واقعی عذر کے بغیر نماز میں چند قدم چل پھر لیا۔

۱۱- کوئی ایسا کام حالتِ نماز میں کر لیا جس کو دیکھ کر یہ سمجھا جائے کہ شاید یہ شخص نماز نہیں پڑھ رہا ہے۔ مثلاً کوئی شخص نماز میں شیروانی اتار کر تہہ کرنے لگے یا بالوں میں کنگھا کرنے لگ جائے اس کو اصطلاح میں عملِ کثیر کہتے ہیں۔

۱۲- کسی تکلیف یا مصیبت میں کوئی شخص آہ و بکا کرنے لگے۔

۱۳- کوئی خاتون مرد کے برابر کھڑی ہو جائے۔

۱۴- حالت نماز میں دیوار پر لگا ہوا پوسٹر پڑھ لیا یا خط پر نظر پڑی اور زبان سے پڑھنا شروع کر دیا۔ ہاں اگر زبان سے پڑھے بغیر یونہی مفہوم ذہن میں آ گیا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

۱۵- کسی واقعی معذوری اور ضرورت کے بغیر کسی نے یونہی کھانسنا شروع کر دیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

نماز توڑنے کے متفرق مسائل

۱- نماز کی حالت میں اگر کوئی موذی جانور سامنے آجائے یا بچھو' بھڑ وغیرہ کپڑوں میں گھس جائے تو اس موذی سے اپنی حفاظت کے لیے نماز توڑنا جائز ہے۔

۲- اگر نماز پوری کرنے میں اندیشہ ہو کہ کوئی قابل لحاظ نقصان ہو جائے گا تو نماز توڑنا درست ہے۔ مثلاً مرغی یا کبوتر کو بلی نے پکڑ لیا یا ریل کے چھوٹنے کا اندیشہ ہے یا سامان کے چوری ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ ہاں اگر بہت ہی معمولی نقصان ہوتا ہو تو پھر نماز پوری کر لینا ہی بہتر ہے۔

۳- اگر نماز کی حالت میں پیشاب پاخانہ کی حاجت محسوس ہو یا خروج ریح کا تقاضا ہو رہا ہو تو نماز توڑنا جائز ہے بلکہ بہتر یہی ہے کہ نماز توڑ کر آدمی پہلے ضرورت پوری کر لے اور پھر نماز پڑھے۔

۴- اگر اپنی ہلاکت یا کسی دوسرے کی جان کا خطرہ ہو تو نماز توڑنا واجب ہے۔ مثلاً کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور مکان کی چھت یا دیوار گرنے کا اندیشہ ہو یا کسی بچے کے کپڑوں میں آگ لگ گئی ہو یا کسی کے گھر میں چور ڈاکو گھس آیا ہو اور جان کا اندیشہ ہو یا کوئی اندھا آدمی جس راستے پر جا رہا ہوں وہاں کنواں ہو یا کسی بچے نے کوئی دھار دار آلہ ہاتھ میں لے لیا ہو اور اندیشہ ہو کہ وہ اپنا کوئی عضو کاٹ لے گا۔ ایسی تمام صورتوں میں نماز توڑنا واجب ہے۔

۵- اگر ماں' باپ' دادا' دادی' نانا' نانی کسی مصیبت میں پکاریں تو نماز توڑ کر ان کی مدد کو پہنچنا واجب ہے۔

مسجد کے احکام

مسلمانوں میں دینی روح بیدار رکھنے، ان میں اتحاد اور اجتماعیت کا شعور قائم رکھنے اور باہمی خلوص و تعاون کا احساس زندہ رکھنے کے لیے مسجد کا وجود ناگزیر بھی ہے اور غیر معمولی اہم بھی۔ مسلمانوں کا دن میں پانچ وقت ایک مقصد کی خاطر ایک مقام پر جمع ہونا، ایک امام کی سرکردگی میں خدائے واحد کی بندگی کرنا، پانچ وقت اتفاق و اتحاد اور اجتماعیت کا مظاہرہ کرنا اور بار بار اپنے ملی وجود کا احساس تازہ کرنا، دِین پر قائم رہنے اور دِین کو قائم کرنے کا فطری طریقہ بھی ہے اور لازمی شعار بھی۔ یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے کو ہجرت فرمانے کے بعد سب سے پہلے وہاں ایک مسجد تعمیر کرنے کی فکر فرمائی اور صحابہ کرامؓ کے ساتھ خود بھی اینٹ پتھر ڈھو کر اس کی تعمیر میں شرکت فرمائی۔

پھر اسلامی زندگی کے لیے مسجد کی زبردست اہمیت اور اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر معمولی شغف کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ آپؐ مرض میں مبتلا ہیں، مرض کی شدت سے نڈھال پڑے ہیں، اٹھنے اور چلنے پھرنے کی سکت نہیں ہے لیکن اس حال میں آپؐ اٹھتے ہیں اور دو آدمیوں کے سہارے مسجد کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ کمزوری کا یہ حال ہے کہ آپؐ قدموں کو زمین پر گھسیٹتے ہوئے چل رہے ہیں، مگر شوق و جذبے میں کشاں کشاں مسجد پہنچتے ہیں اور وہاں جماعت کی نماز میں شریک ہوتے ہیں۔

مسجد کی تعمیر اور مسجد سے شغف و تعلق اور اس کو آباد رکھنے کی اہمیت پر آپؐ نے بہت زور دیا ہے اور اپنے عمل اور ارشادات سے اس حقیقت کو دل میں جمانے کی کوشش فرمائی ہے کہ اسلامی معاشرہ میں مسجد کی حیثیت ایک ایسے مرکز اور محور کی ہے جس کے گرد مسلمانوں کی

پوری زندگی گردش کرتی ہے۔ مسلمانوں کے شیرازے کو مجتمع رکھنے کا اصل ذریعہ مسجد ہی ہے اور اس سے شغف اور تعلق ایمان و اسلام کی علامت ہے۔ اس سے بے نیازی اور محرومی دراصل دِین سے بے پروائی اور محرومی ہے۔ مسلمان جہاں کہیں بھی آباد ہوں ان کا اجتماعی فریضہ ہے کہ وہ لازماً مسجد تعمیر کریں اور اس کو اپنی اسلامی زندگی کا محور بنا کر اپنے ایمان و اسلام کی حفاظت کریں۔ آپ کا ارشاد ہے:

''جس شخص نے خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے مسجد کی تعمیر کی اس کے لیے اللہ جنت میں گھر تعمیر فرمائے گا۔'' (ترمذی، بخاری)

نیز فرمایا:

''خدا کے نزدیک ان بستیوں میں سب سے زیادہ محبوب مقام ان کی مسجدیں ہیں اور سب سے زیادہ مبغوض مقام ان بستیوں کے بازار ہیں۔'' (مسلم)

ارشاد فرمایا:

''جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اس کو مسجد سے شغف ہے اور وہ اس کی دیکھ بھال میں لگا ہوا ہے تو گواہ ہو جاؤ کہ وہ شخص صاحبِ ایمان ہے اس لیے کہ اللہ فرماتا ہے: اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔ (یعنی خدا کی مسجدوں کو وہی لوگ آباد رکھتے ہیں جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں)۔'' (ترمذی، ابن ماجہ)

مسجد کے آداب

۱- فرض نماز ہمیشہ مسجد میں جماعت سے ادا کرنی چاہیے اور نہایت ذوق وشوق سے پانچوں وقت اذان سنتے ہی مسجد میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ تکبیر اولیٰ سے جماعت میں شرکت کی سعادت حاصل ہو سکے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''جو شخص گھر سے وضو کر کے مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جاتا ہے اس کے مسجد جانے پر خدا ایسا ہی خوش ہوتا ہے جیسے کسی مسافر کی سفر سے واپسی پر اس کے

گھر والے خوش ہوتے ہیں۔'' (ابن خزیمہ)

اور آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''جو لوگ صبح کے اندھیرے میں مسجد جاتے ہیں' قیامت کے روز ان کے ساتھ کامل روشنی ہوگی۔'' (طبرانی)

نیز فرمایا:

''جس شخص نے چالیس دن تک مسلسل جماعت سے اس طرح نماز ادا کی کہ وہ تکبیر اولیٰ سے جماعت میں شریک رہا اس کے لیے برأت اور حفاظت کا فیصلہ کردیا جاتا ہے۔ آتش دوزخ سے برأت و نجات اور منافقت سے برأت و حفاظت۔'' (ترمذی)

۲- مسجد میں اذان اور جماعت کا باقاعدہ نظم قائم رکھنا مسلمانوں کی ذمہ داری ہے اور اذان اور امامت کے لیے ایسے لوگوں کو منتخب کرنا چاہیے جو دِین و اخلاق میں بحیثیت مجموعی سب سے افضل ہوں اور اگر ہو سکے تو یہ لوگ محض اجر آخرت کی خاطر اس دینی فریضے کو انجام دیں۔ شدید مجبوری کے بغیر امامت اور اذان کا معاوضہ لینا پسندیدہ نہیں۔

۳- مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے داہنا پاؤں رکھا جائے اور یہ دعا پڑھی جائے:

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ ۔

''اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔''

پھر موقع ہو تو دو رکعت نفل تحیۃ المسجد پڑھنا چاہیے۔

۴- مسجد میں نہایت سکون' عاجزی اور وقار کے ساتھ بیٹھے' مسجد میں ہنسی مذاق' شور و شغب' خرید و فروخت اور ادھر ادھر کی بے مقصد باتیں کرنا منع ہیں۔

۵- اگر کسی وقت مسجد پہنچنے میں تاخیر ہو جائے تو امام کے ساتھ رکعت حاصل کرنے کے لیے مسجد میں دوڑنا احترام مسجد کے خلاف ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ''سکون اور وقار کی روش اختیار کرو۔''

۶- مسجد میں بدبودار چیز لے کر یا بدبودار چیز کھا کر نہ جانا چاہیے بلکہ مسجد میں خوشبو کا انتظام کرنا اور مسجد کو صاف ستھرا رکھنا چاہیے۔آپؐ نے فرمایا:

''مسجد میں جھاڑ پونچھ کا اہتمام کرنا' مسجد کو پاک صاف رکھنا' مسجد سے کوڑا کرکٹ باہر پھینکنا' مسجد میں خوشبو کا انتظام کرنا خاص طور سے جمعہ کے روز مسجد کو خوشبو میں بسانا' یہ سارے کام جنت میں لے جانے والے ہیں۔'' (ابن ماجہ' طبرانی)

۷- مسجد کے صحن میں وضو کرنا' کلی کرنا یا وضو کرنے کے بعد ہاتھ وغیرہ جھاڑ کر چھینٹیں پھینکنا مکروہ ہے اور اگر پیر میں کیچڑ وغیرہ لگی ہو تو اس کو بھی اچھی طرح صاف کرنے کے بعد مسجد میں داخل ہونا چاہیے۔

۸- مسجد میں ایسا لباس پہن کر نہ جانا چاہیے جس میں ستر کھلا ہوا ہو مثلاً نیکر وغیرہ پہن کر یا تہمد اوپر چڑھا کر نہ جانا چاہیے بلکہ مسجد کے ادب واحترام کا لحاظ کرتے ہوئے پورے لباس سے آراستہ ہو کر جانا چاہیے۔

۹- مسجد سے نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں باہر رکھے اور یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ ۔

''اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل وکرم کا خواستگار ہوں۔''

البتہ یہ خیال رہے کہ مسجد سے نکلنے کے بعد جوتا پہنے تو پہلے داہنے پیر میں ہی پہنے۔

اذان واقامت

نماز باجماعت کے لیےلوگوں کوجمع کرنے کی غرض سے عربی زبان کے کچھ مخصوص الفاظ کے ذریعے پکارنے کواذان کہتے ہیں۔ اھ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کا طریقہ امت کو تعلیم فرمایا۔

(اذان کے الفاظ آگے بیان کیے جائیں گے)

نماز باجماعت شروع ہونے سے پہلے اذان والے الفاظ دہرانے کواقامت یا تکبیر کہتے ہیں۔ یہ دراصل اس بات کا اعلان ہوتا ہے کہ جماعت کھڑی ہوگئی۔ اسی لیے اقامت میں ''حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ'' کے بعد دوبار ''قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ'' بھی کہتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کی عظمت وفضیلت کے بارے میں بہت کچھ فرمایا ہے۔ آپ ؐ کا ارشاد ہے:

''انبیاء اور شہداء کے بعد اذان دینے والے جنت میں داخل ہوں گے۔'' (علم فقہ)

''قیامت کے روز اذان دینے والوں کی گردنیں بلند ہوں گی۔'' (بخاری)

یعنی ان کو ایک امتیازی شان سے نوازا جائے گا۔

''جس مقام پر اذان دی جاتی ہے وہاں پر خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے اور وہ مقام عذاب اور آفات سے محفوظ رہتا ہے۔'' (طبرانی)

اذان کا مسنون طریقہ

اذان دینے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ مؤذن کسی اونچی جگہ پر قبلے کی طرف رخ کرکے کھڑا ہوجائے۔ یہ جگہ اگر مسجد سے علیحدہ ہوتو زیادہ اچھا ہے پھر شہادت کی انگلیاں

کانوں میں دے کر بلند آواز سے یہ کلمات کہے:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ	چار مرتبہ
اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ	دو مرتبہ
اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ	دو مرتبہ
حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ	دو مرتبہ داہنی طرف رخ پھیرتے ہوئے
حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ	دو مرتبہ بائیں طرف رخ پھیرتے ہوئے
اَللّٰہُ اَکْبَرُ	دو مرتبہ
لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ	ایک مرتبہ

فجر کی اذان میں "حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ" کے بعد "اَلصَّلٰوةُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ" دو مرتبہ اور اقامت میں "حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ" کے بعد "قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوة" دو مرتبہ۔

ہدایت:

مؤذن دو مرتبہ اَللّٰـهُ اَکْبَرُ کہنے کے بعد اتنی دیر توقف کرے کہ سننے والے بھی دو مرتبہ کلمہ دہرا سکیں۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے سوا دوسرے کلمات میں ہر کلمہ کے بعد توقف کرے۔

اقامت میں کانوں کے اندر انگلیاں نہ دے اور ذرا پست آواز سے پڑھے اور حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ میں دائیں بائیں رخ بھی نہ پھیرے۔

اذان کا جواب اور دعا

اذان سننے والے پر واجب ہے کہ وہ اذان کا جواب دے یعنی وہی الفاظ دہرائے جو مؤذن کہہ رہا ہو البتہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے جواب میں کہے "لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" اور اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ سننے کے بعد ایک بار صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کہنا بھی مستحب ہے اور فجر کی اذان میں "اَلصَّلٰوةُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ" سننے کے بعد کہے: "صَدَقْتَ وَ بَرَرْتَ" (تم نے سچ کہا اور بھلی بات کہی) اور پوری اذان سننے کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَا نِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَا نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ ۔(بخاری)

اے اللہ! اس دعوت تامّہ (یعنی توحید کی پکار) اور قائم ہونے والی نماز کے مالک! محمدؐ کو وسیلہ عطا فرما' فضیلت عطا فرما اور ان کو اس مقامِ محمود پر فائز فرما جس کا تونے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔''

''وسیلہ'' جنت میں قرب الٰہی کا وہ مخصوص مُقام ہے جو صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوگا اور فضیلۃ بھی یہی مقام رفیع ہے۔

مقامِ محمود: مقبولیت کا وہ بلند مقام جس پر فائز ہونے والا دنیا اور آخرت میں محمود خلائق ہو۔ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن میں یہ وعدہ فرمایا ہے کہ آپ کو مقام محمود پر فائز فرمایا جائے گا۔ ''عنقریب آپ کا پروردگار آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔'' قیامت کے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام شفاعت پر کھڑا ہونا بھی اسی میں شامل ہے۔

اذان واقامت کے متفرق مسائل

۱۔ اذان کا جواب دینا واجب ہے اور اقامت کا جواب دینا مستحب اور خطبے کی اذان کا جواب دینا واجب نہیں۔

۲۔ کئی اذانوں کی آواز ساتھ ساتھ کان میں آئے تو ہر ایک کا جواب الگ الگ دینا ضروری نہیں۔ ایک ہی جواب سب کے لیے کافی ہے۔

۳۔ فرضِ عین نمازوں کے لیے اذان کہنا سنتِ مؤکدہ ہے' چاہے ادا نماز ہو یا قضا۔

۴۔ اذان وقت ہونے پر دینا چاہیے۔ وقت سے پہلے اذان صحیح نہیں۔ اگر کبھی وقت پہلے ہو جائے تو وقت ہو جانے کے بعد دوبارہ اذان دینا چاہیے۔

۵۔ اذان عربی الفاظ میں اور صرف انہی الفاظ میں دینا ضروری ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائے ہیں۔

۶۔ فرض عین نمازوں کے علاوہ دوسری نمازوں مثلاً جنازہ' عیدین وغیرہ کے لیے اذان

مشروع نہیں ہے۔

۷- جو شخص اذان دے اقامت بھی اسی کا حق ہے۔ ہاں اگر وہ اذان دینے کے بعد کہیں ضرورت سے چلا جائے یا وہ خود ہی چاہے کہ دوسرا شخص اقامت کہے تو دوسرے شخص کا اقامت کہنا درست ہے۔

۸- مؤذن جس مسجد میں اذان کہے وہیں فرض نماز پڑھے۔ ایک مؤذن اگر ایک فرض نماز کے لیے دو مسجدوں میں اذان دے تو یہ مکروہ ہے۔

جماعت کے احکام

نماز با جماعت کی تاکید

قرآن وسنت میں نماز با جماعت کی غیر معمولی تاکید آئی ہے اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز با جماعت سے شغف واہتمام دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ فرض نماز تو گویا جماعت ہی سے پڑھنے کے لیے ہے۔ کسی عذر کے بغیر جماعت ترک کرنا سخت گناہ ہے۔

قرآن میں ہدایت ہے:

وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۔

''اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔''

عام طور پر مفسرین نے کہا ہے کہ یہ نماز با جماعت کا حکم ہے، پھر قرآن سے اس حد تک جماعت کی تاکید ثابت ہے کہ میدانِ جنگ میں بھی نماز جماعت سے ادا کرنے کی ہدایت کی گئی ہے جبکہ خون کا پیاسا دشمن سامنے ہو اور ہر وقت خوں ریز تصادم کا خطرہ سر پر ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نمازِ با جماعت کے اجر وثواب اور ترک جماعت کے خسران اور گناہ پر بہت کچھ فرمایا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے:

> ''اگر لوگوں کو نماز با جماعت کا اجر وثواب معلوم ہو جائے تو وہ خواہ کسی حال میں ہوں جماعت کے لیے دوڑے دوڑے آئیں۔ جماعت کی پہلی صف گویا پاک فرشتوں کی صف ہے۔ تنہا نماز پڑھنے کے مقابلے میں دو افراد کی جماعت بہتر ہے پھر جتنے افراد زیادہ ہوں خدا کی نظر میں وہ جماعت اتنی ہی زیادہ پسندیدہ اور محبوب ہے۔'' (جامع ترمذی)

نیز فرمایا:

''جماعت سے نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے کے مقابلے میں ستائیس درجے زیادہ افضل ہے۔'' (بخاری، مسلم)

ترک جماعت پر غضب ناک لہجے میں فرمایا:

''میرا جی چاہتا ہے کہ کسی مؤذن کو حکم دوں کہ وہ میری جگہ امامت کرے اور میں خود آگ کے شعلے لے کر ان لوگوں کے مکانوں میں آگ لگا کر ان کو جلا ڈالوں جو اذان سننے کے بعد بھی جماعت کے لیے گھروں سے نہیں نکلتے۔'' (بخاری، مسلم)

نیز فرمایا:

''جو شخص اذان سن لینے کے بعد جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے نہ آئے جبکہ اس کو کوئی عذر بھی نہ ہو تو اس کی وہ نماز قبول نہیں ہے جو اس نے تنہا پڑھی ہے۔ صحابہؓ نے دریافت کیا ''عذر سے کیا مراد ہے؟'' ارشاد فرمایا' خوف ہو یا کوئی مرض ہو۔'' (ابوداؤد)

خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بھر جماعت سے نماز ادا کی اور اس کی پابندی کا اس درجہ شغف اور اہتمام تھا کہ مرض الموت میں جب آپؐ مرض کی شدت سے بالکل ہی نڈھال تھے دو آدمیوں کے سہارے جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے چل کھڑے ہوئے۔ حضرت عائشہؓ اس منظر کو بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں۔ ''میری نگاہوں میں وہ پورا نقشہ اب تک موجود ہے آپؐ کے قدم مبارک گھسٹتے ہوئے جا رہے تھے' پیروں میں اتنی سکت نہیں تھی کہ پیر اٹھا اور جما سکیں۔'' اللہ اکبر کتنی اہمیت اور فضیلت ہے نماز با جماعت کی۔

جماعت کا حکم

۱- پانچوں وقت کی نماز جماعت سے پڑھنا واجب ہے۔

۲- جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں جماعت شرط ہے یعنی جماعت کے بغیر نہ جمعہ ہوسکتا ہے اور نہ عیدین کی نمازیں۔

۳- رمضان المبارک میں تراویح کی نماز جماعت سے پڑھنا سنت مؤکدہ ہے اور وتر کی

جماعت مستحب ہے۔

۴- کسوف کی نماز میں جماعت سنت مؤکدہ ہے اور خسوف کی نماز جماعت سے پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

۵- نفل نماز جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے البتہ کسی وقت اذان واقامت کا اہتمام کیے بغیر کچھ افراد جمع ہو کر اگر نوافل جماعت سے پڑھ لیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

صف بندی کا اہتمام

۱- امام کے پیچھے پہلے مردوں کی صف بنائی جائے پھر بچوں کی اور سب سے پیچھے خواتین کی صف بنائی جائے۔

۲- اگر مقتدی ایک ہو تو اس کو امام کے داہنی جانب ذرا پیچھے ہو کر کھڑا ہونا چاہیے۔

۳- صفوں کو سیدھا اور برابر رکھنے کا پورا پورا اہتمام ہونا چاہیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اللہ کے بندو! صفوں کو سیدھا اور برابر کرلیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ اس کی پاداش میں خدا تمہارے رخ ایک دوسرے کے خلاف کردے"۔ (مسلم)

نیز فرمایا:

"نماز میں اپنی صفوں کو سیدھا اور برابر رکھا کرو اس لیے کہ صفوں کو درست رکھنا اقامت صلوٰۃ کا جز ہے۔" (بخاری، مسلم)

۴- پہلے اگلی صفوں کو اچھی طرح مکمل کرلینا چاہیے۔ یہ مناسب نہیں کہ اگلی صفوں میں تو جگہ باقی ہو اور لوگ پچھلی صفوں میں کھڑے ہونے لگیں۔ اگلی صفوں میں گنجائش ہوتے ہوئے پچھلی صفوں میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

۵- اگر مقتدی دو ہوں تو ان کو امام کے پیچھے کھڑا ہونا چاہیے اگر ایک دائیں اور دوسرا بائیں کھڑا ہو جائے تو یہ مکروہ تنزیہی ہے اور اگر دو سے زیادہ ہوں اور دائیں بائیں کھڑے ہوں تو یہ مکروہ تحریمی ہے۔ اس لیے کہ دو سے زیادہ مقتدی ہوں تو ان کا امام کے پیچھے کھڑا ہونا واجب ہے۔

ستره

نمازی کے آگے سے گزرنا گناہ ہے۔ اس لیے اگر کوئی شخص ایسی جگہ نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو رہا ہو جہاں سے لوگ گزرتے ہوں تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنے سامنے کوئی اوٹ کھڑی کر لے' یہ اوٹ ایک گز کے لگ بھگ اونچی ہو اور کم از کم ایک انگلی کے برابر موٹی ہو۔ سترہ کھڑا کر لینے کے بعد سترے کے باہر باہر نمازی کے آگے سے گزرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور اگر عام گزر کی جگہ جماعت سے نماز پڑھی جا رہی ہو تو صرف امام کے سامنے سترہ کھڑا کر لینا کافی ہے۔ امام کا سترہ سارے مقتدیوں کا سترہ قرار پائے گا۔

نماز باجماعت کے مسائل

۱- فرض نماز ہمیشہ مسجد میں جا کر جماعت سے ادا کرے اگر کبھی کسی وجہ سے مسجد میں جانے میں تاخیر ہو جائے اور پوری جماعت ملنے کی امید نہ ہو تو بھی مسجد جا کر جماعت میں شرکت کرے اور جتنی رکعتیں بھی ملیں جماعت کے ساتھ ادا کر کے اپنی باقی نماز مسبوق کی حیثیت سے پوری کرے۔ توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ پوری جماعت کا اجر و ثواب عنایت فرمائے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا پھر وہ (جماعت کی نیت سے) مسجد پہنچا تو دیکھا کہ جماعت ہو چکی ہے اس شخص کو بھی اللہ ان لوگوں کی طرح اجر و ثواب سے نوازے گا جو جماعت میں شریک ہوئے اور جماعت سے نماز ادا کی اور اس سے ان لوگوں کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔" (ابوداؤد' نسائی)

۲- جماعت صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ امام اور مقتدی دونوں کا مقام ایک ہو خواہ حقیقتاً ایک ہو یا حکماً ایک ہو۔ امام مسجد میں ہو اور مقتدی سڑک پر یا کسی دوسرے گھر میں یا کسی گھر یا دکان وغیرہ کی چھت پر ہو لیکن درمیان میں صفیں مسلسل ہوں اور اگر

کہیں درمیان میں خالی جگہ ہو بھی تو وہ اتنی نہ ہو کہ جس میں دو صفیں کھڑی ہو سکیں تو اس صورت میں امام اور مقتدی کا مقام حکماً ایک ہوگا اور مقتدی کی نماز صحیح ہوگی۔

۳- جب امام فرض نماز پڑھانے کے لیے کھڑا ہو جائے تو پھر سنتیں نہ پڑھی جائیں ہاں اگر یقین ہو کہ سنتیں ادا کرنے کے باوجود جماعت سے پوری نماز مل جائے گی تو پھر پڑھ سکتے ہیں۔ ہاں فجر کی سنتیں چونکہ بہت زیادہ مؤکدہ ہیں اس لیے ان کا حکم یہ ہے کہ اگر ایک رکعت ملنے کی بھی توقع ہو تو پھر سنتیں پڑھ لی جائیں۔ البتہ یہ خیال رہے کہ مسجد سے علیحدہ جگہ میں سنتیں ادا کریں اور یہ ممکن نہ ہو تو پھر جماعت کی صف سے علیحدہ مسجد کے کسی گوشے میں پڑھی جائیں اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر سنتیں پڑھے بغیر جماعت میں شریک ہو جانا چاہیے۔ اس لیے کہ جس جگہ فرض کی جماعت ہو رہی ہو وہاں کوئی دوسری نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

۴- کوئی شخص فرض نماز تنہا پڑھ چکا ہو اور پھر دیکھے کہ وہی فرض جماعت سے ہو رہے ہیں تو اس کو جماعت میں شریک ہو جانا چاہیے البتہ فجر، عصر اور مغرب کی جماعت میں شریک نہ ہو۔ اس لیے کہ فجر اور عصر کے بعد نماز مکروہ ہے اور مغرب میں شریک نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی یہ دوسری نماز نفل ہوگی اور نفل نماز میں تین رکعتیں مشروع نہیں ہیں۔

۵- جو شخص امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہو گیا، یہ سمجھا جائے گا کہ اس کو وہ رکعت امام کے ساتھ مل گئی البتہ رکوع حاصل کرنے کے لیے مسجد میں دوڑنا ممنوع ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''جب تم نماز کے لیے آؤ تو سکون اور وقار کے ساتھ آؤ جتنی رکعتیں مل جائیں وہ پڑھ لو اور جو رہ جائیں وہ بعد میں پوری کر لو۔'' (بخاری، مسلم)

(اہلِ حدیث کا مسلک یہ ہے کہ رکوع میں شریک ہونے والے کو بھی رکعت نہیں ملی اس لیے کہ قیام اور قرأت دو رکن رہ گئے اور سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی۔)

۶- پانچ وقت کی نمازوں میں امام کے سوا ایک آدمی بھی ہو تو جماعت صحیح ہو جاتی ہے البتہ

جمعہ کی جماعت کے لیے ضروری ہے کہ امام کے سوا کم سے کم دو آدمی ہوں۔

۷۔ کسی مسجد میں معمول کے مطابق نماز باجماعت ہو چکی ہو اور پھر کچھ لوگ جمع ہو گئے تو وہاں دوسری جماعت کی جاسکتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ جماعت کی ہیئت بدل دی جائے۔ ہیئت بدلنے سے مراد یہ ہے کہ پہلی جماعت میں امام جہاں کھڑا ہوا تھا دوسری جماعت میں اس سے ہٹ کر کھڑا ہو۔

امامت کے احکام ومسائل

امامت کے لیے ایسے شخص کو منتخب کرنا چاہیے جو بحیثیت مجموعی تمام نمازیوں سے افضل اور اشرف ہو اور علم وتقویٰ ایثار وقربانی اور دِین کی بصیرت وحکمت میں سب سے برتر ہو۔ امامت عظیم ترین دینی منصب اور گراں ترین ذمہ داری ہے۔ اس لیے امام کا انتخاب بڑی احتیاط اور ذمہ داری سے کرنا چاہیے۔ چنانچہ مرض الموت میں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد جانے سے معذور تھے تو آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو اس منصب کے لیے منتخب فرمایا جو بحیثیت مجموعی پوری امت میں افضل واشرف تھے۔ نماز تمام عبادات میں افضل عبادت ہے۔ نماز میں خدا کے حضور مسلمانوں کی نمائندگی کا مستحق وہی شخص ہوسکتا ہے جو مجموعی لحاظ سے سب میں بہتر ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

> ''اپنے میں سے بہترین افراد کو امام بناؤ اس لیے کہ وہ تمہارے اور تمہارے پروردگار کے مابین تمہارے وکیل اور نمائندے ہیں۔'' (دارقطنی)

نیز فرمایا:

> ''اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری نمازیں قبول ہوں تو اپنے میں سے بہتر کو امام بناؤ۔'' (طبرانی)

انتخاب امام میں ذیل کی صفات کا لحاظ ذیل کی ترتیب کے مطابق ہونا چاہیے۔

۱- قرآن پاک کے علم میں افضل یعنی حافظ قاری ہو' قرآن کے ساتھ زیادہ شغف رکھتا ہو اور قرآن کی دعوت وحکمت کو اس نے اچھی طرح جذب کیا ہو۔

۲- جو سنت وشریعت کے علم میں افضل ہو یعنی اوپر کی صفت میں اگر سارے نمازی برابر

ہوں تو پھر اس شخص کو امام بنایا جائے جو دِین کے احکام و مسائل سے نسبتاً زیادہ واقف ہو۔

۳- دین کے لیے ایثار و قربانی اور خدمت دِین میں افضل ہو' یعنی اوپر کی دونوں صفتوں میں سب برابر ہوں تو پھر ایسے شخص کو منتخب کیا جائے جو دِین کے لیے ایثار و قربانی اور دِین کی خدمت میں افضل ہو۔ حدیث میں تیسرے نمبر پر ہجرت کا ذکر کیا گیا ہے اور ہجرت سے یہی مراد ہے۔

۴- معمر ہو' اوپر کی خوبیوں میں سب برابر ہوں تو پھر اس شخص کو منتخب کیا جائے جو عمر میں زیادہ ہو اور اس خوبی کا خیال رکھنا بھی بہتر ہے کہ امامت کے لیے اس شخص کو ترجیح دی جائے جو معاوضہ لینے کے بجائے اجر آخرت کے لیے اس فریضے کو انجام دے۔

۵- بدعتی' فاسق و فاجر اور بدکار آدمی کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں اگر کسی وقت سب لوگ اتفاق سے ایسے ہی جمع ہوں تو پھر مجبوری ہے اور ایسی صورت میں امامت مکروہ نہ ہوگی۔

۶- ہر فقہی مسلک والے کو امام بنانا جائز ہے اور امام کی نماز اگر اپنے مسلک کے لحاظ سے صحیح ہو تو سارے مقتدیوں کی نماز صحیح ہوگی' چاہے مقتدیوں کا مسلک کچھ بھی ہو۔

۷- ایسے شخص کو امام بنانا بھی مکروہ ہے جس کو کوئی ایسی گھناؤنی بیماری ہو جس سے لوگ عام طور پر نفرت کرتے ہیں مثلاً جذام اور برص وغیرہ۔

۸- جس شخص کی امامت سے عام مقتدی مطمئن نہ ہوں اس کو بھی امام بنانا درست نہیں۔ قوم کی رضامندی کے خلاف امامت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

۹- امام کے لیے ضروری ہے کہ نماز پڑھانے میں مقتدیوں کی معذوری اور ضرورت کا لحاظ رکھے اور اوسط درجے کی نماز پڑھائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھانے کھڑا ہو تو اس کو چاہیے کہ ہلکی پھلکی نماز پڑھائے اس لیے کہ مقتدیوں میں مریض بھی ہوتے ہیں' کمزور بھی ہوتے اور بوڑھے بھی۔ البتہ جب کوئی تنہا نماز پڑھ رہا ہو تو جتنی طویل چاہے

پڑھے۔'' (بخاری، مسلم)

۱۰- مرد صرف خواتین کی امامت بھی کر سکتا ہے مگر اسی صورت میں جب خواتین میں اس کی کوئی محرم خاتون بھی ہو یا پھر خواتین کے علاوہ کوئی ایک مرد بھی جماعت میں شریک ہو۔

۱۱- ٹیپ ریکارڈر میں کسی امام کی پڑھائی ہوئی جماعت کی پوری آواز محفوظ کر کے یا گراموفون کے ذریعے نمازِ با جماعت کا ریکارڈر بنا کر اس کی اقتداء میں نماز با جماعت پڑھنا جائز نہیں۔

۱۲- ریڈیو پر کوئی شخص دور دراز مقام سے امامت کرا رہا ہو تو اس کی اقتداء میں نماز با جماعت پڑھنا بھی جائز نہیں۔

قرأت کے مسائل

۱- قرآن مجید کو ترتیل و تجوید کے ساتھ صحیح پڑھنا واجب ہے۔ ترتیل و تجوید کے ساتھ پڑھنے سے مراد یہ ہے کہ حروف ٹھیک ٹھیک ادا ہوں اور ہمزہ، عین، ض، ظ، ش، ق وغیرہ کا فرق واضح ہو اور واو قاف وغیرہ بھی صحیح ہوں۔

۲- مغرب، عشاء، فجر، جمعہ اور عیدین کی نمازیں جہری ہیں یعنی مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں اور باقی سب نمازوں میں بلند آواز سے قرأتِ کرنا واجب ہے اور رمضان کے مہینے میں تراویح اور وتر باجماعت میں بھی جہری قرأت واجب ہے۔

۳- ظہر اور عصر کی نمازیں سری ہیں یعنی ان میں آہستہ قرأت کرنا واجب ہے۔

۴- سری نمازوں میں بھی زبان سے قرأت کرنا ضروری ہے، محض خیال کر کے دل میں پڑھنے سے نماز نہ ہوگی۔

۵- قرأت پوری کرنے سے پہلے جھک جانا اور رکوع میں قرأت پوری کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

۶- مسنون قرأت کا اہتمام کرنا سنت ہے، سفر کی حالت میں تو سورۂ فاتحہ کے بعد جو سورت چاہے پڑھ لے لیکن قیام کے دوران امام اور منفرد دونوں کو مسنون قرأت کا اہتمام کرنا بہتر ہے۔

(۱) فجر اور ظہر میں طوالِ مفصل پڑھنا مسنون ہے، طوالِ مفصل سے مراد سورۂ ''الحجرات'' سے سورۂ ''البروج'' تک کی سورتیں ہیں۔

(۲) عصر اور عشاء میں اوساطِ مفصل پڑھنا مسنون ہے۔ اوساطِ مفصل سے مراد سورۂ

''الطارق'' سے سورۂ ''البینہ'' تک کی سورتیں ہیں۔

(۳) مغرب میں قصارِ مفصل پڑھنا مسنون ہے' قصارِ مفصل سے مراد سورۂ ''الزلزال'' سے سورۂ ''الناس'' تک کی سورتیں ہیں۔

۷- جن نمازوں میں امام جہری قرأت کر رہا ہو ان میں امام کے پیچھے مقتدیوں کو سورۂ فاتحہ پڑھنا مکروہ ہے لیکن جب امام آہستہ آواز سے سورۂ فاتحہ پڑھ رہا ہو تو معتدل مسلک یہ ہے کہ مقتدی کے لیے سورۂ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے۔

(اہلِ حدیث کے نزدیک سورۂ فاتحہ نماز کا رکن ہے اور سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی اس لیے مقتدی کے لیے ضروری ہے کہ وہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھے)

(علم الفقہ ج ۲' ص ۵۹' ۱۱۰)

اقتداء کے احکام

اقتداء کے معنی ہیں پیروی اور اتباع کرنا۔ اقتداء کرنے والے کو مقتدی کہتے ہیں اور جس کی اقتداء اور پیروی میں نماز پڑھی جائے اس کو مقتدیٰ یا امام کہتے ہیں۔

امام کی اقتداء کرنے اور جماعت پانے کے لحاظ سے مقتدی کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔ انہی تین صورتوں کی بنا پر مقتدی کی تین قسمیں ہیں اور تینوں کے کچھ الگ الگ احکام ہیں۔

۱۔ مدرک

جو شخص شروع سے امام کے ساتھ جماعت میں شریک ہوا اور آخر تک برابر شریک رہا ہو، اس کو اصطلاح میں مدرک یعنی پوری جماعت پانے والا کہتے ہیں۔ مدرک کو مقتدی بھی کہتے ہیں۔

۲۔ مسبوق

جو شخص ایک یا ایک سے زائد رکعتیں ہو جانے کے بعد آ کر جماعت میں شامل ہوا ہو، اس کو اصطلاح میں مسبوق کہتے ہیں۔

۳۔ لاحق

جو شخص شروع سے جماعت میں شریک تو ہوا لیکن شریک ہونے کے بعد اس کا وضو جاتا رہا یا وہ سو گیا یا اور کوئی بات ہو گئی اور وہ جماعت میں شریک نہ رہ سکا اور ایک یا ایک سے زائد رکعتیں ہو جانے کے بعد وہ پھر تیار ہو کر یعنی وضو وغیرہ کر کے جماعت میں شریک ہو گیا

گویا شروع میں شریک رہا اور پھر آخر میں بھی شریک رہا لیکن درمیان میں ایک رکعت یا ایک سے زائد رکعتیں رہ گئیں تو ایسے شخص کو اصطلاح میں لاحق کہتے ہیں۔

مدرک یا مقتدی اور مسبوق اور لاحق کے کچھ الگ الگ مسائل ہیں۔ نمازِ با جماعت کی صحت کے لیے ان مسائل کا جاننا لازمی ہے۔

مدرک یا مقتدی کے مسائل

۱- مقتدی کے لیے لازم ہے کہ وہ امام کی اقتداء کی بھی نیت کرے۔ مقتدی کی صحت نماز کے لیے نیت اقتداء شرط ہے اور نیت کے معنی یہ ہیں کہ دل میں یہ ارادہ کرے کہ میں اس امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں۔ زبان سے اظہار ضروری نہیں ہے۔

۲- مقتدی پر واجب ہے کہ وہ نماز کے سارے فرائض اور واجبات میں امام کی اتباع کرے۔ البتہ نماز کی سنتوں میں امام کی پیروی لازمی نہیں۔ امام اگر شافعی مذہب کا پیرو ہو اور رکوع میں جاتے اور اٹھتے رفع یدین کرتا ہو تو حنفی مسلک کے پیرو مقتدی کے لیے اس سنت میں امام کی اتباع واجب نہیں۔ اسی طرح فجر کی نماز میں شافعی مسلک امام دعائے قنوت پڑھے تو حنفی مسلک کے پیرو مقتدی کے لیے دعائے قنوت پڑھنا ضروری نہیں۔ البتہ نمازِ وتر میں شافعی مسلک امام اگر رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھے تو حنفی مسلک مقتدی کے لیے بھی دعائے قنوت واجب ہے اس لیے کہ وتر میں دعائے قنوت پڑھنا واجب ہے۔

۳- مقتدی کے لیے واجب ہے کہ قرأت کے علاوہ سارے ارکان میں امام کے ساتھ شریک رہے۔ اگر کسی رکن میں شریک نہ ہو سکا تو نماز درست نہ ہوگی مثلاً امام رکوع میں گیا اور رکوع کر کے کھڑا ہو گیا اور مقتدی نے رکوع نہیں کیا یا امام کے بعد کیا تو اس مقتدی کی نماز نہ ہوگی۔

۴- جماعت میں ایک ہی مقتدی ہو تو اس کو امام کے داہنی جانب برابر یا ذرا سا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہونا چاہیے۔ بائیں جانب یا پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ ہاں اگر مقتدی کوئی

خاتون ہوتو بہر حال پیچھے کھڑی ہو چاہے ایک ہی خاتون ہو۔

۵- مقتدی کی نماز صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ مقتدی امام سے پیچھے کھڑا ہو اگر مقتدی امام سے آگے کھڑا ہو گیا تو نماز صحیح نہ ہو گی اور آگے کھڑا ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ مقتدی کی ایڑھی امام کی ایڑھی سے آگے نکل جائے۔

مسبوق کے مسائل

۱- مسبوق جماعت میں شریک ہو کر پہلے امام کے ساتھ وہ باقی نماز ادا کرے جو جماعت میں شامل ہونے کے بعد اس کو امام کے ساتھ ملے پھر جب امام نماز پوری کر کے سلام پھیرے تو مسبوق سلام نہ پھیرے بلکہ اپنی چھوٹی ہوئی رکعت یا رکعتیں ادا کرنے کے لیے اٹھ کھڑا ہو۔

۲- جو شخص پہلی رکعت کے رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہو جائے وہ مسبوق نہیں ہے پھر اگر وہ آخر تک شریک جماعت رہے تو مدرک ہے اور اگر درمیان میں کچھ رکعتیں رہ جائیں تو لاحق ہے۔

(اہلِ حدیث کے نزدیک وہ مسبوق سمجھا جائے گا اس لیے کہ ان کے نزدیک سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور یہ شخص سورۂ فاتحہ نہیں پڑھ سکا)

۳- مسبوق اپنی چھوٹی ہوئی نماز امام کے سلام پھیر لینے کے بعد منفرد کی طرح ادا کرے یعنی قرأت بھی کرے اور اگر اس سے کوئی سہو ہو جائے تو سجدۂ سہو بھی کرے۔

۴- مسبوق بقیہ نماز ادا کرنے میں اس ترتیب کا لحاظ رکھے کہ پہلے قرأت والی رکعتیں پڑھے اور پھر بغیر قرأت والی اور جو رکعتیں اس نے امام کے ساتھ پائی ہیں ان کے حساب سے قعدہ کرے مثلاً نمازِ ظہر میں ایک شخص تین رکعتیں ہو جانے کے بعد آ کر شریک جماعت ہوا تو وہ امام کے ساتھ اپنی ایک رکعت پڑھنے کے بعد اٹھ کھڑا ہو اور چھوٹی ہوئی تین رکعتیں اس ترتیب سے ادا کرے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورۃ ملا کر پڑھے اور قعدۂ اولیٰ کرے۔ اس لیے کہ یہ مسبوق کی نماز کے حساب سے دوسری رکعت ہے پھر دوسری رکعت میں بھی سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت ملا کر

پڑھے اور قعدہ نہ کرے اس لیے کہ یہ ملی ہوئی نماز کے حساب سے تیسری رکعت ہے پھر تیسری رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھے اور قعدۂ اخیرہ کر کے سلام پھیر دے۔

لاحق کے مسائل

۱- لاحق پہلے اپنی وہ رکعتیں ادا کرے جو امام کے ساتھ ادا کرنے سے رہ گئی ہیں۔ لاحق اپنی یہ رکعتیں ٹھیک اسی طرح ادا کرے گا جس طرح مقتدی ادا کرتا ہے۔ قرأت بھی نہیں کرے گا اور اگر کوئی ایسا سہو ہو جائے جس پر سجدۂ سہو واجب ہوتا ہو تو سجدۂ سہو بھی نہیں کرے گا۔ چھوٹی ہوئی رکعتیں ادا کرنے کے بعد باقی نماز امام کے ساتھ ادا کرے گا۔

۲- چھوٹی ہوئی رکعتیں ادا کرنے کے دوران اگر امام نماز پڑھا کر فارغ ہو جائے تو لاحق اپنی باقی نماز بھی تنہا پوری کرے مثلاً ایک شخص امام کے ساتھ شروع سے شریک جماعت ہوا پھر ایک رکعت ادا کرنے کے بعد اس کا وضو جاتا رہا اور وہ وضو کرنے کے لیے گیا۔ اتنے عرصے میں امام نے ایک رکعت اور بھی پڑھا دی اب لاحق پہلے یہ چھوٹی ہوئی ایک رکعت علیحدہ کھڑے ہو کر اس طرح ادا کرے جس طرح مقتدی ادا کرتا ہے۔ اب اگر امام اتنے وقت میں پوری نماز پڑھا کر فارغ ہو جاتا ہے تو لاحق اپنی بقیہ نماز تنہا ادا کرے۔

نمازِ وتر

نمازعشاء کے بعد جونماز پڑھی جاتی ہے اس کو وتر کہتے ہیں۔اس نماز کو وتر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی رکعتیں طاق ہوتی ہیں۔

نمازِ وتر کا حکم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ وتر کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔آپ ؐ کا ارشاد ہے:

''جوشخص وتر نہ پڑھے اس کا ہماری جماعت سے کوئی تعلق نہیں۔'' (ابوداؤد،حاکم)

اسی تاکید کے پیش نظر امام ابوحنیفہؒ اس نماز کو واجب کہتے ہیں۔

(اہلِ حدیث اور امام شافعیؒ کے نزدیک نماز وتر سنت ہے)

نمازِ وتر کی رکعتیں

نمازِ مغرب کی طرح نماز وتر کی بھی تین رکعتیں ہیں۔اکثر فقہا تین ہی رکعت کے قائل ہیں۔

(امام شافعیؒ ایک رکعت کے قائل ہیں اور اہلِ حدیث کے نزدیک ایک رکعت بھی جائز ہے اور ایک سے زیادہ طاق رکعتیں ۹ تک جائز ہیں۔(نماز محمدی از مولانا محمد جوناگڑھی)

نمازِ وتر کا طریقہ

پہلے دو رکعت فرض نماز کی طرح پڑھے پھر تیسری رکعت میں بھی سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملائے اور پھر تکبیر کے لیے دونوں ہاتھ اٹھا کر باندھ لے اور دعائے قنوت پڑھے۔

(اہلِ حدیث ہاتھ باندھنے کے بجائے دونوں ہاتھ اس طرح اٹھا لیتے ہیں جیسے دعا کے لیے اٹھائے جاتے ہیں)

دعائے قنوت

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِينُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَ نُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَ نُثْنِي عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَ نَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَ نَخْشٰى عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ۔

''اے اللہ! ہم تجھی سے مدد کے طالب اور تجھی سے مغفرت کے خواہاں ہیں اور تجھ پر ایمان لاتے ہیں اور تجھ پر بھروسہ کرتے ہیں اور تیری اچھی تعریف کرتے ہیں اور تیرا شکر ادا کرتے ہیں تیری ناشکری نہیں کرتے اور اس سے قطع تعلق کر لیتے ہیں جو تیرا نافرمان ہے اور اس سے ذرا لگاؤ نہیں رکھتے۔ اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں' تیری ہی نماز پڑھتے ہیں اور تجھی کو سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی طرف لپکتے ہیں اور تیرا حکم بجا لانے کے لیے مستعد رہتے ہیں' تیری رحمت کے امیدوار ہیں' تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں بلاشبہ تیرا عذاب کافروں کو مل کر رہے گا۔''

اس دعا کے ساتھ یہ دعا پڑھ لینا بھی بہتر ہے:

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا اَعْطَيْتَ وَقِنِيْ شَرَّمَا قَضَيْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ اِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ۔

(اہلِ حدیث وتر میں یہی دعا پڑھتے ہیں (نماز محمدی)

''اے اللہ! تو مجھے ہدایت سے نواز کر ہدایت یافتہ لوگوں میں شامل فرما اور

مجھے عافیت بخش کر عافیت پانے والوں میں شامل فرما اور میری سرپرستی فرما کر
ان لوگوں میں شامل فرما جن کی تو نے سرپرستی فرمائی اور مجھے ان چیزوں میں
برکت عطا فرما جو تو نے مجھے عنایت فرمائی ہیں اور مجھے اس شر سے بچا جس کا تو
نے فیصلہ فرمایا ہے کیونکہ تو ہی فیصلہ فرمانے والا ہے اور تجھ پر کسی کا فیصلہ نافذ
نہیں ہوتا۔ وہ ہرگز ذلیل نہیں ہوسکتا جس کی تو سرپرستی فرمائے اور وہ کبھی
عزت نہیں پاسکتا جس کو تو اپنا دشمن قرار دے لے تو بڑی ہی برکت والا ہے۔
اے ہمارے رب! اور بہت ہی بلند و برتر اور درود و سلام ہو پیارے نبیؐ پر اور
ان کی آل اولاد پر۔"

نماز وتر کی تینوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ قرآن پاک کا کوئی بھی حصہ پڑھ سکتے ہیں۔ البتہ مستحب یہ ہے کہ پہلی رکعت میں "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى" دوسری میں "قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ" اور تیری رکعت میں "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" پڑھے۔

حضرت ابی ابن کعبؓ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں یہ تین سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ (ابوداؤد نسائی)

نمازِ قصر کے احکام

۱- شریعت نے مسافر کو یہ سہولت دی ہے کہ وہ سفر میں نمازِ قصر کرے یعنی مختصر نماز پڑھے۔ جن اوقات میں چار رکعت فرض ہیں ان میں صرف دو رکعت پڑھے البتہ مغرب اور فجر میں کوئی کمی نہ کرے۔

۲- اپنی آبادی سے نکلنے کے بعد مسافر کے لیے نمازِ قصر پڑھنا واجب ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''یہ ایک صدقہ ہے جو خدا نے تم پر کیا ہے لہٰذا تمہیں چاہیے کہ اس کا صدقہ قبول کرو۔'' (بخاری، مسلم، ترمذی)

۳- سفر کے دوران نمازِ فجر کی سنتیں ترک نہ کرے اور مغرب کی سنتیں پڑھ لینا بھی بہتر ہے۔ دوسرے اوقات کی سنتوں میں اختیار ہے۔ البتہ وتر کی نماز بہرحال پڑھے اس لیے کہ وتر کی نماز واجب ہے۔

۴- شریعت کی اصطلاح میں مسافر سے مراد وہ شخص ہے جو کسی ایسے مقام تک سفر کے ارادے سے نکلے جو اس کی بستی سے کم از کم تین دن کی مسافت پر ہو۔ روزانہ صبح سے زوال تک اگر کوئی شخص درمیانی چال سے چلے تو وہ اندازاً چھتیس میل چلے گا۔ لہٰذا چھتیس میل کے سفر پر جو شخص روانہ ہو وہ مسافر ہے۔ چاہے وہ کسی تیز رفتار سواری سے سفر کر کے چند گھنٹوں ہی میں وہاں پہنچ جائے۔

(علم الفقہ، بعض علماء نے ۴۸ میل کا اندازہ کیا ہے۔)

۵- مسافر جب سفر کے ارادے سے اپنی بستی سے باہر نکل جائے تو قصر شروع کر دے۔

اسٹیشن اگر بستی سے باہر ہو تو وہاں بھی قصر کرے۔

۶- وطن اصلی سے نکلنے کے بعد جب تک مسافر سفر میں ہو برابر قصر کرتا رہے۔ ہاں اگر کسی مقام پر پندرہ یوم قیام کرنے کا ارادہ کرلے تو وہ اس کا وطن اقامت قرار پائے گا لہٰذا وہاں قصر نہ کرے لیکن ارادہ نہ ہونے کی صورت میں قیام چاہے کتنا ہی طویل ہو جائے قصر ہی کرتا رہے۔

۷- مقیم لوگ مسافر کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں اور مسافر لوگ مقیم کے پیچھے۔ البتہ مسافر جب نماز پڑھائے تو دو رکعت کے بعد سلام پھیر کر اعلان کردے کہ مقیم لوگ اپنی نمازیں پوری کرلیں اور مسافر جب مقیم کی اقتداء کرے تو پوری نماز پڑھے قصر نہ کرے۔

۸- سفر کے دوران اگر کسی وجہ سے نماز قضا ہو جائے تو اپنے مقام پر پہنچنے کے بعد اس کی قضا دو ہی رکعت پڑھے یعنی قصر کی قضا کرے تو قصر ہی پڑھے اور حالت اقامت کی قضا نماز اگر سفر میں پڑھے تو پوری پڑھے قصر نہ کرے۔

۹- سفر کے دوران دو نمازیں ایک ہی وقت میں ملا کر پڑھنے کو ''جمع بین الصلاتین'' کہتے ہیں جیسے ظہر کے وقت ہی میں ظہر کے ساتھ عصر کی نماز ملا کر پڑھ لی جائے یا مغرب کی نماز مؤخر کرکے عشاء کی نماز کے وقت میں عشاء کی نماز کے ساتھ پڑھ لی جائے۔ ایسا کرنا صرف سفر حج میں جائز ہے[۱]۔ البتہ جمع صوری جائز ہے۔ جمع صوری کا مطلب یہ ہے کہ ایک وقت کی نماز بالکل آخر میں پڑھی جائے اور دوسرے وقت کی نماز بالکل ہی شروع وقت میں۔ اس طرح بظاہر تو معلوم ہوگا کہ دونوں نمازیں ایک ہی وقت میں پڑھی ہیں لیکن درحقیقت دونوں نمازیں اپنے اپنے اوقات میں پڑھی گئی ہیں۔

---

[۱] اہلِ حدیث کے نزدیک ہر سفر میں ''جمع بین الصلاتین'' جائز ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ وقت ہونے سے پہلے ہی کوئی نماز پہلی نماز کے ساتھ ملا کر پڑھ لی جائے۔ اس کو جمع تقدیم کہتے ہیں اور یہ بھی جائز ہے کہ کسی نماز کو مؤخر کرکے دوسرے وقت کی نماز کے ساتھ پڑھ لیا جائے اس کو جمع تاخیر کہتے ہیں۔

نفل نمازوں کا بیان

پنج وقتہ نمازوں کے علاوہ کچھ اور مسنون نمازیں بھی ہیں، جن کی بڑی تاکید اور فضیلت آئی ہے۔ یہ نمازیں اگرچہ فرض و واجب نہیں صرف نفل ہیں لیکن ان کے اہتمام کا بڑا اجر و ثواب ہے۔

(فرض نماز کے مقابلے میں جب نفل بولا جاتا ہے تو اس سے ہر وہ نماز مراد ہوتی ہے جو فرض و واجب کے علاوہ ہو، چاہے وہ سنت مؤکدہ ہو یا غیر مؤکدہ یا مستحب ہو)

نمازِ تہجد

تہجد کی نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک خصوصی انعام ہے۔ آپؐ اس نماز کا نہایت اہتمام فرماتے تھے اور صحابہ کرامؓ کو بھی ترغیب دیتے تھے۔ تہجد کی نماز سنت ہے اور خدا نے ان لوگوں کو محسن اور متقی قرار دیا ہے جو تہجد کا اہتمام کرتے ہیں۔ تہجد کی نماز میں بڑی خیر و برکت ہے۔ تہجد کا التزام کرنے والے دنیا کی زندگی میں بھی خیر و برکت سے نوازے جاتے ہیں اور آخرت کی سعادتوں سے بھی مالا مال ہوتے ہیں۔ تزکیۂ نفس و اخلاق، حیاتِ طیبہ راہِ حق میں صبر و استقامت، اللہ سے قرب و تعلق، قول میں صحت و اثر، خدا کی نصرت و حمایت، رحمت الٰہی کا فیضان، گناہوں کی مغفرت، اوقات میں خیر و برکت، جسمانی بیماریوں سے حفاظت اور آخرت کی ابدی سرخروئی، یہ نماز تہجد کے التزام کی معروف اور محسوس برکتیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد کا انتہائی اہتمام فرماتے اور صحابہ کرامؓ بھی ذوق وشوق سے اس کا التزام کرتے اور ان کے بعد بھی داعیانِ حق نے ہر دور میں اس کا اہتمام کیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز شب میں پڑھی جانے والی تہجد کی نماز ہے۔'' (مسلم)

نماز تہجد کا وقت

تہجد کے معنی ہیں نیند توڑ کر اٹھنا۔ شب میں کچھ دیر سونے کے بعد اٹھ کر صبح صادق سے پہلے پہلے کا وقت نماز تہجد پڑھنے کا مسنون وقت ہے۔

نماز تہجد کی رکعتیں

تہجد کی کم سے کم رکعتیں دو ہیں اور زیادہ سے زیادہ آٹھ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہی تھا کہ آپؐ اکثر دو دو رکعتیں کر کے آٹھ رکعات ادا فرماتے۔

نمازِ تراویح

نمازِ تراویح رمضان المبارک میں نمازِ عشاء کے بعد اور وتروں سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔اس کا وقت فجر سے پہلے تک ہے اور یہ مرد اور خواتین کے لیے سنت مؤکدہ ہے۔البتہ مردوں کے لیے مسنون یہ ہے کہ وہ جماعت سے تراویح پڑھیں۔حدیث میں نمازِ تراویح کی بڑی فضیلت آئی ہے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"جس نے ایمانی کیفیت اور محض اجر آخرت کے لیے رمضان کی راتوں میں تراویح پڑھیں خدا اس کے وہ سارے گناہ بخش دے گا جو اس سے پہلے ہو چکے ہیں۔" (بخاری)

تراویح کی رکعتیں

تراویح بیس رکعات پڑھنا مسنون ہے۔حضرت عمرؓ خلیفہ راشد نے بیس رکعات تراویح جماعت سے پڑھنے کا نظم قائم فرمایا تھا اور صحابہؓ نے اس سے اتفاق کیا تھا اور پھر بعد کے دور میں بھی خلفائے راشدین نے اسی پر عمل فرمایا تھا اور بیس رکعتیں جماعت سے پڑھی جاتی رہیں۔

(اہلِ حدیث کے نزدیک آٹھ رکعتیں پڑھنا سنت ہے' ان کے نزدیک نمازِ تراویح دراصل تہجد ہی کی نماز ہے جو رمضان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اوّل وقت میں پڑھی ہے اور صحابہ کرام نے بھی' تاکہ رمضان کے مبارک مہینے میں زیادہ سے زیادہ لوگ اس نماز میں شریک ہو سکیں اور نماز تہجد کے بارے میں احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکعت سے زیادہ کبھی نہیں پڑھی ہیں)

نمازِ تراویح پڑھنے کا طریقہ

نماز تراویح پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ دو دو رکعت سنت تراویح کی نیت باندھی جائے اور ہر چار رکعت کے بعد کچھ دیر بیٹھا جائے۔ بہتر یہ ہے کہ اتنی دیر بیٹھے جتنی دیر میں چار رکعتیں پڑھی جائیں۔ بیٹھنے کے دوران خاموش بھی بیٹھ سکتے ہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ کچھ ذکر و تسبیح کرتے رہیں۔

نوافل سفر

سفر پر روانہ ہوتے وقت مستحب یہ ہے کہ آدمی اپنی قیام گاہ سے دو رکعت نفل پڑھ کر نکلے اور واپسی پر بھی دو رکعت پڑھنا مستحب ہے۔ دورانِ سفر بھی اگر آدمی کسی مقام پر کچھ وقت کے لیے قیام کا ارادہ کرے تو یہ مستحب ہے کہ وہاں دو رکعت نفل ادا کرے۔

صلوٰۃ الاوّابین

صلوٰۃ الاوابین سے مراد وہ چھ رکعت نفل نماز ہے جو مغرب کی نماز کے بعد دو دو رکعت کر کے پڑھی جاتی ہے۔ یہ نماز پڑھنا مستحب ہے۔ حدیث میں اس نماز کی بڑی فضیلت آئی ہے اور ترغیب دی گئی ہے۔

صلوٰۃ کسوف اور خسوف

کسوف یعنی سورج گرہن اور خسوف یعنی چاند گرہن کے وقت دو رکعت نماز پڑھنا سنت ہے۔ خسوف میں جماعت کے بغیر تنہا نماز پڑھنا مسنون ہے اور کسوف میں جماعت سے نماز پڑھنا مسنون ہے نیز بلند آواز سے قرأت کرنا مسنون ہے۔

سجدۂ سہو کے احکام

نماز میں کچھ کمی یا زیادتی ہو جانے سے یا کسی اور وجہ سے جو خرابی آجاتی ہے۔ اس کی [illegible]فی کے لیے نماز کے آخری قعدے میں دو سجدے کیے جاتے ہیں۔ ان سجدوں کو سجدۂ سہو

کہتے ہیں۔

سجدۂ سہو واجب ہونے کی صورتیں

۱۔ نماز کے فرائض میں سے کوئی فرض مکرر ہو جائے یا فرض ادا کرنے میں تاخیر ہو جائے یا کوئی فرض مقدم ہو جائے مثلاً کوئی ایک رکعت میں دو رکوع کرلے یا قرأت کرنے کے بعد رکا رہے اور تاخیر سے رکوع کرے یا رکوع کرنے سے پہلے سجدے میں چلا جائے۔

۲۔ بھولے سے کوئی واجب چھوٹ جائے مثلاً سورۂ فاتحہ کے بعد سورت ملانا بھول جائے یا واجب ادا کرنے میں کچھ تاخیر ہو جائے' چاہے بھولنے کی وجہ سے ہو یا کچھ سوچنے کی وجہ سے مثلاً کوئی سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد کچھ دیر تک کھڑا رہے اور پھر کوئی سورت پڑھے۔

۳۔ کسی واجب کی کیفیت میں تبدیلی ہو جائے مثلاً جہری نمازوں میں بلند آواز سے قرأت واجب ہے کوئی آہستہ قرأت کرلے یا سری نمازوں میں بلند آواز سے قرأت کرلے۔ ان تمام صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

سجدۂ سہو کا طریقہ

آخری قعدے میں ''تشہد'' پڑھنے کے بعد داہنی جانب سلام پھیرے اور پھر اطمینان سے دو سجدے کر کے قعدے میں بیٹھے اور تشہد' درود اور دعا پڑھ کر حسب قاعدہ دونوں طرف سلام پھیر لے۔

سجدۂ سہو کے چند مسائل

۱۔ نماز میں ایک واجب رہ جائے یا ایک سے زائد' بہر حال ایک ہی بار سجدۂ سہو کرنا واجب ہوگا۔

۲۔ امام سے کوئی واجب وغیرہ چھوٹ جائے تو امام بھی سجدۂ سہو کرے اور مقتدی پر بھی واجب ہے اور اگر مقتدی سے کوئی واجب وغیرہ رہ جائے تو نہ مقتدی پر سجدۂ سہو

واجب ہے اور نہ امام پر۔

۳- نماز کے فرائض میں سے کوئی فرض قصداً چھوڑ دے یا سہواً رہ جائے، ہر حال میں نماز دوبارہ پڑھنا ہوگی۔ سجدۂ سہو کرنے سے نماز صحیح نہ ہوگی اور اگر نماز کی سنتیں یا مستحبات رہ جائیں تو سجدہ سہو واجب نہ ہوگا۔

۴- کوئی شخص قعدۂ اولیٰ کرنا بھول گیا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا، اگر پوری طرح کھڑا ہو گیا ہے تو پھر نہ بیٹھے بلکہ نماز پوری کرلے قعدہ اخیرہ میں سجدہ سہو کرلے اور اگر پوری طرح کھڑا ہوا ہو تو بیٹھ جائے اور سجدہ سہو نہ کرے۔

۵- کوئی شخص قعدۂ اولیٰ میں ''تشہد'' پڑھنے کے بعد کھڑا ہونے کے بجائے درود شریف پڑھنے لگے اور اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کے بقدر پڑھ لے یا اتنی دیر تک یونہی خاموش بیٹھا رہے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

۶- کسی مسبوق سے اپنی چھوٹی ہوئی نماز پوری کرنے میں سہو ہو جائے تو اس پر بھی سجدۂ سہو واجب ہے۔

۷- ظہر یا عصر کی نماز میں چار کے بجائے دو رکعتیں پڑھے اور یہ سمجھ کر کہ چاروں پڑھ چکا ہے سلام پھیر لیا، سلام پھیرنے کے بعد یاد آیا کہ دو ہی رکعتیں پڑھی ہیں تو بقیہ دو رکعتیں پوری کرے اور سجدۂ سہو کرے۔ اس صورت میں بھی سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔

قضا نماز کے احکام و مسائل

جو نماز وقت پر پڑھی جائے وہ ادا ہے اور جو مقررہ وقت گزر جانے کے بعد پڑھی جائے وہ قضا ہے۔

۱- کسی واقعی معذوری اور مجبوری کے بغیر نماز قضا کرنا سخت گناہ ہے اور کبھی قضا ہو جائے تو قضا پڑھنے میں ٹال مٹول نہ کی جائے بلکہ جتنی جلد ممکن ہو قضا پڑھ لی جائے۔ بلا وجہ تاخیر کرنا گناہ ہے۔

۲- قضا نماز خاموشی سے پڑھ لینا چاہیے۔ اِس کا خواہ مخواہ اظہار کرنا مکروہ اور معیوب ہے۔

۳- قضا نماز کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے جب بھی یاد آئے اور موقع ہو فوراً قضا پڑھ لی جائے۔ اگر کئی وقت کی نمازیں قضا ہو گئی ہوں تو ان کے اوقات کا انتظار نہ کرے بلکہ جس وقت بھی پڑھ سکے پڑھ لے تاخیر نہ کرے۔ ممکن ہو تو ایک ہی وقت میں ساری نمازوں کی قضا پڑھ لے۔

۴- سفر کے دوران جو نمازیں قضا ہو جائیں ان کی قضا حالت قیام میں پڑھی جائیں تب بھی قصر کرنا چاہیے اور حالت قیام کی قضا نمازیں اگر سفر میں پڑھی جائیں تو پوری پڑھی جائیں۔

۵- فرض نمازوں کی قضا فرض ہے اور واجب کی قضا واجب ہے۔ نذر اور منت کی نمازیں بھی واجب ہیں لہٰذا ان کی قضا بھی واجب ہے۔

۶- سنت مؤکدہ اور نوافل کی قضا نہیں ہے۔ البتہ فجر کی سنتیں چونکہ انتہائی مؤکد ہیں اس

لیے ان کا حکم یہ ہے کہ سورج نکلنے کے بعد زوال سے پہلے پہلے پڑھ لی جائیں۔ زوال کے بعد نہ پڑھی جائیں۔ ہاں کوئی نفل نماز شروع کر دینے کے بعد فاسد ہو جائے تو اس کی قضا واجب ہے۔ اس لیے کہ نفل نماز شروع کرنے کے بعد واجب ہو جاتی ہے۔

۷- ظہر کی جو سنتیں فرضوں سے پہلے پڑھی جاتی ہیں کسی وجہ سے رہ جائیں تو فرضوں کے بعد پڑھی جا سکتی ہیں۔ فرض کے بعد کی دو سنتوں سے پہلے بھی پڑھ سکتے ہیں اور بعد میں بھی' البتہ ظہر کا وقت نکل جانے کے بعد ان کی قضا نہیں ہے۔

۸- نمازِ جمعہ کی قضا نہیں ہے لہٰذا جس شخص کا جمعہ قضا ہو جائے وہ اس کے بجائے چار رکعت فرض نمازِ ظہر کی قضا پڑھے۔

۹- کوئی شخص عید کی نماز میں شریک ہو لیکن کسی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہو گئی تو اب اس کی قضا نہیں ہے۔[1]

صاحب ترتیب کی قضا کا حکم

بالغ ہونے کے بعد جس شخص کی کوئی نماز قضا ہی نہ ہوئی ہو یا کبھی قضا ہوئی ہو تو پڑھ لی ہو اور اس کے ذمے زیادہ سے زیادہ پانچ نمازوں کی قضا واجب ہو چکا ہے وہ مسلسل قضا ہوئی ہوں یا مختلف اوقات میں' ایسے شخص کو شریعت کی اصطلاح میں صاحب ترتیب کہتے ہیں۔

صاحب ترتیب کے لیے قضا نماز پڑھنے میں دو باتوں کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔

(۱) ایک یہ کہ جب تک وہ قضا نمازیں نہ پڑھ لے اگلے وقت کی ادا نہیں پڑھ سکتا اور اگر کسی وقت قضا پڑھنے سے پہلے اگلے وقت کی ادا پڑھ لے گا تو قضا پڑھنے کے بعد پھر اس کے لیے ادا کردہ نماز کا دہرانا ضروری ہوگا۔

(۲) دوسری بات یہ کہ قضا شدہ نمازیں بھی ترتیب کے مطابق پڑھنا ضروری ہیں اور کسی وقت ترتیب کے خلاف قضا پڑھ لی تو پڑھی ہوئی نماز کو پھر دہرانا ہوگا۔

---

[1] اہلِ حدیث کا مسلک یہ ہے کہ تنہا بھی عید کی نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ چاہے عید گاہ میں جماعت نہ مل سکے۔ یا کوئی معذور اور مریض ہونے کی وجہ سے عید گاہ نہ جا سکے۔

نمازِ جمعہ کا بیان

یوم جمعہ کی فضیلت و آداب

خدا کے نزدیک ہفتے کے سات دنوں میں سب سے افضل اور ممتاز جمعہ کا دن ہے۔ اس دن میں خدا نے فضیلت کی پانچ ایسی باتیں جمع فرمادی ہیں جو اور کسی دن میں نہیں ہیں۔ اسی لیے اس کو جمعہ کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''جمعہ کا دن سارے دنوں میں افضل اور ممتاز ہے۔ خدا کے نزدیک اس کا مرتبہ سارے دنوں سے زیادہ ہے یہاں تک کہ اس کا مرتبہ عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر سے بھی زیادہ ہے۔ اس دن میں پانچ (ایسی) خصوصیات ہیں (جو اور دنوں میں نہیں) (۱) اسی دن خدا نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ (۲) اسی دن خدا نے آدم علیہ السلام کو زمین پر (خلیفہ بنا کر) اتارا۔ (۳) اسی دن ان کی وفات ہوئی۔ (۴) اس دن میں ایک ایسی ساعت ہے کہ بندہ اس ساعت میں اپنے خدا سے جو حلال اور طیب چیز چاہتا ہے وہ ضرور اس کو اعطا کر دی جاتی ہے۔ (۵) اور اسی دن قیامت آئے گی۔ خدا کے مقرب فرشتے' آسمان' زمین' ہوا' پہاڑ' دریا' کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو یوم جمعہ سے لرزتے اور ڈرتے نہ ہوں۔'' (ابن ماجہ)

جمعہ دراصل ایک اسلامی اصطلاح ہے۔ یہود کے یہاں ہفتہ کا دن عبادت کے لیے مخصوص تھا کیونکہ اسی دن خدا نے بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات بخشی تھی۔ عیسائیوں نے اپنے لیے بطور خود اتوار کا دن مقرر کرلیا تا کہ وہ یہودیوں سے ممتاز رہیں

اگر چہ اس کا حکم نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دیا تھا نہ انجیل ہی میں اس کا کہیں ذکر ہے۔ عیسائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ صلیب پر جان دینے کے بعد اسی روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام قبر سے نکل کر آسمان کی طرف تشریف لے گئے پھر ۳۲۱ء میں رومی سلطنت نے باقاعدہ ایک سرکاری اعلان کے ذریعے اس کو عام تعطیل کا دن مقرر کر دیا۔ اسلام نے اپنی ملت کو ان دونوں سے ممتاز کرنے کے لیے ہفتہ اور اتوار کا دن چھوڑ کر جمعہ کے دن کو اجتماعی عبادت کے لیے مقرر فرمایا:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے آداب بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

۱- ''مسلمانو! یہ وہ دن ہے جس کو خدا نے تمہارے لیے 'عید کا دن قرار دیا ہے لہٰذا تم اس دن غسل کیا کرو اور جس کو خوشبو میسر ہو تو اس کو استعمال کرنے میں کیا مضائقہ ہے اور دیکھو مسواک ضرور کیا کرو۔'' (مؤطا)

۲- ''جو شخص جمعہ کے روز نہائے' اچھے کپڑے پہنے اور میسر ہو تو خوشبو لگائے اور نمازِ جمعہ کے لیے آئے اور لوگوں کی گردنوں پر سے نہ پھاندے' پھر کچھ نماز پڑھے جو خدا نے اس کے لیے مقرر کر دی ہے پھر امام کی آمد سے ختم نماز تک خاموش رہے تو اس کے اس حسن عمل سے ان سارے گناہوں کی تلافی ہو جائے گی جو پچھلے جمعے سے اس جمعے تک اس سے سرزد ہوئے تھے۔'' (ابن ماجہ)

۳- ''پانچ نیکیاں ایسی ہیں جو شخص ان کو ایک دن میں کرے گا خدا اس کو اہلِ جنت میں لکھ دے گا۔ (۱) بیمار کی عیادت کرنا۔ (۲) نمازِ جنازہ میں شریک ہونا۔ (۳) روزہ رکھنا۔ (۴) نمازِ جمعہ پڑھنا۔ (۵) غلام کو آزاد کرنا۔''

۴- ''جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت کرے گا اس کے لیے دوسرے جمعے تک ایک نور روشن رہے گا۔'' (نسائی)

۵- ''جو شخص جمعہ کے روز نہایت اہتمام کے ساتھ غسل کرے پھر اوّل وقت میں مسجد جا پہنچے تو گویا اس نے خدا کی راہ میں اونٹ قربان کیا اور جو اس کے بعد دوسری ساعت میں پہنچے تو اس نے گویا گائے یا بھینس قربان کی اور جو اس کے بعد تیسری ساعت

میں پہنچے تو اس نے گویا سینگ والا مینڈھا قربان کیا اور جو اس کے بعد چوتھی ساعت میں پہنچے تو اس نے گویا خدا کی راہ میں انڈا قربان کیا پھر جب خطیب خطبہ دینے کے لیے اٹھ کھڑا ہو تو فرشتے مسجد کا دروازہ چھوڑ کر خطبہ سننے اور نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں آ بیٹھتے ہیں۔" (جامع ترمذی)

۶۔ "تمہارے دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے اسی دن آدمؑ کی تخلیق ہوئی اور اسی دن ان کی وفات ہوئی اور اسی دن قیامت آئے گی لہٰذا اس دن تم مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو۔ اس لیے کہ تمہارا درود وسلام میرے حضور پیش ہوتا ہے۔" (ابو داؤد)

نمازِ جمعہ کا حکم اور اہمیت

نمازِ جمعہ فرض عین ہے۔ قرآن وسنت سے اس کی فرضیت قطعی طور پر ثابت ہے اس کی فرضیت کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے اور جو شخص کسی عذر کے بغیر محض سستی اور لاپروائی سے اس کو چھوڑے وہ فاسق ہے۔ قرآن میں صاف ہدایت ہے:

"ایمان والو! جمعہ کے دن جب نمازِ جمعہ کے لیے اذان دی جائے تو ذکر اللہ کے لیے دوڑ جایا کرو اور خرید وفروخت کو چھوڑ دو۔ یہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہے اگر تم سمجھ سے کام لو۔" (سورۃ الجمعہ)

ذکر اللہ سے مراد نماز اور خطبہ ہے اور ذکر اللہ کے لیے دوڑنے سے مراد کوشش اور اہتمام کرنا ہے۔ اس غیر معمولی تاکید کی حکمت یہ ہے کہ اتنی بڑی جماعت سے محرومی زبردست محرومی ہے اور نمازِ جمعہ جماعت کے بغیر صحیح نہیں نہ نمازِ جمعہ کی قضا ہے۔ اس لیے مؤمن کو چاہیے کہ وہ اذان سنتے ہی نمازِ جمعہ کے لیے دوڑ پڑے۔

نمازِ جمعہ کی اہمیت بتاتے ہوئے آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص کسی معذوری اور حاجت کے بغیر نمازِ جمعہ چھوڑ دے اس کا نام منافق کی حیثیت سے اس کتاب میں لکھ دیا جاتا ہے جس کا لکھا نہ مٹایا جا سکتا ہے اور

نہ بدلا جا سکتا ہے۔''

نیز فرمایا:

''میرا جی چاہتا ہے کہ اپنی جگہ کسی کو نماز پڑھانے کے لیے کھڑا کر جاؤں اور خود جا کر ان لوگوں کے گھروں میں آگ لگا دوں جو جمعہ کی نماز میں آنے کے بجائے گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں۔'' (صحیح مسلم)

اور ارشاد فرمایا:

''جس شخص نے جمعہ کی اذان سنی اور پھر نماز کے لیے نہیں آیا پھر دوسرے جمعے کو اذان سنی اور نہیں آیا اسی طرح مسلسل تین جمعوں تک کرتا رہا تو اس کے دل پر مہر لگا دی جاتی ہے اور اس کا دل منافق کا دل بنا دیا جاتا ہے۔'' (ابوداؤد' ترمذی)

نمازِ جمعہ کی شرطیں

نمازِ جمعہ کی شرطیں دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ جو شرائط وجوب کہلاتی ہیں اور ایک وہ جو شرائط صحت کہلاتی ہیں۔ جن شرطوں کا نمازی کی ذات پر پایا جانا ضروری ہے ان کو شرائط وجوب کہتے ہیں اور جن شرطوں کا وجود خارج میں پایا جانا ضروری ہے ان کو شرائط صحت کہتے ہیں۔

شرائط وجوب

نمازِ جمعہ واجب ہونے کی پانچ شرطیں ہیں۔

۱- مرد ہونا' عورتوں پر نمازِ جمعہ واجب نہیں۔

۲- آزاد ہونا' غلاموں پر نمازِ جمعہ واجب نہیں۔

۳- عاقل و بالغ ہونا' مجنون اور بچے پر نمازِ جمعہ واجب نہیں۔

۴- مقیم ہونا' مسافر پر نمازِ جمعہ واجب نہیں۔

۵- صحیح اور تندرست ہونا۔ اپاہج' نابینا' مریض اور اسی طرح کے معذور پر نمازِ جمعہ واجب نہیں اور اسی طرح اس شخص پر بھی نمازِ جمعہ واجب نہیں جس کو خارج سے کوئی عذر

لاحق ہو جائے۔ مثلاً سخت طوفانی بارش ہو یا راہ میں کسی دشمن یا موذی جانور کا خوف ہو۔

شرائطِ صحت

نمازِ جمعہ صحیح ہونے کے لیے پانچ شرطیں ہیں ان شرائط کے بغیر اگر نمازِ جمعہ پڑھ لی جائے تو صحیح نہ ہوگی اور ایسے لوگوں کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ نمازِ ظہر ادا کریں۔ شرائط کی تفصیل یہ ہے:

۱- ''مصر جامع۔'' مصر جامع سے ہر وہ شہر یا بڑی بستی مراد ہے جہاں ایسے مسلمان جن پر نمازِ جمعہ واجب ہے اتنی تعداد میں رہتے ہوں کہ اگر وہ سب اس بستی کی کسی بڑی مسجد میں جمع ہونا چاہیں تو اس میں سب کے لیے گنجائش نہ ہو۔

(اہلِ حدیث کے نزدیک ہر چھوٹی بڑی بستی میں نمازِ جمعہ پڑھنا درست ہے)

۲- ''وقت ظہر۔'' نہ ظہر کے وقت سے پہلے نمازِ جمعہ پڑھی جا سکتی ہے اور نہ وقت نکل جانے کے بعد۔

۳- ''خطبہ۔'' نمازِ جمعہ سے پہلے وقت کے اندر خطبہ پڑھنا بھی جمعہ صحیح ہونے کی شرط ہے۔

۴- ''جماعت۔'' خطبہ شروع ہونے کے وقت سے اختتام نماز تک کم از کم تین آدمی امام کے علاوہ موجود ہوں۔

۵- ''اذنِ عام۔'' یعنی ایسے مقام پر علی الاعلان نماز پڑھی جائے جہاں ہر شخص کو شریک ہونے کی عام اجازت ہو اور کسی کی آمد پر کوئی روک ٹوک نہ ہو اور اگر اسلامی نظام قائم ہو تو یہ شرط بھی ہے کہ خلیفۂ وقت خود یا اس کے مقرر کیے ہوئے نائب قیامِ جمعہ کا نظم کریں۔

جمعہ کی سنتیں

چار رکعت سنت مؤکدہ فرضوں سے پہلے (ایک سلام سے) اور چار رکعت سنت

مؤکدہ فرضوں کے بعد (ایک سلام سے) یہ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے اور صاحبینؒ کا مسلک یہ ہے کہ جمعے کے بعد چھ سنتیں مؤکدہ ہیں۔ پہلے چار رکعت اور پھر دو رکعت۔

نمازِ جمعہ کے متفرق مسائل

۱- بہتر یہ ہے کہ جو شخص خطبہ دے وہی جمعے کی نماز بھی پڑھائے لیکن کسی وجہ سے نماز دوسرا شخص پڑھا دے بشرطیکہ اس نے خطبہ سنا ہو تو یہ بھی درست ہے اگر ایسے شخص نے نمازِ جمعہ پڑھا دی جس نے خطبہ نہیں سنا تھا تو نماز نہ ہوگی۔

۲- بیمار اور معذور لوگ جن پر نمازِ جمعہ واجب نہیں ہے وہ اس دن ظہر کی نماز الگ الگ پڑھیں۔ جمعے کے دن ایسے لوگوں کو نمازِ ظہر جماعت سے پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (درمختار)

۳- شہر اور بڑے قصبے میں کئی کئی مقامات پر نمازِ جمعہ پڑھنا درست ہے۔

۴- نمازِ جمعہ خطبے کے مقابلے میں طویل ہونا چاہیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''نمازِ جمعہ طویل پڑھنا اور خطبہ مختصر پڑھنا خطیب کی سوجھ بوجھ اور دینی بصیرت کی علامت ہے لہٰذا تم نماز طویل پڑھو اور خطبہ مختصر۔'' (مسلم)

۵- کوئی شخص نمازِ جمعہ میں تاخیر سے پہنچے اور قعدۂ اخیرہ میں امام کے ساتھ جماعت میں شریک ہو یا سجدۂ سہو کے بعد تشہد میں آکر شریک ہو تب بھی اس کی نمازِ جمعہ درست ہے۔

۶- نمازِ جمعہ میں سورۂ ''الجمعہ'' اور سورۂ ''المنافقون'' یا سورۂ ''الاعلیٰ'' اور سورۂ ''الغاشیہ'' پڑھنا سنت ہے۔

۷- مسجد میں جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جانا چاہیے لوگوں کو پھاند پھاند کر اگلی صفوں میں پہنچنا مکروہ ہے۔ اس سے نمازیوں کو جسمانی تکلیف بھی ہوتی ہے اور قلبی اذیت بھی اور یکسوئی میں خلل بھی واقع ہوتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص پہلی صف کو چھوڑ کر دوسری صف میں اس لیے کھڑا ہوا کہ اس کے

بھائی کو تکلیف نہ ہو تو خدا تعالیٰ اس کو پہلی صف والوں سے دوگنا اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔'' (طبرانی)

خطبے کے آداب

۱- خطیب ہر جمعے کے لیے مناسب حال، مؤثر اور جامع خطبہ تیار کرے اور ملک و ملت کے حالات او مسائل کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن و سنت کی روشنی میں ہدایات دے۔ مسلمانوں کو دِین اپنانے اور دینی احکام کے مطابق اپنی زندگیاں ڈھالنے کی ترغیب دے اور ان کی ذمہ داریاں یاد دلا کر ان کو عمل پر ابھارے۔

۲- خطیب پہلے خطبے میں سامعین کو ہدایات دے اور دوسرے خطبے میں قرآن کی کچھ آیات تلاوت کر کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے۔ آل رسولؐ اور اصحابؓ رسول اور عام مسلمانوں کے لیے دعا کرے۔

۳- خطبہ انتہائی وقار، جوش اور جذبے کے ساتھ دینا چاہیے۔ خطبے میں پرجوش انداز اختیار کرنا مستحب ہے۔

۴- خطبہ نماز کے مقابلے میں مختصر دے، نماز کے مقابلے میں خطبہ طویل دینا مکروہ ہے۔

۵- خطبے کے وقت خطیب کے قریب بیٹھنا اور خطیب کی طرف رخ کرنا مستحب ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے:

''خطبہ میں حاضر رہا کرو اور خطیب سے قریب رہو۔'' (مشکوٰۃ)

۶- خطیب جب خطبہ دینے کے لیے کھڑا ہو جائے تو پھر نہ نماز پڑھی جائے نہ بات چیت کی جائے۔ دورانِ خطبہ نماز پڑھنا، گفتگو کرنا، ذکر و تسبیح میں مشغول ہونا، سلام کرنا، سلام کا جواب دینا یا کوئی بھی ایسا کام کرنا جس سے خطبے کی سماعت میں فرق پڑتا ہو مکروہ تحریمی ہے۔

۷- دوران خطبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی آئے تو دل میں درود شریف پڑھنا جائز ہے۔

۸- پہلا خطبہ دینے کے بعد خطیب ممبر پر اتنی دیر بیٹھ جائے جتنی دیر میں تین چھوٹی آیتیں پڑھی جا سکیں یا تین بار "سُبْحَانَ اللّٰہِ" کہا جا سکے پھر کھڑے ہو کر خطبہ ثانیہ دے۔

۹- خطبہ انتہائی یکسوئی کے ساتھ خاموش بیٹھ کر سننا چاہیے۔ خطبہ سننا واجب ہے۔

۱۰- خطبے میں ضرورت کے وقت لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنا جائز ہے بلکہ مقتدیوں تک خطبے کی ہدایات پہنچانے کے لیے مستحسن ہے اور اگر ضرورت پڑے تو لاؤڈ اسپیکر پر نماز ادا کرنے میں بھی کوئی قباحت نہیں ہے۔

۱۱- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر جو خطبے دیئے ہیں وہ انتہائی مؤثر، بلیغ اور جامع ہیں۔ بطور تبرک کبھی کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبے بھی پڑھے جائیں تو بہتر ہے بطور نمونہ ایک خطبہ نقل کیا جاتا ہے۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا:

اَیُّھَا النَّاسُ! اِنَّ لَکُمْ مَعَالِمَ فَانْتَھُوْا اِلٰی مَعَالِمِکُمْ وَاِنَّ لَکُمْ نِھَایَۃً فَانْتَھُوْا اِلٰی نِھَایَتِکُمْ اِنَّ الْمُؤْمِنَ بَیْنَ مَخَافَتَیْنِ بَیْنَ اَجَلٍ قَدْ مَضٰی لَایَدْرِیْ مَا اللّٰہُ صَانِعٌ بِہٖ وَبَیْنَ اَجَلٍ قَدْ بَقِیَ لَا یَدْرِیْ مَا اللّٰہُ قَاضٍ بِہٖ فَلْیَاْخُذِ الْعَبْدُ مِنْ نَفْسِہٖ لِنَفْسِہٖ وَمِنْ دُنْیَاہُ لِاٰخِرَتِہٖ وَمِنَ الشَّیْبَۃِ قَبْلَ الْکِبَرِ وَمِنَ الْحَیٰوۃِ قَبْلَ الْمَوْتِ' فَوَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ مَا بَعْدَ الْمَوْتِ مِنْ مُّسْتَعْتَبٍ وَلَا بَعْدَ الدُّنْیَا دَارٌ اِلَّا الْجَنَّۃُ اَوِ النَّارُ .

"لوگو! تمہارے لیے شرعی حدود کی نشان دہی کر دی گئی ہے پس ان حدود تک پہنچ کر رک جاؤ اور ان سے تجاوز نہ کرو اور تمہاری منتہائے منزل متعین ہے پس تم اس منزل تک (تیار ہو کر) پہنچو۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان دو اندیشوں کے درمیان زندگی گزار رہا ہے۔ ایک وہ مدت عمر جو بیت چکی ہے اور جس کے بارے میں کچھ پتہ نہیں کہ خدا اس کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا اور ایک وہ مدت عمر جو ابھی باقی ہے اور کچھ نہیں معلوم کہ اس کے بارے میں خدا کا فیصلہ کیا ہے (کچھ کرنے کی توفیق ہوتی ہے یا نہیں؟) پس بندے کو چاہیے کہ اپنی زندگی سے اپنے لیے توشہ فراہم کرے اور اپنی دنیا سے اپنی عاقبت بنائے اور اپنی

جوانی سے فائدہ اٹھائے۔ اس سے پہلے کہ بڑھاپا آئے اور اپنی زندگی کو کامیاب بنائے اس سے پہلے کہ موت آدبوچے۔

پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ مرنے کے بعد توبہ کرنے اور خدا کی رضا حاصل کرنے کا موقع نہیں اور دنیا کے بعد دو ٹھکانوں کے سوا کوئی تیسرا ٹھکانہ نہیں یا (ہمیشہ کی) جنت ہے یا آتش جہنم۔"

نمازِ عید کے احکام

اسلام نے مسلمانوں کی اجتماعی اور دینی خوشی منانے کے لیے دو دن مقرر کیے اور دراصل مسلمانوں کے یہی دو اسلامی تہوار ہیں۔ پہلی شوال کو عید الفطر کا تہوار اور دسویں ذی الحجہ کو عید الاضحیٰ کا تہوار۔ عید الفطر مسلمان اس لیے مناتے ہیں کہ خدا نے اپنے بندوں کے لیے رمضان میں جو عبادتیں مقرر کی تھیں بندے خدا کی توفیق سے ان کو ادا کرنے میں کامیاب ہوئے اور عید الفطر منانے کا حق انہی کو ہے جو اس لیے خوشی منائیں نہ کہ محض ایک قومی تہوار سمجھ کر۔

اور عید الاضحیٰ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی عظیم ترین قربانی کی یادگار ہے جس کو مسلمان محض اس لیے مناتے ہیں کہ وہ جانوروں کا خون بہا کر خدا سے یہ عہد کریں کہ وہ اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں یہاں تک کہ اپنا خون بھی خدا کی راہ میں بہانے سے دریغ نہ کریں گے۔ دراصل عید الاضحیٰ کی خوشی منانے کے وہی لوگ حق دار ہیں جو ان جذبات کے ساتھ قربانی کریں۔ اسلامی تہوار محض اجتماعی خوشی منانے کے دن ہی نہیں ہیں بلکہ وہ عبادت کے دن ہیں' یہی وجہ ہے کہ دونوں تہواروں کے لیے شریعت نے کچھ مخصوص عبادتیں مقرر فرمائی ہیں۔

یومِ عید الفطر کے مسنون کام

عید الفطر کے دن نو کام مسنون ہیں۔

۱۔ صفائی ستھرائی اور آرائش و زیبائش کا پورا پورا اہتمام کرنا' غسل کرنا' مسواک کرنا اور خوشبو وغیرہ کا استعمال کرنا۔

۲- عمدہ سے عمدہ لباس جو میسر ہو زیب تن کرنا' چاہے نیا ہو یا دھلا ہوا ہو۔

۳- صبح کو بہت جلد اٹھنا۔

۴- عیدگاہ میں اوّل وقت پہنچنا۔

۵- عیدگاہ روانہ ہونے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کردینا۔

۶- عیدگاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا۔

۷- عیدگاہ میں عید کی نماز پڑھنا۔ نمازِ عید' عیدگاہ میں پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔

۸- ایک راستے سے پیدل جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا (واپسی میں سواری سے آنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔)

۹- راستے میں آہستہ آہستہ یہ تکبیر پڑھنا۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ۔

عیدالاضحیٰ کے دن بھی یہی سارے کام مسنون ہیں۔ البتہ دو باتوں میں فرق ہے۔ ایک یہ کہ عیدالاضحیٰ میں عیدگاہ جانے سے پہلے کچھ نہ کھانا مسنون ہے اور دوسرے یہ کہ جاتے وقت بلند آواز سے تکبیر پڑھنا مسنون ہے۔

نمازِ عید کا حکم

عید کی دو رکعت نماز واجب ہے اور نمازِ عید کی صحت اور وجوب کے لیے وہی ساری شرطیں ہیں جو نمازِ جمعہ کے لیے ہیں۔ البتہ نمازِ عید کے لیے خطبہ شرط نہیں ہے نیز جمعہ کا خطبہ فرض ہے اور عیدین کا خطبہ سنت ہے۔

نمازِ عید کی نیت اور ترکیب

نیت کرتا ہوں دو رکعت نمازِ عیدالفطر یا عیدالاضحیٰ کی' چھ زائد واجب تکبیروں کے ساتھ' پھر تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لے اور ثنا پڑھے پھر تین زائد تکبیریں کہے' ہر بار ہاتھ اٹھائے اور باندھنے کے بجائے چھوڑ دے۔ البتہ تیسری تکبیر کے بعد باندھ لے۔ ہر تکبیر کے بعد تین

بار سبحان اللہ کہنے کے بقدر وقفہ کرے۔ تیسری تکبیر کے بعد تعوذ اور تسمیہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ پڑھے۔ کوئی سورت ملائے اور پھر حسب معمول رکوع سجود وغیرہ کر کے دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے۔ دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور قرأت کے بعد رکوع میں جانے کے بجائے تین زائد تکبیریں کہے، ہاتھ اٹھائے اور لٹکائے، چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے اور نماز پوری کرے۔

نمازِ عید کا وقت

سورج کی روشنی اچھی طرح پھیلنے اور تیز ہونے کے بعد سے شروع ہو کر زوال تک رہتا ہے لیکن مستحب یہ ہے کہ نمازِ عیدین میں جلدی کی جائے، نیز مسنون یہ ہے کہ نمازِ عید الاضحیٰ، نمازِ عید الفطر کے مقابلے میں نسبتاً پہلے پڑھی جائے۔

نمازِ عید کے متفرق مسائل

۱- نمازِ عید کے لیے اذان اور اقامت مشروع نہیں ہے۔

۲- عید گاہ میں یا جس مقام پر عید کی نماز پڑھی جا رہی ہو وہاں کوئی اور نماز پڑھنا مکروہ ہے، عید کی نماز سے پہلے بھی اور عید کی نماز کے بعد بھی۔

۳- عید کی نماز میں قرأت جہر سے کرنا واجب ہے اور ان سورتوں کا پڑھنا مسنون ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کبھی سورۂ ''الاعلیٰ'' اور سورۂ ''الغاشیہ'' پڑھتے اور کبھی سورۂ ''قٓ'' اور سورۂ ''القمر'' پڑھا کرتے۔

۴- عید کا خطبہ نماز کے بعد پڑھنا سنت ہے اور خطبہ عید کا سننا واجب ہے۔

تکبیر تشریق

ذوالحجہ کی نو تاریخ نمازِ فجر کے بعد سے ذوالحجہ کی تیرہ تاریخ نمازِ عصر تک ہر نماز کے بعد ایک مرتبہ بلند آواز سے تکبیر تشریق پڑھنا واجب ہے البتہ خواتین کو آہستہ آواز سے پڑھنا واجب ہے۔ تکبیر تشریق یہ ہے:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ

الْحَمْدُ ۔

''اللہ سب سے بڑا ہے' اللہ سب سے بڑا ہے' اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے اور شکر و حمد اسی کے لیے ہے۔''

خواتین اور مسافر پر تکبیر تشریق واجب نہیں لیکن یہ اگر کسی ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھیں جس پر تکبیر تشریق واجب ہے تو ان پر بھی واجب ہو جائے گی۔

آدابِ تلاوت

اللہ کی کتاب سے استفادہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اہتمام کے ساتھ اس کی تلاوت کا التزام کیا جائے اور تلاوت کے وقت ان امور کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے جن کو آداب تلاوت کہا جاتا ہے۔

۱۔طہارت:

قرآن اللہ کا مقدس ہدایت نامہ ہے اس کی تلاوت کرنے کے لیے ضروری ہے کہ طہارت اور پاکی کا پورا پورا اہتمام کیا جائے۔قرآن میں ہے:

لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ

''اس کو وہی ہاتھ لگاتے ہیں جو نہایت پاک ہیں۔''

اس آیت سے علماء نے یہی سمجھا ہے کہ پاک صاف ہوکر ہی قرآن کو ہاتھ لگانا چاہیے۔ وضو نہ ہو تو وضو کر لیا جائے اور غسل کی حاجت ہو تو غسل کر لیا جائے۔ وضو نہ ہو تو قرآن پڑھنا جائز ہے لیکن غسل کی حاجت ہو تو پڑھنا بھی ممنوع ہے۔

۲۔اخلاص نیت:

تلاوت کا مقصود محض رضاءِ الٰہی اور طلبِ ہدایت ہو۔ اس کے سوا دوسرے تمام جذبات سے دل پاک ہو اور تلاوت کرنے والا قرآن کی ہدایت کے مطابق اپنی عملی زندگی کو ڈھالنے میں پیہم سرگرم ہو۔

۳۔تعوذ وتسمیہ:

تلاوت شروع کرتے وقت تعوذ پڑھی جائے۔قرآن کی ہدایت ہے:

وَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔

''اور جب تم قرآن پڑھو تو اللہ کی پناہ مانگو شیطان مردود سے (یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ)''

اور پھر بسم اللہ پڑھ کر قرآن کی تلاوت شروع کی جائے اگر پڑھتے پڑھتے کسی سے گفتگو وغیرہ کرلی تو پھر تعوذ دہرالینا چاہیے۔ ہر نئی سورت شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے۔ البتہ سورۃ ''براءۃ'' کے شروع میں بسم اللہ نہ پڑھی جائے۔

۴- قرآن میں دیکھ کر تلاوت کا اہتمام:

قرآن پاک میں دیکھ کر تلاوت کرنے کا بڑا اجروثواب ہے ایک تو تلاوت کا اجر دوسرے کلام اللہ کو ہاتھ میں لینے اور اس کی زیارت کرنے کا اجر۔

۵- تجوید اور خوش الحانی:

قرآن کو ذوق وشوق اور جوش وجذبے کے ساتھ نہایت خوش الحانی کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر اس طرح پڑھنا کہ حروف بھی ٹھیک ٹھیک ادا ہوں اور اوقاف کا بھی لحاظ رہے۔ قرآن کو بے دلی کے ساتھ رواں دواں پڑھنا اور صحت کا لحاظ نہ رکھنا مکروہ ہے۔ قرآن کو صحیح صحیح پڑھنا واجب ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''حسن ادا اور حسن آواز سے قرآن کو آراستہ کرو۔'' (ابوداؤد)

۶- پابندی اور التزام:

روزانہ بلاناغہ قرآن کا کچھ حصہ تلاوت کرنا مستحب ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''جس شخص نے قرآن پڑھا اور روزانہ پابندی کے ساتھ اس کی تلاوت کرتا رہتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے مشک سے بھری ہوئی زنبیل کہ اس کی خوشبو چار سو مہک رہی ہے اور جس شخص نے قرآن پڑھا لیکن وہ اس کی تلاوت نہیں کرتا اس کی مثال ایسی ہے جیسے مشک سے بھری ہوئی بوتل کہ اس کو ڈاٹ لگا کر

بند کر دیا گیا ہے۔''

۷-تہجد میں تلاوت کا اہتمام:

نمازِ تہجد میں تلاوتِ قرآن کا اہتمام فضیلت تلاوت کا سب سے اونچا مرتبہ ہے۔ تہجد کا وقت ریا کاری اور نمود و نمائش سے حفاظت اور خلوص وللّٰہیت نیز توجہ الی اللہ اور دل بستگی کا خاص وقت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی تہجد میں طویل تلاوت کا اہتمام فرماتے تھے۔

۸-غور وتدبر:

قرآن اسی لیے نازل ہوا ہے کہ اس پر غور و فکر کیا جائے۔ اس کے اوامر کو بجالایا جائے اور اس کی نواہی سے بچا جائے اور اس کے احکام کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالا جائے۔ قرآن کا تھوڑا سا حصہ پڑھ کر اس پر غور وتدبر کرنا اور اس کی دعوت و پیغام کو سمجھنا اس سے بہتر ہے کہ آدمی فرفر بہت سا حصہ پڑھ جائے۔ البتہ حافظ لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ حصہ روزانہ تلاوت کریں تاکہ بھول نہ جائیں۔

۹-اثر پذیری:

قرآن پاک کی تلاوت کرتے وقت جس قسم کے مضامین آئیں ان کے مطابق ان سے اثر لینا اور اس اثر کا اظہار کرنا مستحب ہے۔ جب خدا کے بے پایاں انعام واکرام، رحمت ومغفرت اور جنت کی بے مثال نعمتوں کا ذکر ہو تو مسرت اور خوشی کا اظہار کیا جائے اور خدا سے رحمت کی دعا کی جائے اور جب خدا کے غیظ وغضب اور جہنم کی ہولناکیوں کا تذکرہ ہو تو اس پر غمزدہ ہو کر رنج واندوہ کا اظہار کیا جائے اور خدا کے دامن میں اس سے پناہ مانگی جائے۔

سجدۂ تلاوت

قرآن مجید میں چودہ مقامات ایسے ہیں جن کو پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔اس کو سجدۂ تلاوت کہتے ہیں۔سجدۂ تلاوت واجب ہے۔سجدے کے چودہ مقامات یہ ہیں۔

(اہلِ حدیث کے نزدیک پندرہ مقامات ہیں وہ سورۂ الحج آیت پر بھی سجدہ کرتے ہیں)

(دوسرے ائمہ کے نزدیک سجدہ تلاوت سنت ہے واجب نہیں)

۱-سورۂ الاعراف آیت ۲۰۶	وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ۔
۲-سورۂ الرعد آیت ۱۵	بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۔
۳-سورۂ النحل آیت ۵۰	وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۔
۴-سورۂ بنی اسرائیل آیت ۱۰۹	وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ۔
۵-سورۂ مریم آیت ۵۸	خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ۔
۶-سورۂ الحج آیت ۱۸	يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۔
۷-سورۂ الفرقان آیت ۶۰	وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ۔
۸-سورۂ النمل آیت ۲۶	رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۔
۹-سورۂ الم السجدہ آیت ۱۵	وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۔
۱۰-سورۂ ص آیت ۲۵	وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۔
۱۱-سورۂ حم السجدہ آیت ۳۸	وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَ ۔
۱۲-سورۂ النجم آیت ۶۲	فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ۔

۱۳-سورۂ انشقاق آیت ۲۱ — لَا يَسْجُدُوْنَ ۔

۱۴-سورۂ العلق آیت ۱۹ — وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۔

سجدۂ تلاوت کا طریقہ

باوضو کھڑے ہوکر قبلے کی طرف رخ کرے اور سجدۂ تلاوت کی نیت کر کے ''اللہ اکبر'' کہتا ہوا سجدے میں جائے اور سجدے کی تسبیح پڑھے اور اللہ اکبر کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہو۔ نہ تشہد میں بیٹھنے کی ضرورت ہے اور نہ سلام پھیرنے کی۔ کھڑے ہوکر سجدۂ تلاوت میں جانا مستحب ہے۔

سجدۂ تلاوت کے مسائل

۱- آیت سجدہ نماز کے اندر پڑھنے کی صورت میں فوراً سجدہ کرنا واجب ہے تاخیر کرنا جائز نہیں اور نماز کے باہر پڑھنے کی صورت میں بہتر یہ ہے کہ فوراً سجدہ کرلیا جائے لیکن تاخیر میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ البتہ بلاوجہ ٹالنا مکروہ تنزیہی ہے۔

۲- نماز میں آیت سجدہ کی صورت میں سجدۂ تلاوت اسی نماز میں ادا کرنا واجب ہے۔ نہ تو یہ سجدہ تلاوت نماز کے باہر ادا کیا جاسکتا ہے اور نہ کسی دوسری نماز میں اور اگر نمازی سجدۂ تلاوت اس نماز میں ادا کرنا بھول جائے تو پھر توبہ واستغفار کے سوا اس کی تلافی کے لیے کوئی اور صورت نہیں ہے۔

۳- نماز میں امام آیت سجدہ پڑھے تو سارے مقتدیوں پر سجدۂ تلاوت واجب ہے اور اگر مقتدی آیت سجدہ پڑھ لے تو نہ اس مقتدی پر سجدۂ تلاوت واجب ہے اور نہ امام پر۔

۴- دل میں آیت سجدہ پڑھنے یا لکھنے کی صورت میں سجدۂ تلاوت واجب نہ ہوگا لیکن سجدے سے بچنے کے لیے یہ صورت اختیار کرنا صحیح نہیں۔

۵- ایک ہی مجلس میں ایک آیت کئی بار پڑھی تو ایک سجدہ واجب ہوگا اور اگر کئی آیتیں پڑھیں تو جتنی آیتیں پڑھی ہیں اتنے ہی سجدے واجب ہوں گے اور اگر ایک ہی آیت کئی مجلسوں میں پڑھی تو جتنی مجلسوں میں پڑھی اتنے ہی سجدے واجب ہوں

گے۔

۶- سجدۂ تلاوت صحیح ہونے کی شرطیں وہی ہیں جو نماز کی شرطیں ہیں یعنی باوضو ہونا' قبلے کی طرف رخ کرنا اور سجدے میں زمین پر سر رکھنا۔

(بعض علماء کا خیال یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت کے لیے نہ وضو شرط ہے نہ قبلہ رخ ہونا اور نہ یہ ضروری ہے کہ سجدے میں زمین پر سر رکھا جائے بلکہ آیت سجدہ سن کر جو شخص جہاں جس حال میں ہو جھک جائے خواہ وضو ہو یا نہ ہو۔ استقبالِ قبلہ ممکن ہو یا نہ ہو' زمین پر سر رکھنے کا موقع ہو یا نہ ہو' ہر حال میں سجدۂ تلاوت ادا ہو جائے گا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے تفہیم القرآن جلد دوم صفحہ ۱۱۶)

قریب المرگ کے احکام

۱- جب محسوس ہونے لگے کہ مریض کا دمِ واپسیں ہے تو اس کو داہنی کروٹ اس طرح لٹا دیا جائے کہ اس کا منہ قبلے کی طرف رہے اور اگر اس طرح لٹانے میں کوئی زحمت ہو تو چت لٹا کر پاؤں قبلے کی طرف کر کے سر اونچا کر دینا چاہیے ایسا کرنا مسنون ہے۔

۲- مریض کے پاس بیٹھنے والے کلمہ طیبہ لا الہ اللہ ذرا اونچی آواز سے پڑھتے رہیں۔ مریض سے پڑھنے کے لیے نہ کہیں۔ مریض کو کلمہ طیبہ تلقین کرنا مستحب ہے۔ آپ ؐ کا ارشاد ہے:

''مرنے والے کو کلمہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تلقین کرو۔'' (مسلم)

نیز فرمایا:

''جس شخص کا آخری کلمہ ''لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ'' ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

(ابوداؤد)

نیز مریض کے پاس سورۂ یٰسین کی تلاوت مستحب ہے اور خوشبو وغیرہ سلگانا بھی مستحب ہے۔ حدیث میں ہے۔ ''مرنے والے کے پاس سورۂ یٰسین پڑھا کرو۔''

(ابوداؤد، ابن ماجہ)

۳- جان نکلنے کے بعد مردے کی آنکھیں نرمی سے بند کر کے اس کے منہ پر ایک پٹی باندھ دیں۔ پٹی تھوڑی کے نیچے سے نکال کر سر کے اوپر باندھ دی جائے اور مردے کے ہاتھ پیر سیدھے کر دیئے جائیں۔

۴- میت کے پاس بین کر کے رونا، دہاڑیں مارنا، منہ پیٹنا، گریبان پھاڑنا وغیرہ سب منع

ہے۔

۵۔ مرنے کے بعد مرنے والے کو اچھے ناموں سے یاد کرنا چاہیے اگر کچھ کوتاہیاں ہوئی ہوں تو بھی ان کا ذکر نہ کیا جائے بلکہ اچھائیوں اور خوبیوں کا ذکر کیا جائے۔آپ ؐ کا ارشاد ہے:

''اپنے مردوں کی خوبیاں بیان کیا کرو اور ان کی برائیوں سے زبان بند رکھا کرو۔''

غسل اور کفن کے احکام

۱۔ مرنے کے بعد غسل اور تجہیز و تکفین میں تاخیر نہ کرنا چاہیے۔ میت کو غسل اور کفن دینا فرض کفایہ ہے۔

۲۔ میت کو ایک بار غسل دینا فرض ہے اور تین بار اس پر پانی بہانا مسنون ہے۔

۳۔ بہتر یہ ہے کہ میت کو اس کا کوئی عزیز اور رشتہ دار غسل دے لیکن کوئی رشتہ دار نہ ہو یا رشتہ دار کسی وجہ سے غسل نہ دے سکتا ہو یا غسل کا طریقہ نہ جانتا ہو تو کوئی بھی نیک اور صالح آدمی غسل دے سکتا ہے۔

۴۔ میت کو وہ شخص غسل دے جس کے لیے میت کو دیکھنا جائز ہو لہٰذا مرد عورت کو اور عورت مرد کو غسل نہیں دے سکتے۔

۵۔ کوئی بچہ پیدا ہوتے ہی مر جائے تو اس کی میت کو غسل دینا بھی فرض ہے اور مرا ہوا پیدا ہو تو اس کو غسل دینا فرض نہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ غسل دیا جائے۔

۶۔ کفن کے مصارف کی ذمہ داری اصلاً اس شخص پر ہے جو زندگی میں میت کا کفیل رہا ہو البتہ جس میت کا کوئی کفیل نہ ہو اور خود میت نے بھی کچھ مال نہ چھوڑا ہو اس کے کفن کے مصارف مسلمانوں پر اجتماعی حیثیت سے فرض ہیں چاہے کوئی ایک شخص یہ مصارف برداشت کر لے یا چند افراد چندہ کر کے کفن وغیرہ مہیا کریں۔

۷۔ کفن کے لیے وہی کپڑے استعمال کیے جائیں جن کا پہننا میت کے لیے زندگی میں

جائز تھا' خواتین کو ریشمی یا رنگین کپڑے کا کفن دینا جائز ہے۔

۸- کفن کے لیے اوسط درجے کا کپڑا استعمال کرنا چاہیے نہ تو بہت معمولی استعمال کیا جائے اور نہ بہت ہی زیادہ قیمتی استعمال کیا جائے۔ بیش قیمت کپڑے کا کفن دینا مکروہ ہے۔

۹- مرد کے کفن میں تین کپڑے مسنون ہیں۔ (۱) کفنی (۲) ازار (۳) چادر۔ کفن گلے سے پاؤں تک ہونا چاہیے لیکن اس میں نہ آستین ہو اور نہ کلی وغیرہ۔ ازار سر سے لے کر پاؤں تک ہو اور چادر اس سے ایک ہاتھ لمبی تاکہ سر اور پاؤں دونوں جانب باندھی جاسکے۔

۱۰- عورت کے کفن میں پانچ کپڑے مسنون ہیں۔

(۱) کفنی' گلے سے پاؤں تک۔ اس میں کلی اور آستین وغیرہ کچھ نہ ہو۔

(۲) ازار' سر سے پاؤں تک ہونا چاہیے۔

(۳) سر بند' تین ہاتھ لمبا ہو جو سر سے اڑھا کر چہرے پر ڈال دیا جائے' لپیٹا نہ جائے۔

(۴) سینہ بند' سینے سے لے کر رانوں تک لمبا ہو اور اتنا چوڑا کہ باندھا جاسکے۔

(۵) چادر' ازار سے ایک ہاتھ اور لمبی ہو تاکہ دونوں طرف باندھی جاسکے۔ کسی وقت یہ مسنون کفن میسر نہ ہو تو پھر جس قدر کپڑا میسر ہو اسی میں کفنا دینا چاہیے۔

۱۱- سفید رنگ کا کفن دینا مستحسن ہے۔ چاہے کپڑا نیا ہو یا پرانا مگر صاف اور پاک ہو۔

① کفنی
② ازار
③ چادر
④ سینہ بند
⑤ سر بند

نمازِ جنازہ کے احکام

نمازِ جنازہ دراصل خدا سے میت کے لیے دعائے مغفرت ہے۔ اس لیے اس میں جتنے زیادہ لوگ شریک ہوسکیں اچھا ہے مگر محض اس غرض سے نمازِ جنازہ میں تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ نمازِ جنازہ فرض کفایہ ہے اور اس کی فرضیت کتاب وسنت سے ثابت ہے۔ اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

نمازِ جنازہ کے فرائض

نمازِ جنازہ میں دو چیزیں فرض ہیں۔

(۱) چار مرتبہ "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کہنا۔

(۲) قیام کرنا، کسی عذر کے بغیر بیٹھ کر یا سواری کی حالت میں نمازِ جنازہ جائز نہیں۔

نمازِ جنازہ کی سنتیں

نمازِ جنازہ میں تین چیزیں سنت ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرنا۔

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا۔

(۳) میت کے لیے دعا کرنا۔

بالغ میت کی دعا

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ

تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِیْمَانِ ۔

''اے اللہ! ہمارے زندوں ہمارے مردوں ہمارے ان لوگوں کو جو حاضر ہیں اور ان کو جو غائب ہیں ہمارے چھوٹوں کو ہمارے بڑوں کو ہمارے مردوں کو ہماری عورتوں کو تو بخش دے اے اللہ! ہم میں سے جس کو تو زندہ رکھے تو اسلام پر زندہ رکھ اور جس کو تو موت دے تو اس کو ایمان کی حالت میں موت دے۔''

نابالغ میت کی دعا

اگر لڑکا ہو تو یہ دعا پڑھی جائے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا ۔

اگر لڑکی ہے تو یہ دعا پڑھی جائے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهَا لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَّمُشَفَّعَةً ۔

اے اللہ! اس کو نجات اور آسائش کے لیے آگے جانے والا بنا اور اس کی جدائی کے صدمے کو ہمارے لیے باعث اجر اور ذخیرہ بنا اور اس کو ہمارے حق میں ایسی شفاعت کرنے والا یا شفاعت کرنے والی بنا جو مقبول ہو۔

نمازِ جنازہ کا طریقہ

نمازِ جنازہ کا مسنون طریقہ ہے کہ مقتدیوں کی تین صفیں بنائیں جائیں۔ افراد زیادہ ہوں تو زیادہ بنالی جائیں لیکن صفوں کی تعداد طاق رہے۔ اگر امام کے علاوہ صرف چھ آدمی ہوں تب بھی تین صفیں بنائی جائیں۔ پہلی صف میں تین افراد رہیں دوسری میں دو اور تیسری میں صرف ایک۔ امام میت کے سینے کے بالمقابل کھڑا ہو اور سب لوگ نمازِ جنازہ کی نیت کریں۔ پھر تکبیر کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائیں اور پھر دوسری نمازوں کی طرح ہاتھ باندھ لیں اور ثنا پڑھیں۔ ثنا پڑھنے کے بعد پھر تکبیر کہیں لیکن ہاتھ نہ اٹھائیں، پھر درود

شریف پڑھیں، پھر تکبیر کہیں اور ہاتھ نہ اٹھائیں بدستور باندھے رہیں۔ اس بار میت کے لیے مسنون دعا پڑھیں، پھر چوتھی تکبیر کہیں اس بار بھی ہاتھ باندھے رہیں اور تکبیر کہہ کر دونوں طرف سلام پھیر دیں۔ (امام بلند آواز سے تکبیریں کہے اور مقتدی آہستہ آواز سے)

(نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "جس میت پر تین صفیں نمازِ جنازہ پڑھ لیں اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے")

جنازے کے چند مسائل

۱- جنازے کی نماز پڑھانے کا سب سے زیادہ مستحق اسلامی حکومت کا سربراہ یا اس کا کوئی صاحب منصب نمائندہ ہے۔ یہ نہ ہوں تو میت کا ولی نمازِ جنازہ پڑھائے اور اسے نماز پڑھانے کے لائق ہونا ہی چاہیے۔ ہاں اگر وہ اس سعادت سے محروم ہو تو پھر محلّہ کا امام پڑھائے اور وہ بھی نہ ہو تو پھر کوئی بھی صالح آدمی جس سے میت کے ولی درخواست کریں نمازِ جنازہ پڑھا دے۔

۲- نمازِ جنازہ ان تمام چیزوں سے فاسد ہو جاتی ہے جن سے دوسری نمازیں فاسد ہو جاتی ہیں۔ البتہ جنازے کی نماز قہقہہ مار کر ہنسنے سے فاسد نہ ہوگی۔

۳- اگر یہ اندیشہ ہو کہ وضو یا غسل کرتے کرتے جنازے کی نماز ہو چکے گی تو تیمّم کر کے جنازے کی نماز میں شریک ہونا جائز ہے اس لیے کہ نمازِ جنازہ کی قضا نہیں ہے۔

۴- نمازِ جنازہ پڑھنے کے بعد جنازہ فوراً قبرستان لے جانا چاہیے بلاوجہ تاخیر کرنا صحیح نہیں۔

۵- جنازے کو ذرا تیز قدموں سے لے چلنا مسنون ہے لیکن اس قدر تیز بھی نہیں کہ میت ہلنے لگے۔

۶- جنازے کے ساتھ جانے والے جنازہ اتارنے سے پہلے نہ بیٹھیں کسی عذر کے بغیر جنازہ اتارنے سے پہلے بیٹھنا مکروہ ہے۔

۷- جنازے کے ساتھ پیدل چلنا مستحب ہے اور سواری ہو تو جنازے کے پیچھے پیچھے چلنا

چاہیے۔

۸- جنازے کے ساتھ چلنے والے بلند آواز سے ذکر وتسبیح نہ کریں، بلند آواز سے ذکر وتسبیح مکروہ ہے۔

۹- جنازے کے ساتھ خواتین کا جانا مکروہ تحریمی ہے۔

جنازے کو کندھا دینے کا طریقہ

جنازے کو کندھا دینے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ پہلے جنازے کا اگلا پایا اپنے داہنے کندھے پر رکھ کر کم از کم دس قدم لے چلے۔ پھر پچھلا پایا اپنے داہنے کندھے پر اٹھا کر اسی طرح کم از کم دس قدم چلے۔ پھر اگلا پایا اپنے بائیں کندھے پر اٹھا کر دس قدم لے چلے، پھر پچھلا پایا اسی طرح اپنے بائیں کندھے پر اٹھا کر کم از کم دس قدم لے چلے تاکہ چاروں پایوں کو ملا کر لے چلنے میں کم از کم چالیس قدم جنازے کے ساتھ جانے کا موقع مل جائے۔

تعزیت

میت کے گھر والوں سے اظہارِ ہمدردی، صبر وشکر کی تلقین اور میت کے لیے دعائے مغفرت کرنے کو تعزیت کہتے ہیں۔ تعزیت کرنا مسنون ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی تعزیت کا اہتمام فرماتے اور صحابہ کرامؓ کو بھی اس کی ترغیب دیتے۔ آپ کا ارشاد ہے:

> ''جو شخص کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے اس کے لیے ویسا ہی اجر ہے جیسا کہ اس مصیبت زدہ شخص کے لیے ہے۔'' (جامع ترمذی)

حضرت معاذ بن جبلؓ کے فرزند کا انتقال ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بڑا ہی مؤثر تعزیت نامہ ارسال فرمایا۔ یہ تعزیت نامہ حدیث کی کتابوں میں محفوظ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے معاذ بن جبل کے نام میں سب سے پہلے تمہارے سامنے خدا کی حمد وثنا کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر دست بہ دعا ہوں کہ خدا تم کو اس صدمے (کی برداشت) پر عظیم اجر

اور صلے سے نوازے اور تمہیں صبر و تحمل کی قوت عطا فرمائے اور ہمیں اور تمہیں شکر کی توفیق بخشے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہماری جانیں' ہمارے اموال اور ہمارے اہل و عیال اللہ کے مبارک عطیے ہیں اور ہمارے پاس اس کی سپرد کی ہوئی امانتیں ہیں۔ اللہ نے جب تک چاہا تمہیں ان نعمتوں سے مستفیض ہونے اور خوشی حاصل کرنے کا موقع بخشا اور جب اس نے چاہا اپنی ان امانتوں کو تم سے واپس لے لیا اور وہ تمہیں اس کے صلے میں عظیم اجر بخشے گا۔ یعنی اپنی خصوصی عنایت' رحمت اور ہدایت سے تم کو نوازے گا۔ اگر تم نے رضائے الٰہی اور اجر آخرت کے لیے صبر کیا۔ پس صبر کی روش اختیار کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارا جزع و فزع تمہارے اجر اور صلے کو غارت کر دے اور پھر تمہیں پچھتانا پڑے اور اچھی طرح سمجھ لو کہ آہ و زاری اور واویلا کرنے سے کوئی فوت شدہ انسان واپس نہیں آ سکتا اور نہ اس سے رنج و غم دور ہو سکتا ہے اور جو حکم نازل ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے بلکہ ہو چکا ہے۔ (معجم کبیر)

زکوٰۃ کا بیان

ایمان کی شہادت اور نماز کے بعد اسلام کا تیسرا رکن زکوٰۃ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت معاذؓ کو یمن کی طرف رخصت فرما رہے تھے تو آپؐ نے ان کو وصیت فرمائی تھی ''یمن پہنچنے کے بعد ان لوگوں کو پہلے شہادتِ ایمان کی دعوت دینا۔ جب وہ توحید و رسالت کا اقرار کرلیں تو ان کو بتانا کہ خدا نے ان پر شب و روز میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں۔ جب وہ اس کو بھی مان لیں تو پھر ان کو بتانا کہ خدا نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے وصول کرکے انہی کے ناداروں اور فقیروں میں تقسیم کردی جائے گی۔'' (بخاری و مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں شہادتِ ایمان اور نماز کے بعد زکوٰۃ ہی کا مرتبہ ہے اور اسلام ایمان اور نماز کے بعد زکوٰۃ ہی کی دعوت دیتا ہے۔

زکوٰۃ کی اہمیت اور تاکید

قرآن پاک میں کم از کم بتیس مقامات پر نماز اور زکوٰۃ کی ساتھ ساتھ ہدایت کی گئی ہے جس سے زکوٰۃ کی غیر معمولی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے اور یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ عملی حیثیت سے یہ دونوں عبادتیں دراصل پورے دِین کی ترجمانی کرتی ہیں۔ دِین بندوں پر دو ہی قسم کے حقوق عائد کرتا ہے۔ ایک خدا کے حقوق اور ایک بندوں کے حقوق۔ نماز بندے کو خدا کے حقوق ادا کرنے کے لیے تیار کرتی ہے اور زکوٰۃ بندوں کے حقوق کا گہرا احساس پیدا کرتی ہے اور ان دونوں حقوق کو ٹھیک ادا کرنے ہی کا نام اسلام ہے۔ چنانچہ قرآن نے جگہ جگہ ایمان کے بعد ان دو اعمال کا ذکر کر کے پورا دِین مراد لیا ہے چنانچہ

مشرکوں کے بارے میں مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ اگر وہ توبہ کر کے نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے اور وہ تمہارے دینی بھائی بن گئے۔

''پس اگر یہ توبہ کر کے نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو یہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔'' (التوبہ آیت ۱۱)

اور قرآن کی شہادت ہے کہ وہ لوگ نہ ہدایت پا سکتے ہیں اور نہ ہدایت پر قائم رہ سکتے ہیں جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے' بلکہ قرآن نے زکوٰۃ نہ دینا مشرکوں اور کافروں کی پہچان قرار دی ہے:

وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۔

''اور تباہی ہے ان مشرکوں کے کے لیے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور یہی لوگ ہیں جو آخرت کے منکر ہیں۔''

یہی وجہ ہے کہ صدیق اکبرؓ کے دور میں جب ایک گروہ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو آپ نے اس انکار کو اسلام سے خروج کے ہم معنی سمجھا اور اس عزم کا اظہار فرمایا کہ اگر یہ لوگ زکوٰۃ کے مال میں سے بکری کا ایک بچہ بھی روکیں گے تو میں ان کے خلاف جہاد کروں گا۔

دراصل ایمان کے بعد نماز اور زکوٰۃ دِین کے دو بنیادی ارکان ہیں۔ ان میں تفریق کا مطلب خدا کے دِین سے انحراف ہے۔ چنانچہ خلیفہ راشد نے فرمایا:

''خدا کی قسم! نماز اور زکوٰۃ کے درمیان جو لوگ تفریق کرتے ہیں میں ان کے خلاف یقیناً جہاد کروں گا۔'' (بخاری' مسلم)

قرآن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ سارے انبیاء کی امتوں پر اسی طرح فرض رہی ہے' جس طرح نماز فرض رہی ہے۔ سورۂ انبیاء میں حضرت موسیٰ' حضرت ہارون' حضرت ابراہیم' حضرت لوط' حضرت اسحٰق' حضرت یعقوب علیہم السلام کا ذکر کرنے کے بعد کہا گیا ہے:

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوْا لَنَا عَابِدِيْنَ ۔(الانبیاء ۷۳)

''اور ہم نے ان سب کو پیشوا بنایا جو ہماری ہدایت سے رہنمائی کرتے تھے اور ہم نے انہیں وحی کے ذریعے نیک کام کرنے' نماز کا اہتمام کرنے اور زکوٰۃ دینے کی ہدایت کی اور یہ سب ہمارے عبادت گزار بندے تھے۔''

یہ صراحت حضرت اسماعیل اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے بارے میں بھی ہے۔ بنی اسرائیل سے جو میثاق لیا گیا تھا قرآن میں جگہ جگہ اس کا ذکر ہے اور قرآن کا بیان ہے کہ اس کی ایک اہم دفعہ یہ بھی تھی کہ ''زکوٰۃ ادا کرتے رہنا۔''

زکوٰۃ نہ دینے کا دردناک انجام

زکوٰۃ کی اہمیت پر قرآن نے اس رخ سے بھی روشنی ڈالی ہے کہ جو لوگ زکوٰۃ نہ دیں گے ان کا انجام انتہائی ہولناک ہوگا اور وہ دردناک عذابات سے دوچار ہوں گے۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝ (التوبہ آیت ۳۴'۳۵)

''اور جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انہیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے' انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو' ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں' پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا (اور کہا جائے گا) یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کر رکھا تھا۔ لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو۔''

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ نہ دینے والوں کے لرزہ خیز انجام اور عبرتناک عذاب کی تصویر اس طرح کھینچی ہے:

''جس شخص کو اللہ نے مال و دولت سے نوازا' پھر اس شخص نے اس مال کی زکوٰۃ

نہیں دی تو یہ مال و دولت قیامت کے دن ایک انتہائی زہریلے ناگ کی شکل اختیار کرلے گا۔ زہریلے پن کی وجہ سے اس کا سر گنجا ہوگا اور اس پر دو سیاہ نقطے ہوں گے۔ قیامت کے روز وہ زہریلا ناگ اس (کنجوس دولت پرست) کے گلے میں لپٹ جائے گا اور اس کے دونوں جبڑوں میں دانت گاڑ کر کہے گا میں تیرا مال ہوں' میں تیری دولت ہوں۔'' پھر آپؐ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ

(آل عمران آیت ۱۸۰)

''جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے مال و دولت عطا کیا ہے اور وہ بخل سے کام لیتے ہیں اس خیال میں ہیں کہ بخل اور زر پرستی ان کے حق میں بہتر ہے۔ یہ روش ان کے لیے نہات ہی بری ہے۔ وہ اپنی کنجوسی سے جو کچھ جمع کر رہے ہیں وہی قیامت کے روز ان کے گلے کا طوق بن جائے گا۔''

زکوٰۃ کے معنی

لغت میں زکوٰۃ کے معنی ہیں پاک ہونا' نشو ونما پانا اور بڑھنا اور اصطلاح فقہ میں زکوٰۃ سے مراد ہے سال گزرنے پر اپنے مال و متاع میں سے مقررہ مقدار کے مطابق مقررہ مدّات میں دینا۔ بلاشبہ زکوٰۃ سے ناداروں کی کفالت' فقیروں کی مدد اور خدا کے دِین کی نصرت ہوتی ہے لیکن زکوٰۃ کی تمام تر حیثیت یہی نہیں ہے بلکہ وہ ایک اہم عبادت اور دینی فریضہ ہے جو خدا کی محبت کا ثبوت بھی ہے اور اس کے بڑھانے کا ذریعے بھی' قلب و روح کو بخل اور شحِ نفس کے رکیک جذبات سے پاک کر کے قربِ الٰہی کے اعلیٰ مدارج پر سرفراز کرنا' مغفرت کا مستحق بنانا اور حکمت سے نوازنا زکوٰۃ کے اہم مقاصد ہیں۔

زکوٰۃ کا حکم

زکوٰۃ ہر مالدار مسلمان پر سال میں ایک بار قطعی فرض ہے۔ زکوٰۃ کا منکر کافر ہے اور جو زکوٰۃ نہ ادا کرے وہ فاسق اور سخت گنہگار ہے۔

فقہی اصطلاحات

۱-ایامِ بیض

ہر مہینے کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخیں چاندنی کی خاص تاریخیں ہیں۔ ان تین ایام کو ایامِ بیض یعنی روشن ایام کہتے ہیں۔ ایام بیض کے تین روزے مسنون ہیں۔

۲-اعتکاف

اعتکاف کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کچھ وقت کے لیے دنیوی مصروفیات اور تعلقات سے الگ ہو کر یکسوئی کے ساتھ مسجد میں جا بیٹھے اور وہاں ذکر و فکر اور یادالٰہی میں مشغول رہے۔ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرنا سنت کفایہ ہے۔

۳-زکوٰۃ

زکوٰۃ کے معنی ہیں سال گزرنے کے بعد اپنے مال و متاع میں سے شریعت کا مقرر کیا ہوا حصہ شریعت کی مقرر کی ہوئی مدوں میں دینا۔ زکوٰۃ اسلام کا تیسرا اہم رکن ہے۔

۴-درہم

درہم کا وزن دو ماشے اور ڈیڑھ رتی کے برابر ہوتا ہے۔

(البتہ طہارت اور نجاست کے باب میں درہم کا وزن تین ماشے اور ایک رتی معتبر ہے اور پیائش میں روپے کے بقدر سمجھنا چاہیے)

۵-سائمہ

سائمہ سے مراد وہ چرنے والے جانور ہیں جن کا گزارہ جنگل اور میدانوں کی گھاس پر

ہو۔ان کے لیے گھر میں گھاس چارہ مہیا نہ کیا جاتا ہو اور وہ دودھ اور افزائش نسل کے لیے پالے گئے ہوں۔

۶-صاع

ایک پیمانہ ہے جو اسی روپے والے سیر کے حساب سے دو سیر اور تقریباً چھ چھٹانک ہوتا ہے۔(علم الفقہ)

(بہشتی زیور میں ایک شخص کا صدقۂ فطر ایک سیر ساڑھے بارہ چھٹانک لکھا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے نزدیک صاع کا وزن تین سیر اور ۹ چھٹانک ہے)

۷-صدقۂ فطر

فطر کے معنی ہیں روزہ کھولنا' رمضان کے روزے پورے ہونے پر روزہ کھولنے کی خوشی اور روزوں کے دوران ہونے والی کوتاہیوں کا کفارہ ادا کرنے کے لیے جو صدقہ دیا جاتا ہے اس کو صدقۂ فطر کہتے ہیں۔صدقۂ فطر ہر خوش حال مسلمان پر واجب ہے۔

۸-صوم

صوم کے معنی ہیں صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک کھانے' پینے اور جنسی ضرورت پوری کرنے سے باز رہنا۔

۹-ضرورتِ اصلیہ

ضرورتِ اصلیہ سے مراد وہ ضرورتیں ہیں جن پر انسان کی زندگی اور عزت وآبرو کا دارومدار ہے۔مثلاً کھانے پینے کا سامان' پہننے اوڑھنے کے کپڑے' گھرداری کے برتن اور سامان' سواری کے لیے گھوڑا' سائیکل' موٹر سائیکل وغیرہ' کتب خانہ اگر کتابیں تجارت کے لیے نہ ہوں' پیشے کے اوزار وغیرہ یہ سب چیزیں ضرورت اصلیہ میں داخل ہیں۔زکوٰۃ کسی شخص پر اسی وقت واجب ہوتی ہے جب اس کے پاس مال ضرورت اصلیہ سے زائد بقدر نصاب ہو اور وہ مال بھی ایسا ہو جس پر شریعت نے زکوٰۃ مقرر کی ہو۔

۱۰-عشر

عشر کے لغوی معنی ہیں دسواں حصہ اور اصطلاح میں عشر سے مراد پیداوار کی زکوٰۃ ہے جو بعض زمینوں میں دسواں حصہ دینا ہوتی ہے۔ بعض میں بیسواں حصہ اور معدن اور خزانہ ہاتھ آئے تو پانچواں حصہ دینا ہوتا ہے۔ اس کو خمس کہتے ہیں۔

۱۱-مثقال

مثقال کا وزن تین ماشے اور ایک رتی ہوتا ہے یہی وزن دینار کا بھی ہوتا ہے اور طہارت کے باب میں درہم سے وہی درہم مراد ہے جس کا وزن ایک مثقال کے برابر ہو۔ البتہ زکوٰۃ کے باب میں درہم سے وہ درہم مراد ہے جس کا وزن دو ماشے اور ڈیڑھ رتی ہوتا ہے۔

۱۲-نصاب

مال ومتاع کی وہ مقررہ مقدار جس پر شریعت نے زکوٰۃ فرض کی ہے مثلاً سونے کا نصاب، پانچ تولے اور ڈھائی ماشے ہے۔ چاندی کا نصاب چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشے ہے۔ بکری کا نصاب چالیس بکریاں ہیں۔ گائے یا بھینس کا نصاب تیس گائیں یا بھینسیں ہیں۔ اونٹ کا نصاف پانچ اونٹ ہیں اس سے کم مال اگر کسی کے پاس ہوگا تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

(مشہور قول یہ ہے کہ سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے ہے اور چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولے۔ بہشتی زیور میں بھی یہی منقول ہے البتہ مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ نے حساب لگا کر جو کچھ لکھا ہے وہی حساب کی رو سے زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے اور متن میں اسی کے مطابق سونے چاندی کا نصاب لکھا گیا ہے۔

زکوٰۃ کی شرائط

زکوٰۃ واجب ہونے کی سات شرطیں ہیں۔ یہ سات شرطیں پائی جائیں تو زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں۔

۱-اسلام:

زکوٰۃ صرف اسی شخص پر واجب ہوگی جو اسلام کو اپنا دِین ماننے اور مسلمان ہونے کا اقرار کرے۔ غیر مسلم پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے اگر کوئی شخص اسلام لانے سے پہلے پیشگی زکوٰۃ ادا کر دے تو اسلام لانے کے بعد دوبارہ زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی۔ اس لیے کہ جس وقت اس نے ادا کی تھی اس وقت اس پر واجب ہی نہ تھی۔

۲-عقل:

جو شخص عقل وخرد سے محروم، دیوانہ اور مجنون ہو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

۳-بلوغ:

نابالغ بچے پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

(بعض علماء اس شرط کے قائل نہیں ہیں، تفصیل کے لیے آسان فقہ دوم دیکھیے)

۴-مالک نصاب ہونا:

یعنی اتنے مال ومتاع کا مالک ہونا جس پر شریعت نے زکوٰۃ واجب قرار دی ہے

۵-پورا سال گزرنا:

نصاب کے بقدر مال ومتاع مہیا ہوتے ہی زکوٰۃ واجب نہیں ہو جاتی بلکہ جب اس مال پر پورا سال گزر جاتا ہے تب واجب ہوتی ہے اس کو حولانِ حول کہتے ہیں۔

۶-مقروض نہ ہونا:

کسی کے پاس مال ومتاع نصاب کے بقدر موجود تو ہے لیکن اس پر قرض اس سے زیادہ ہے یا اتنا ہے کہ قرض ادا کرنے کے بعد مال بقدر نصاب نہیں بچتا تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

۷-ضرورتِ اصلیہ سے زائد ہونا:

ضرورت اصلیہ سے مراد وہ ضرورتیں ہیں جن پر انسان کی عزت وآبرو اور زندگی کا دارومدار ہے' مثلاً کھانا پینا' لباس' رہنے کا مکان' پیشہ ور کے اوزار' سواری کا گھوڑا' ٹانگہ' موٹر سائیکل' اسکوٹر وغیرہ گھرداری کا سامان' ذاتی کتب خانہ جو تجارت کے لیے نہ ہو یہ ساری چیزیں ضرورت اصلیہ میں داخل ہیں ان پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ان ضرورتوں سے زائد مال بقدر نصاب ہو جائے تو زکوٰۃ واجب ہوگی اگر مال و دولت وہ ہو جس پر شریعت نے زکوٰۃ واجب کی ہے۔

ادائے زکوٰۃ کی شرائطِ صحت

ادائے زکوٰۃ کی شرائطِ صحت چھ ہیں۔یہ چھ شرطیں پائی جائیں تو زکوٰۃ کو ادا کرنا صحیح مانا جائے گا ورنہ نہیں۔

۱-اسلام:

چونکہ غیر مسلم پر زکوٰۃ واجب ہی نہیں ہے اس لیے اگر کوئی غیر مسلم زکوٰۃ دے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔زکوٰۃ کی ادائیگی صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ادا کرنے والا مسلمان ہو لہٰذا اسلام لانے سے پہلے اگر کوئی غیر مسلم آئندہ کی زکوٰۃ ادا کرے اور پھر اسلام سے مشرف ہو تو یہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اور اسلام لانے کے بعد پھر زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی۔

۲-عقل:

دیوانہ اور ناقص العقل زکوٰۃ دے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

۳-بلوغ:

نابالغ بچہ زکوٰۃ ادا کرے تو زکوٰۃ صحیح نہ ہوگی لہٰذا بلوغ سے پہلے اگر کوئی بچہ آئندہ کے لیے پیشگی زکوٰۃ ادا کرے تو یہ زکوٰۃ صحیح نہیں ہوگی۔ بالغ ہونے کے بعد پھر ادا کرنا ہوگی۔

۴-زکوٰۃ ادا کرنے کی نیت کرنا:

یعنی زکوٰۃ کا مال مستحق کو دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت کرنا یا زکوٰۃ کا مال الگ نکالتے وقت زکوٰۃ کی نیت کر لینا۔

۵-جس کو زکوٰۃ دی جائے اس کو مالک بنانا' اس کو تملیک کہتے ہیں۔

۶-قرآن پاک میں مستحقین زکوٰۃ کی جو مدیں بیان کی گئی ہیں انہی مدوں میں صرف کرنا' ان مدوں کے علاوہ کسی دوسری مد میں زکوٰۃ صرف کی جائے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

سونا :- 5 تولے اور ڈھائی ماشہ سونا [illegible]۔

چاندی :- چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشے۔

نصابِ زکوٰۃ

سونا، چاندی، تجارتی اموال اور جانوروں وغیرہ کی وہ متعینہ مقدار جس پر سال بھر گزرنے سے زکوٰۃ واجب ہوجاتی ہے اس کو اصطلاح میں نصاب کہتے ہیں۔

سونے اور چاندی کا نصاب

سونے کا نصاب بیس مثقال ہے جس کا وزن پانچ تولے اور ڈھائی ماشہ سونا بنتا ہے یعنی کسی کے پاس اتنے وزن کا سونا ہو اور اس پر سال گزر جائے تو اس کی زکوٰۃ واجب ہوجائے گی۔ اس سے کم وزن پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

چاندی کا نصاب دوسو درہم ہے جس کا وزن چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشے چاندی بنتا ہے۔ جس شخص کے پاس اتنے وزن کی چاندی ہو اور اس پر سال گزر جائے تو زکوٰۃ واجب ہوجائے گی۔ اس سے کم وزن کی چاندی ہو تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ چاہے یہ چاندی سونا سکوں کی شکل میں ہو یا زیور ہو یا لچکا اور گوٹہ وغیرہ ہو یا کچھ اور۔

(علم الفقہ ج ۴ ص ۲۶، ۲۷، مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی کے نزدیک بھی چاندی کا یہی نصاب ہے۔ بعض علماء کے نزدیک چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولے ہے اور سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے ہے۔ (بہشتی زیور میں بھی یہی نصاب بیان کیا گیا ہے حصہ سوم ص ۲۱)

مالِ تجارت اور نوٹ وغیرہ کا نصاب

مالِ تجارت یا نوٹ وغیرہ میں سونے چاندی کی قیمت کا اعتبار کیا جائے جس شخص کے

پاس سونے یا چاندی کے نصاب کی قیمت کے بقدر نوٹ وغیرہ ہوں یا تجارتی مال ہو تو سال گزرنے پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔

(البتہ یہ لحاظ رہے کہ سونے یا چاندی میں سے جس کے حساب سے نصاب پورا ہو جاتا ہے اسی کا اعتبار کیا جائے۔ مثلاً آج کے دور میں اگر کسی کے پاس چار سو روپے نقدی ہوں یا اتنے کا تجارتی سامان ہو تو اس قیمت میں سونے کا نصاب تو نہیں ہوتا لیکن چاندی کا نصاب بن جاتا ہے لہٰذا زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے)

چاندی سونا، مالِ تجارت اور نوٹوں وغیرہ میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ فرض ہے۔

سائمہ جانوروں کا نصاب

صرف پالتو جانوروں کی زکوٰۃ فرض ہے جنگلی جانوروں مثلاً ہرن، پاڑہ، نیل گائے وغیرہ کی زکوٰۃ فرض نہیں۔ ہاں اگر یہ جنگلی جانور تجارت کی غرض کے لیے ہوں تو پھر ان پر زکوٰۃ فرض ہوگی اور جو جانور پالتو اور جنگلی جانور کے اختلاط سے پیدا ہوں تو ان پر زکوٰۃ فرض ہونے کی شرط یہ ہے کہ اختلاط کرنے والوں میں مادہ جانور پالتو ہو مثلاً جو جانور بکری اور نر ہرن کے اختلاط سے پیدا ہوں گے ان کی زکوٰۃ فرض ہوگی۔

بھیڑ بکری کا نصاب

ا۔ جس کسی کے پاس چالیس بکریاں ہو جائیں اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ تفصیل اس طرح ہے:

چالیس بکریوں یا بھیڑوں میں ایک بکری یا بھیڑ۔

اکتالیس سے ایک سو بیس تک کچھ واجب نہیں اور جب ایک سو اکیس بکریاں یا بھیڑیں ہو جائیں تو دو بکریاں یا بھیڑیں واجب ہو جائیں گی۔ پھر ایک سو بائیس سے دو سو تک کچھ واجب نہیں اور جب دو سو سے ایک زائد ہو جائے تو تین بکریاں یا بھیڑیں واجب ہوں گی۔ پھر دو سو دو بکریوں سے تین سو ننانوے تک کچھ واجب نہیں چار سو پوری ہو جائیں تو چار بکریاں یا بھیڑیں واجب ہوں گی۔

چار سو کے بعد ہر سو پر ایک بکری یا بھیڑ کے حساب سے زکوٰۃ فرض ہوگی۔ سو سے کم پر بھی کچھ نہیں اور سو سے زائد پر بھی کچھ نہیں۔

بکری اور بھیڑ کی زکوٰۃ میں ایک سال یا اس سے زائد کا بچہ دینا چاہیے۔

گائے بھینس کا نصاب

جس کے پاس تیس گائے بھینسیں ہو جائیں اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ اس سے کم پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ تفصیل اس طرح ہے:

تیس گائے بھینسوں میں گائے یا بھینس کا ایک بچہ جو پورے ایک سال کا ہو۔

اکتیس سے انتالیس تک کچھ واجب نہیں۔ چالیس گائے بھینسوں میں ایک بچہ جو پورے دو سال کا ہو۔ اکتالیس سے انسٹھ تک کچھ واجب نہیں۔ ساٹھ گائے بھینسوں میں ایک ایک سال کے دو بچے۔ ساٹھ سے زائد میں ہر تیس میں ایک سال کا بچہ اور ہر چالیس میں دو سال کا بچہ مثلاً ستر گائے اور بھینسوں میں ایک نصاب تیس کا ہے اور ایک نصاب چالیس کا ہے اور اسی گائے بھینسوں میں چالیس، چالیس کے دو نصاب ہیں لہٰذا دو دو سال کے دو بچے واجب ہوں گے۔

اونٹ کا نصاب

جس کے پاس پانچ اونٹ ہو جائیں اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ اس سے کم اونٹوں پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ نصاب کی تفصیل اس طرح ہے:

پانچ اونٹوں پر ایک بکری اور نو تک ایک ہی بکری واجب رہے گی۔ دس اونٹ ہوں گی۔ دس اونٹوں پر دو بکریاں اور چودہ تک دو ہی بکریاں واجب رہیں گی۔ پندرہ اونٹوں پر تین بکریاں اور انیس تک تین بکریاں ہی واجب رہیں گی۔ بیس اونٹوں پر چار بکریاں اور چوبیس اونٹوں تک چار ہی بکریاں واجب رہیں گی۔

پچیس اونٹوں پر ایک ایسی اونٹنی جس کا دوسرا سال شروع ہو چکا ہو۔ چھبیس سے پینتیس تک کچھ واجب نہیں۔

چھتیس اونٹوں میں ایک ایسی اونٹنی جس کا تیسرا سال شروع ہو چکا ہو۔ سینتیس سے پینتالیس تک کچھ واجب نہیں۔ چھیالیس میں ایک ایسی اونٹنی جس کا چوتھا سال شروع ہو چکا ہو۔ سینتالیس سے ساٹھ تک کچھ واجب نہیں۔ اکسٹھ اونٹوں میں ایک ایسی اونٹنی واجب ہے جس کا پانچواں سال شروع ہو چکا ہو۔ باسٹھ سے پچھتر تک کچھ واجب نہیں۔ چھیتر اونٹوں میں دو ایسی اونٹنیاں واجب ہیں جن کو تیسرا سال شروع ہو چکا ہو۔ ستتر سے نوے تک کچھ واجب نہیں۔

اکیانوے میں دو ایسی اونٹنیاں واجب ہیں جن کا چوتھا سال شروع ہو چکا ہو اور ایک سو بیس اونٹوں تک دو ہی انٹنیاں واجب ہوں گی۔ اس کے بعد پھر وہی حساب نئے سرے سے شروع ہو جائے گا جب پانچ اونٹ ہوں تو ایک بکری واجب ہوگی۔ دس اونٹ ہوں گے تو دو بکریاں۔ کسی کے پاس اگر ایک سو تیس اونٹ ہو جائیں تو چوتھے سال والی دو اونٹنیاں واجب ہوں گی اور دو بکریاں واجب ہوں گی اور جب ایک سو بیس سے پچیس زائد ہو جائیں تو پچیس پر ایک ایسی اونٹنی واجب ہوگی جس کا دوسرا سال شروع ہو چکا ہو اور تیس زائد ہو جائیں یعنی ایک سو پچاس اونٹ ہو جائیں تو تین ایسی اونٹنیاں واجب ہوں گی جن کا چوتھا سال شروع ہو چکا ہو۔

مصارفِ زکوٰۃ

زکوٰۃ

قرآن کی ہدایت کے مطابق آٹھ مدوں میں صرف کی جاسکتی ہے۔ یہی آٹھ مدیں مصارفِ زکوٰۃ ہیں۔ ان مدوں کے علاوہ کسی دوسری مد میں زکوٰۃ صرف کرنا جائز نہیں۔ قرآن کی ہدایت کے مطابق وہ آٹھ مدیں یہ ہیں:

۱۔فقیر:

فقیر غنی کے مقابلے میں بولا جاتا ہے اور اس سے ہر ایسا نادار شخص مراد ہے جس کے پاس کوئی بھی ایسا مال نہ ہو جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ یتیم، بیوہ، اپاج اور مریض لوگ جو اپنی روزی نہ کما سکتے ہوں اور صاحب نصاب نہ ہوں، یہ سب اسی مد میں شمار کیے جائیں گے۔

۲۔مسکین:

مسکین سے مراد وہ خوددار تنگ دست لوگ ہیں جو انتہائی مفلوک الحال ہوں جن کے پاس دوسرے وقت کا کھانا بھی نہ ہو جو بالکل ہی خالی ہاتھ ہوں لیکن چل پھر کر سوال نہ کرتے ہوں۔ (بخاری و مسلم)

۳۔عاملِ صدقہ:

زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے اسلامی بیت المال کی طرف سے جو شخص مقرر ہوتا ہے اس کی تنخواہ بھی زکوٰۃ کے مال میں سے دی جائے گی چاہے وہ غنی ہی ہو۔

۴۔مؤلفۃ القلوب:

یعنی وہ لوگ جن کی تالیف قلب اہم ترین دینی اور ملی مصالح کے لیے مقصود ہو۔ حنفیہ

کے نزدیک یہ مداب ختم ہوگئی ہے۔ امام مالکؒ کا مسلک بھی یہی ہے۔ بعض دوسرے فقہا کی رائے یہ ہے کہ حکم بدستور باقی ہے اور حسب ضرورت اب بھی تالیف قلب کے لیے اس مد میں زکوٰۃ صرف کی جاسکتی ہے۔

(تفصیل کیلئے دیکھیے آسان فقہ دوم)

۵-غلام:

یعنی وہ مکاتب اور باندی جس نے اپنے آقا سے اپنی رہائی کے لیے کچھ مال دینے کا معاملہ طے کرلیا ہو اس میں بھی زکوٰۃ کا مال دیا جاسکتا ہے۔

۶-قرضدار:

ایسے لوگ جو قرض کے بوجھ میں دبے ہوئے ہوں اور اپنی ضروریات سے بچا کر قرض ادا نہ کر پا رہے ہوں ان کا قرض ادا کرانے کے لیے بھی زکوٰۃ کی رقم صرف کی جاسکتی ہے اور اس سے وہ لوگ بھی مراد ہیں جو کسی غیر معمولی حادثہ کا شکار ہوگئے' کوئی تاوان یا جرمانہ دینا پڑا یا کاروبار اس حد تک فیل ہوگیا کہ کچھ نہیں بچا اور کوئی حادثہ پیش آیا اور سارا اثاثہ تباہ ہوگیا۔

۷-فی سبیل اللہ:

یعنی خدا کی راہ میں' جو مجاہدین بھی نظام کفر کو مٹا کر دِین حق کو غالب اور قائم کرنے میں مصروف ہوں چاہے وہ میدان جنگ کے سپاہی ہوں یا دِین کی حفاظت و نصرت اور اقامتِ دِین کے دوسرے شعبوں میں ذمہ داریاں سنبھالے ہوئے ہوں یا دِین کا علم حاصل کرنے والے طلبہ ہوں یا حج کو جانے والے مسافر ہوں جو کسی وجہ سے ضرورت مند ہوگئے ہوں ان سب کو زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے۔

۸-مسافر:

جو لوگ بھی سفر میں ہوں اور کسی بھی وجہ سے مدد کے محتاج ہوجائیں خواہ وہ گھر کی زندگی میں خوشحال اور صاحب نصاب ہوں۔

زکوٰۃ کا مال ان مدوں کے علاوہ دوسری کسی بھی مد میں استعمال نہیں کیا جاسکتا البتہ یہ

ضروری نہیں کہ ہر شخص کی زکوٰۃ لازماً ان ساری مدوں میں صرف ہو بلکہ چند مدوں میں یا کسی ایک ہی مد میں بھی ساری زکوٰۃ صرف کی جاسکتی ہے اور یہی مصارف عشر کے بھی ہیں البتہ نفلی صدقات میں اختیار ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ زکوٰۃ کے مال میں سے کچھ مجھے بھی عنایت فرمایئے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جواب دیا: ''اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کے مصارف کو نہ تو کسی نبی کی مرضی پر چھوڑا ہے اور نہ کسی غیر نبی کی مرضی پر بلکہ خود ہی اس کا فیصلہ فرما دیا ہے اور اس کے آٹھ حصے قرار دے دیئے ہیں پس تم اگر ان مدوں میں سے کسی مد میں آئے ہو تو میں ضرور تمہیں زکوٰۃ میں سے دے دوں گا۔'' (ابوداؤد)

زکوٰۃ کے متفرق مسائل

۱- کسی خدمت کے عوض میں یا کسی کام کی اجرت میں زکوٰۃ ادا کرنا جائز نہیں البتہ جو شخص بیت المال کی طرف سے زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر ہو اس کی تنخواہ زکوٰۃ میں سے دی جاسکتی ہے۔

۲- زکوٰۃ صحیح ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ مستحق کو دیتے وقت بتایا جائے بلکہ انعام کے نام سے یا بچوں کے لیے تحفہ اور عیدی کے طور پر دے دینا بھی جائز ہے۔

۳- زکوٰۃ قمری مہینے کے حساب سے دینا بہتر ہے لہٰذا جب قمری حساب سے سال پورا ہو جائے تو فوراً ادا کر دینا چاہیے بلا وجہ تاخیر کرنا درست نہیں لیکن قمری حساب سے ہی زکوٰۃ ادا کرنا ضروری نہیں ہے۔ شمسی مہینوں کے حساب سے بھی زکوٰۃ ادا کرنا صحیح ہے۔

۴- سال پورا ہونے سے پہلے نصاب کم ہو گیا تو زکوٰۃ فرض نہ ہو گی ہاں اگر سال کے شروع اور اختتام پر مال بقدر نصاب موجود رہے اور درمیان میں کچھ مدت کے لیے نصاب سے مال کم ہو جائے یا بالکل ہی نہ رہے تب بھی زکوٰۃ واجب ہو گی۔ وجوب زکوٰۃ کے لیے سال کے آغاز اور اختتام میں مال بقدر نصاب ہونا کافی ہے۔

۵- زکوٰۃ واجب ہونے کے بعد کسی طرح مال ضائع اور تباہ ہو جائے تو زکوٰۃ واجب نہ رہے گی۔

۶- زکوٰۃ دینے والے کو اختیار ہے کہ زکوٰۃ میں چاہے وہ چیز ادا کرے جس پر زکوٰۃ واجب ہوئی ہے یا اس کی قیمت ادا کرے ہر حال میں زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ یہ واضح

رہے کہ قیمت ادا کرنے کی صورت میں اس وقت کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا جس وقت زکوٰۃ ادا کی جا رہی ہے نہ کہ اس وقت کی قیمت جس وقت کی زکوٰۃ واجب ہوئی ہے۔ مثلاً ایک شخص نے بکریاں پال رکھی ہیں۔ سال گزرنے پر زکوٰۃ میں ایک بکری واجب ہوگئی جس کی قیمت اس وقت مبلغ پچاس روپے ہے لیکن کسی وجہ سے وہ اس وقت زکوٰۃ نہ نکال سکا اور ایک ماہ بعد ادا کر رہا ہے تو اس وقت اس بکری کی جو قیمت ہوگی وہی ادا کرنا ہوگی۔ اگر قیمت کم ہو کر چالیس روپے رہ گئی ہے تو چالیس روپے ادا کرنا ہوں گے اور اگر بڑھ کر ساٹھ روپے ہوگئی ہے تو ساٹھ روپے ادا کرنا ہوں گے۔

۷- زکوٰۃ میں متوسط درجے کا مال ادا کرنا چاہیے نہ تو یہ صحیح ہے کہ زکوٰۃ دینے والا معمولی مال زکوٰۃ میں ادا کرے اور نہ یہ درست ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا اچھے سے اچھا مال وصول کرے۔

۸- سال کے دوران مال میں جو اضافہ ہو جائے چاہے کاروبار میں نفع کے ذریعہ ہو' یا چوپایوں کے بچے ہو جائیں یا کوئی مال ہبہ کردے یا ترکے میں کچھ مل جائے' غرض جس طرح بھی مال حاصل ہو سارے مال پر زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی۔ چاہے بعد میں حاصل ہونے والے مال پر ابھی پورا سال نہ گزرا ہو۔

۹- اسلامی حکومت قائم ہو تو زکوٰۃ سرکاری بیت المال میں ہی جمع کرنا چاہیے اور حکومت کا یہ فرض ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے اور مستحقین میں تقسیم کرنے کا انتظام کرے اور جہاں کے مسلمان اپنی شدید تر غفلت کے باعث خدا کی اس نعمت سے محروم ہوں تو ان کا فرض ہے کہ وہ اپنے طور پر کوئی نظم قائم کریں اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر بدرجۂ مجبوری اپنے اپنے طور پر مستحقین کو زکوٰۃ پہنچائیں اور اسلامی نظام کے قیام کے لیے پیہم فکری اور عملی کوششیں کرتے رہیں۔

۱۰- کسی کاروبار میں چند افراد شریک ہوں اور سارے شرکاء کے حصوں کا مجموعہ بقدر نصاب ہو لیکن ہر ایک کا حصہ الگ الگ نصاب سے کم ہو تو کسی شریک پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

(امام شافعیؒ کے نزدیک اگر مجموعہ بقدر نصاب ہو تو مجموعے پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔ حصہ داروں کا الگ الگ حصہ اگرچہ بقدر نصاب نہ ہو)

۱۱- سال گزرنے سے پہلے اگر کوئی شخص زکوٰۃ ادا کر دے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی چاہے پوری زکوٰۃ یکمشت ادا کر دے یا قسطوں میں ادا کرے ہر حال میں زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ حضرت عباسؓ نے اپنی زکوٰۃ پیشگی ادا کرنے کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی۔ (سنن ابی داؤد جامع ترمذی)

۱۲- جواہرات اور تانبے پیتل کے برتن اور مکان اور دکان وغیرہ چاہے کتنی ہی قیمت کے ہوں ان پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ ان پر زکوٰۃ اسی صورت میں واجب ہوگی جب یہ تجارت کے لیے ہوں۔

۱۳- کسی کے پاس کچھ سونا اور کچھ چاندی ہے اور دونوں نصاب کی مقدار سے کم ہیں تو اس صورت میں چاندی یا سونے کی قیمت لگا کر سونے یا چاندی میں جوڑی جائے اور سونے یا چاندی میں سے جس کا نصاب بھی پورا ہو جائے زکوٰۃ ادا کر دی جائے اور اگر دونوں میں سے کسی کا نصاب بھی پورا نہ ہو تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

۱۴- جس شخص کے پاس نصاب سے کم صرف سونا ہے اور چاندی کی کوئی چیز بھی نہیں ہے تو چاہے اس سونے کی قیمت چاندی کے مقدارِ نصاب سے زائد ہی کیوں نہ ہو اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

۱۵- اپنے ماں باپ' دادا' دادی' نانا' نانی اور ان کے ماں باپ کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ اسی طرح اپنے بیٹے' بیٹی' پوتا' پوتی' نواسا' نواسی اور ان سب کی اولاد کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

۱۶- بیوی اپنے شوہر کو اور شوہر اپنی بیوی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔

۱۷- اوپر بیان کیے ہوئے رشتہ داروں کے علاوہ تمام رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے بلکہ اپنے رشتہ داروں کو دینے کی زیادہ فضیلت ہے۔ زکوٰۃ دینے کا اجر بھی ہے اور رشتہ

داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کا اجر بھی۔

۱۸- اگر یہ اندیشہ ہو کہ رشتہ دار زکوٰۃ کا مال لینے میں جھجک محسوس کریں گے یا نہیں لیں گے تو ان کو یہ بتانا ضروری نہیں ہے کہ یہ زکوٰۃ کا مال ہے۔ اس لیے کہ زکوٰۃ ادا کرنے کی صحت کے لیے زکوٰۃ لینے والے کو یہ بتانا شرط نہیں ہے کہ یہ زکوٰۃ کا مال ہے۔ کسی بھی عمدہ طریقے سے اس کو دی جا سکتی ہے۔

۱۹- بنی ہاشم کے تین خاندانوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

(۱) حضرت عباسؓ کی اولاد کو۔

(۲) حارثؓ کی اولاد کو۔

(۳) ابو طالبؓ کی اولاد کو۔

سادات بنی فاطمہ اور ساداتِ علوی اسی تیسرے خاندان میں داخل ہیں مگر چونکہ ہمارے ملک میں اب یہ تحقیق بہت دشوار ہے کہ فی الواقع کون سید ہے اور ان تین خاندانوں میں سے اس کا تعلق ہے یا نہیں اس لیے اب یہ ذمہ داری زکوٰۃ لینے والے کی ہے کہ اگر اس کو یقین ہو کہ وہ ان تین خاندانوں میں سے کسی ایک سے تعلق رکھتا ہے تو اس کو چاہیے کہ وہ زکوٰۃ نہ لے۔

۲۰- زکوٰۃ کا مال جہاں تک ہو اپنی ہی بستی کے ناداروں اور حاجت مندوں میں تقسیم کرنا چاہیے البتہ دوسرے مقامات پر اگر کوئی ناگہانی حادثہ پیش آ جائے یا کوئی دینی مدرسہ ہو یا قریبی رشتہ دار رہتے ہوں اور وہ ضرورت مند ہوں تو ان صورتوں میں دوسرے مقامات پر زکوٰۃ بھیجنا درست ہے۔

۲۱- بیت المال سے یتیم خانوں، دینی تعلیم کے اداروں اور غرباء کے شفا خانوں کی امداد کرنا بھی صحیح ہے اور خود اپنے انتظام سے بھی اس طرح کے ادارے زکوٰۃ کی مدد سے قائم کیے جا سکتے ہیں۔

۲۲- اپاہج، مریض، بیوہ اور یتیموں کے لیے وقتی اعانت بھی زکوٰۃ کی مد سے جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ حسب ضرورت ان کے مستقل وظائف مقرر کیے جائیں۔

عشر کا بیان

عشر کے لغوی معنی ہیں دسواں حصہ، لیکن اصطلاحِ شرع میں عشر سے مراد پیداوار کی زکوٰۃ ہے جو بعض زمینوں میں دسواں حصہ ہوتی ہے اور بعض میں بیسواں حصہ۔

جس کھیت یا باغ کی پیداوار، بارش، چشمے، دریا، ندی اور قدرتی نالوں سے حاصل ہوتی ہے یا دریا اور ندی کے کنارے زمین کی قدرتی تری سے حاصل ہوتی ہے۔ ان میں پیداوار کا دسواں حصہ نکالنا فرض ہے اور جس کھیت یا باغ کی پیداوار ٹیوب ویل، کنواں یا اور کسی طرح محنت یا خرید کے پانی سے ہو اس میں پیداوار کا بیسواں حصہ نکالنا فرض ہے۔

عشر کا حکم

زمین کی ہر پیداوار، غلہ، پھل، سبزی، ترکاری، گنا، مونگ پھلی، سرسوں، السی، مونگ، مٹر، شہد وغیرہ میں عشر نکالنا فرض ہے۔ قرآن پاک میں صاف صاف حکم ہے:

یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَاکَسَبْتُمْ وَمِمَّا اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِنَ الْاَرْضِ ۔ (البقرہ آیت ۳۳)

''ایمان والو! راہ خدا میں بہتر حصہ خرچ کرو، اپنی کمائی میں سے اور اس میں سے جو کچھ ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا ہے۔''

اور دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

وَاٰتُوْحَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ ۔

''اور اللہ کا حق ادا کرو جب تم (ان باغوں اور کھیتوں کی) فصل کاٹو۔''

احادیث سے بھی عشر کی فرضیت ثابت ہے۔ آپ کا ارشاد ہے:

''جو زمین بارش یا چشمے کے پانی (یعنی قدرتی ذرائع سے سیراب ہو یا قدرتی طور پر خود سیراب ہو) تو اس میں دسواں حصہ واجب ہے اور جو زمین خود پانی کھینچ کر سیراب کی جائے (یعنی مصنوعی ذرائع آب پاشی سے سیراب کی جائے) تو اس میں نصف عشر واجب ہے۔'' (بخاری، بیہقی)

اور ارشاد فرمایا:

''شہد میں عشر ادا کیا کرو۔'' (ترمذی)

نیز فرمایا:

''دس مشک شہد میں ایک مشک شہد دینا واجب ہے۔'' (ترمذی)

عشر کے مسائل

۱- عشر فرض ہونے کے لیے کسی نصاب کی کوئی شرط نہیں۔ تھوڑی پیداوار ہو یا زیادہ بہر حال عشر واجب ہے البتہ ایک صاع یعنی دوڈھائی کلوگرام سے کم نہ ہو۔

(یہ امام اعظمؒ کا مسلک ہے صاحبین اور امام شافعیؒ اور اہلِ حدیث کے نزدیک پانچ وسق سے کم میں عشر فرض نہیں ہوتا اور ایک وسق ساٹھ صاع کے برابر ہوتا ہے۔ ایک صاع تقریباً ۲ سیر چھ چھٹانک کا ہوتا ہے (علم الفقہ)

۲- عشر میں ایک سال گزرنے کی قید نہیں ہے بلکہ جن زمینوں سے سال میں دو فصلیں حاصل ہوتی ہیں ہر مرتبہ عشر فرض ہوگا اور ہر طرح کے پھلوں اور ترکاریوں میں عشر فرض ہے۔ چاہے وہ چند دن روکی جاسکیں یا نہ روکی جاسکیں مثلاً سبزیاں، آم، امرود وغیرہ۔

۳- اگر پیداوار کا مالک کوئی نابالغ بچہ ہو یا کوئی کم عقل اور دیوانہ ہو تب بھی عشر نکالنا فرض ہے۔ اس میں عقل اور بلوغ کی شرط نہیں ہے۔

۴- جو لوگ دوسرے کی زمین کرائے پر لے کر یا عاریتاً لے کر کاشت کریں تو اگرچہ وہ کھیت یا باغ کے مالک نہیں ہیں لیکن چونکہ پیداوار کے مالک ہیں اس لیے عشر انہی پر واجب ہوگا۔

۵- اگر کوئی زمین ایسی ہو جس کو اپنی محنت سے بھی سینچا گیا ہو اور بارش اور دریا کے پانی سے بھی وہ سیراب ہوئی ہو تو اس میں اکثر کا اعتبار کیا جائے گا۔ اگر مصنوعی ذرائع آب پاشی سے زیادہ سینچی گئی ہو تو نصف عشر واجب ہوگا اور اگر قدرتی ذرائع سے زیادہ سیراب ہوئی ہو تو عشر واجب ہوگا۔

۶- کل پیداوار کا دسواں حصہ عشر میں دینا واجب ہے نہ یہ کہ پہلے کھیت یا باغ کے سارے مصارف ادا کر دیئے جائیں اور پھر بقیہ پیداوار میں سے عشر ادا کیا جائے مثلاً سو کوئٹل گیہوں پیدا ہوا تو اس میں سے پہلے دس کوئٹل عشر نکال دیا جائے گا اور مصارف بعد میں ادا کیے جائیں گے۔ اگر مصارف ۴ کوئٹل کے بقدر ہوئے ہوں تو یہ صحیح نہیں ہے کہ پہلے ۴ کوئٹل مصارف نکال کر بقیہ سولہ کوئٹل کا عشر نکالا جائے۔

۷- عشر ادا کرنے والے کو اختیار ہے کہ چاہے عشر میں وہی پیداوار ادا کرے جس پر عشر واجب ہوا ہے یا اس کی قیمت ادا کرے۔

۸- عشر کا مال بھی انہیں مصارف میں صرف کیا جائے گا جو زکوٰۃ کے مصارف ہیں اور یہی مصارف صدقۂ فطر کے بھی ہیں۔

صدقۂ فطر کا بیان

فطر کے معنی ہیں روزہ کھولنا' رمضان کے روزے پورے ہونے پر روزہ کھولنے کی خوشی اور روزوں میں ہونے والی کوتاہیوں کا کفارہ ادا کرنے کے لیے جو صدقہ ادا کیا جاتا ہے اس کو صدقۂ فطر کہتے ہیں جس سال مسلمانوں پر رمضان کے روزے فرض ہوئے اسی سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو صدقۂ فطر ادا کرنے کا حکم بھی دیا۔

صدقۂ فطر کی ایک حکمت تو یہ ہے کہ رمضان کے روزوں میں تمام آداب وشرائط کا اہتمام کرنے کے باوجود انسان سے جو کوتاہیاں اور لغو حرکتیں سرزد ہوجاتی ہیں صدقۂ فطر سے ان کی تلافی ہوجاتی ہے اور صدقۂ فطر ادا کرکے یہ توقع ہوتی ہے کہ روزے کو خدا تعالیٰ قبول فرمائے گا۔

دوسری حکمت اور مصلحت یہ ہے کہ سوسائٹی کے نادار اور غریب افراد بھی فراخی کے ساتھ اپنے کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کی ضرورتیں پوری کرکے عام مسلمانوں کے ساتھ عیدگاہ جاسکیں تاکہ عید کا اجتماع بھی عظیم الشان ہو اور راستوں میں مسلمانوں کی کثرت سے اسلام کی شان وشوکت کا اظہار بھی ہوسکے۔عید کا دن مسلمانوں کی خوشی کا دن ہے اور اس دن اسلام کی شان وشوکت کا اظہار مسلمانوں کی کثرت اور عظیم اجتماعیت کے ذریعے کیا جاتا ہے اور صدقۂ فطر سے اس مقصد کی تکمیل ہوتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر کو فرض فرمایا ہے جو روزے دار کو لغو حرکتوں اور بے شرمی کی باتوں سے پاک

کر دیتا ہے اور مساکین کے لیے کھانے پینے کا سامان بن جاتا ہے۔ پس جس شخص نے نمازِ عید سے پہلے صدقۂ فطر ادا کیا تو وہ صدقۂ مقبول ہے اور جس نے نمازِ عید کے بعد ادا کیا تو وہ عام صدقات میں سے ایک صدقہ ہے۔''

(ابوداؤد، ابن ماجہ)

صدقۂ فطر کا حکم

صدقۂ فطر ہر ایسے خوشحال مسلمان پر واجب ہے جس کے پاس اس کی اصلی ضرورتوں سے زیادہ اتنی قیمت کا مال ومتاع موجود ہو جس پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے چاہے اس مال پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو مثلاً کسی کے پاس اپنے رہنے کے علاوہ ایک یا ایک سے زائد مکان ہیں جن کا کرایہ آتا ہے۔ ان مکانوں کی قیمت اگر بقدر نصاب ہو تو ایسے شخص پر صدقۂ فطر واجب ہے اگر چہ ایسے مکانوں کی قیمت پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ البتہ اس شخص کا گزارہ اگر مکانوں کے کرائے ہی پر ہے تو پھر یہ مکان اس کی ضرورتِ اصلیہ میں شمار ہوگا اور صدقۂ فطر واجب نہ ہوگا۔

(اہلِ حدیث کے نزدیک صدقۂ فطر زکوٰۃ کی طرح فرض ہے)

اسی طرح اگر گھر میں استعمال ہونے والے ضروری سامان کے علاوہ کچھ سامان ہے مثلاً تانبے کے برتن، پتیلے، دیگیں وغیرہ یا قیمتی فرنیچر ہے جس کی قیمت بقدر نصاب یا اس سے زائد ہے تو اس مال پر اگر چہ زکوٰۃ واجب نہیں ہے لیکن صدقۂ فطر واجب ہے۔

پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ یہ مال واسباب سال بھر تک اس شخص کے پاس رہے یعنی سال گزرنے کی شرط نہیں ہے اور نہ یہ ضروری ہے کہ وہ شخص عاقل و بالغ ہو۔ صدقۂ فطر نابالغ بچوں پر بھی واجب ہے جو خوش حال ہوں۔

صدقۂ فطر کے وجوب اور ادا کا وقت

صدقۂ فطر واجب ہونے کا وقت عید الفطر کی طلوعِ فجر کی ساعت ہے لہٰذا جو شخص اس وقت کے پہلے انتقال کر جائے یا کوئی دولت مند خدانخواستہ اس وقت سے پہلے دولت سے محروم ہو جائے تو اس پر صدقۂ فطر واجب نہیں ہے اور جو بچہ طلوعِ فجر سے پہلے پیدا ہوا اس پر

صدقۂ فطر واجب ہے اور جو شخص طلوعِ فجر کے بعد دولت مند ہو جائے یا اسلام سے مشرف ہو یا طلوعِ فجر کے بعد کوئی بچہ پیدا ہو تو ان سب پر صدقۂ فطر واجب نہیں ہے۔ ہاں جو شخص طلوعِ فجر سے پہلے دولت پا کر خوشحال ہو جائے یا کسی کو طلوعِ فجر سے پہلے خدا اسلام لانے کی سعادت سے نواز دے تو اس پر صدقۂ فطر واجب ہے۔

صدقۂ فطر ادا کرنے کا وقت نمازِ عید سے پہلے پہلے ہے البتہ اوپر کی حکمت و مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ عید سے چند یوم پہلے ہی ضرورت مندوں تک پہنچا دیا جائے تاکہ غریب اور خستہ حال لوگ اپنے کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کی ضرورتوں کا انتظام کر کے سب کے ساتھ عید گاہ جا کر نمازِ عید میں شریک ہو سکیں۔

عید گاہ جانے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کر دینا مستحب ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

> ''جو شخص نمازِ عید سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرے گا اس کا صدقہ، صدقۂ مقبولہ ہے اور جو شخص نماز کے بعد ادا کرے گا اس کا صدقہ عام صدقات کی طرح ایک صدقہ ہے۔'' (ابوداؤد)

صدقۂ فطر کی مقدار

ایک شخص کا صدقۂ فطر اسی روپے والے اسٹنڈرڈ سیر کے حساب سے ایک سیر تین چھٹانک گیہوں ہے جو ایک کلو اور ایک سو دس گرام ہوتا ہے۔

(بعض علماء کے نزدیک ایک شخص کا صدقۂ فطر ایک سیر ساڑھے بارہ چھٹانک ہے۔ بہشتی زیور میں حکیم الامتہ مولانا اشرف علی صاحبؒ نے بھی ایک سیر ساڑھے بارہ چھٹانک ہی بیان کیا ہے۔ متن میں جو قول نقل کیا گیا ہے وہ مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی کی تحقیق کے مطابق ہے)

اگر گیہوں کا آٹا دینا ہو تو وہ بھی اتنا ہی دیا جائے اور اگر جو یا جو کا آٹا یا کھجوریں وغیرہ دینا ہو تو اس کا دوگنا دینا ہو گا یعنی دو کلو دو سو بیس گرام دینا ہو گا۔

صدقۂ فطر کے مسائل

۱- ہر خوشحال آدمی پر واجب ہے کہ وہ اپنے علاوہ نابالغ اولاد کی طرف سے بھی صدقۂ فطر ادا کرے۔ اگر نابالغ اولاد صاحب مال ہو تو اس کی رقم سے ادا کرے ورنہ اپنے پاس سے ادا کرے اور بالغ اولاد اگر نادار ہو تو اس کی طرف سے بھی واجب ہے اور اگر مالدار ہو تو پھر واجب نہیں ہاں بطور احسان ادا کرنا چاہے تو جائز ہے۔

جو اولاد عقل و ہوش سے محروم اور مجنون ہو اگر وہ مالدار ہوں تو ان کی طرف سے بھی صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے۔

۲- خوشحال مرد پر ان خدمت گار ملازموں کی طرف سے صدقۂ فطر دینا بھی واجب ہے جو اس کی سرپرستی میں ہوں اور جن کی ضروریات کا یہ کفیل اور ذمہ دار ہو۔

۳- باپ اگر فوت ہو جائے تو دادا کیلئے بھی وہی احکام ہیں جو باپ کے لیے ہیں۔

۴- خوشحال خاتون پر صرف اپنی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے اپنے علاوہ کسی کی طرف سے بھی واجب نہیں۔ نہ اولاد کی طرف سے نہ ماں باپ کی طرف سے اور نہ شوہر کی طرف سے۔

۵- جس شخص نے رمضان المبارک میں کسی وجہ سے روزے نہیں رکھے اس پر بھی صدقۂ فطر واجب ہے۔ صدقۂ فطر واجب ہونے کے لیے روزہ رکھنا شرط نہیں ہے۔

۶- اگر کوئی شخص کسی وجہ سے عید کے دن صدقۂ فطر نہ دے سکا تو وہ معاف نہیں ہوا اس کو چاہیے کہ بعد میں ادا کر دے۔

۷- ایک شخص کا صدقۂ فطر ایک نادار کو یا چند ناداروں کو دینا بھی جائز ہے اور چند لوگوں کا صدقۂ فطر چند فقیروں یا ایک ہی فقیر کو دینا بھی جائز ہے۔

۸۔ صدقۂ فطر میں گیہوں یا جو کے علاوہ کوئی دوسرا اناج مثلاً جوار، باجرہ، چنا، مٹر وغیرہ دینا چاہیں تو اس کی صورت یہ ہے کہ گیہوں یا جو کی قیمت کے بقدر دیں۔

۹۔ اگر گیہوں یا جو کے بجائے ان کی قیمت صدقۂ فطر میں ادا کریں تو یہ بھی درست ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ فقراء اور مساکین کے فائدہ کو پیش نظر رکھا جائے اور جس چیز میں ان کا فائدہ محسوس ہو وہی دیا جائے۔

روزے کا بیان

روزۂ رمضان اسلام کا چوتھا اہم رکن ہے۔ روزے کو عربی میں صوم یا صیام کہتے ہیں۔ صوم کے معنی ہیں کسی چیز سے رکنا اور اس کو ترک کرنا۔ شریعت کی اصطلاح میں صوم یا صیام سے مراد یہ ہے کہ آدمی صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جنسی ضرورت پوری کرنے سے باز رہے۔

روزے کا حکم

ہجرت کے اٹھارہ مہینے کے بعد مدینے میں رمضان کے روزے مسلمانوں پر فرض کیے گئے۔

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ ۔

''ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے۔''

روزہ فرض عین ہے جو صاف صاف قرآن وحدیث سے ثابت ہے جو شخص روزے کا انکار کرے وہ کافر ہے اور جو شخص کسی عذر کے بغیر روزہ ترک کرے وہ فاسق اور سخت گنہگار ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کی آخری تاریخ کو ایک بار خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

> ''لوگو! تم پر بڑا ہی باعظمت اور برکت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے اس مہینے کی ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔ اللہ نے تم پر اس مہینے کے روزے فرض فرمائے ہیں۔'' (بیہقی)

روزے کی اہمیت وفضیلت

قرآن حکیم کی شہادت ہے کہ روزہ تمام آسمانی شریعتوں میں فرض رہا ہے اور ہر امت کے نظام عبادت میں یہ ایک لازمی جزو کی حیثیت سے شامل رہا ہے۔

كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ ۔

''جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ روزہ تمام انبیاء کی سابقہ شریعتوں میں فرض رہا ہے۔ اس کو نفس انسانی کی تربیت سے ایسا خصوصی تعلق ہے کہ اللہ نے ہر دور میں بندوں کی تربیت کے لیے اس کو لازمی قرار دیا ہے اور کوئی بھی دوسری عبادت اس کا بدل نہیں بن سکی ہے۔

روزے کی اہمیت بتاتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''جو شخص کسی عذر اور مرض کے بغیر رمضان کا ایک روزہ بھی ترک کردے وہ اگر عمر بھر بھی روزے رکھے تب بھی اس کی تلافی نہیں ہوسکتی۔'' (ترمذی، ابوداؤد)

روزے کی عظمت اور فضیلت بیان کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا:

''آدمی کے ہر عمل خیر کا اجر دس گنا سے ستر گنا تک بڑھایا جاتا ہے مگر خدا کا ارشاد ہے روزے کا معاملہ الگ ہے۔ وہ خالص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا۔ بندہ میری ہی خاطر اپنی خواہشات اور کھانا پینا چھوڑتا ہے۔ روزے دار کے لیے دو مسرتیں ہیں۔ ایک افطار کے وقت، دوسری اپنے پروردگار سے ملنے کے وقت اور روزے دار کے منہ کی بدبو خدا کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے اور روزہ ڈھال ہے جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ بے حیائی کے کاموں اور شور و ہنگاموں سے دور رہے اور اگر کوئی اس سے گالی گلوچ پر اتر آئے یا لڑنے جھگڑنے لگے تو اس کو سوچنا چاہیے کہ میں روزے سے ہوں (میں بھلا ایسی لغو حرکت کیسے کرسکتا ہوں۔)'' (بخاری، مسلم)

حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ''مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجیے جس سے خدا مجھے نفع پہنچائے۔'' آپؐ نے فرمایا ''روزہ رکھا کرو اس کی مثل کوئی دوسرا عمل نہیں ہے۔'' (نسائی)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''روزہ اور قرآن دونوں بندے کی سفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا: اے میرے پروردگار! میں نے اس بندے کو کھانے پینے اور خواہشِ نفس پورا کرنے سے باز رکھا تھا۔ پروردگار! آج اس کے حق میں میری سفارش قبول فرمالے۔ قرآن کہے گا: پروردگار! میں نے اس کو شب میں سونے اور آرام کرنے سے روک رکھا تھا۔ پروردگار! آج اس کے حق میں میری سفارش کو شرفِ قبول عطا فرما اور اللہ دونوں کی سفارش اس بندے کے حق میں قبول فرمالے گا۔'' (بیہقی)

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص رمضان کا روزہ ایمانی شعور اور احتساب کے ساتھ رکھے گا اس کے سارے پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔'' (بخاری، مسلم)

احتساب کا مطلب یہ ہے کہ روزہ محض رضائے الٰہی اور اجر آخرت کے لیے رکھا جائے اور ان تمام لغو باتوں سے روزے کی حفاظت کی جائے جو روزے کے مقصد کے خلاف ہوں۔

روزے کا مقصد

روزے کا مقصد یہ ہے کہ آدمی میں خدا کا تقویٰ پیدا ہو۔ قرآن کا ارشاد ہے:

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۔ ''تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو۔''

تقویٰ دراصل اس اخلاقی جوہر کا نام ہے جو خدا کی محبت اور خوف سے پیدا ہوتا اور پرورش پاتا ہے۔ خدا کی ذات پر پختہ یقین اور اس کی صفتِ رحمت واحسان کے حقیقی شعور سے آدمی میں جذبۂ محبت ابھرتا ہے اور اس کی صفت قہر وغضب سے اس کا خوف پیدا ہوتا ہے۔ اس جذبۂ محبت وخوف کی قلبی کیفیت کا نام تقویٰ ہے۔ تقویٰ تمام اعمالِ خیر کا سرچشمہ اور تمام اعمالِ بد سے محفوظ رہنے کا یقینی ذریعہ ہے۔ متقی انسان اندرونی جذبے کے تحت نیکی کی طرف لپکتا اور برائیوں سے بچتا ہے۔ وہ نیکی سے سکون پاتا ہے اور برائیوں سے کڑھتا ہے لیکن روزے سے یہ حقیقی فائدہ اسی شخص کو حاصل ہوتا ہے جو پورے شعور کے ساتھ روزہ

رکھتا ہے اور ان سارے ناپسندیدہ اشغال سے روزے کی حفاظت کرتا ہے جو روزے کو تباہ کرتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''جب تو روزہ رکھے تو لازم ہے کہ تو اپنے کانوں' اپنی آنکھوں' اپنی زبان' اپنے ہاتھ اور اپنے سارے اعضائے جسم کو خدا کی ناپسندیدہ باتوں سے روکے رکھے۔''

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص نے روزہ رکھنے کے باوجود جھوٹ بولنے اور جھوٹ پر عمل کرنے سے پرہیز نہیں کیا تو اللہ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے سے کوئی دلچسپی نہیں۔'' (بخاری)

نیز آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''کتنے ہی (بدنصیب بظاہر) روزے دار ہیں جن کو اپنے روزے سے بھوک پیاس کے سوا اور کچھ نہیں ملتا اور کتنے ہی (بدنصیب بظاہر) شب کو قیام کرنے اور تراویح پڑھنے والے ہیں جن کو اپنے قیامِ لیل سے رت جگے کے سوا اور کچھ ہاتھ نہیں آتا۔''

رویتِ ہلال کا بیان

قمری حساب کی حکمت

اسلامی عبادات کے لیے اللہ تعالیٰ نے قمری حساب کو مقرر فرمایا ہے اور قمری حساب مقرر فرمانے میں حکمت یہ ہے کہ قمری حساب کو جاننا اور معلوم کرنا نہایت آسان ہے۔ دور دراز دیہاتوں میں رہنے والے لوگ ہوں یا علم وسائنس سے بالکل ناآشنا لوگ، کوئی بھی ہوں قمر حساب جاننا اور معلوم کرنا ان کے لیے مشکل نہیں۔ آسمان پر نمودار ہونے والی علامت کو دیکھ کر ہر شخص بآسانی معلوم کرسکتا ہے کہ کب مہینہ شروع ہوا اور کب مہینہ ختم ہوگیا۔ اس کے برخلاف شمسی حساب میں آسمان پر کوئی ایسی علامت نمودار نہیں ہوتی جس کو دیکھ کر ہر خاص و عام مہینے کے آغاز و اختتام کو جان سکے اور بروقت اپنی عبادت شروع کرسکے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"رمضان کا روزہ اسی وقت رکھو جب تم چاند دیکھ لو اور رمضان کے روزے ختم نہ کرو جب تک کہ شوال کا چاند نہ دیکھ لو اور اگر (ابروغبار کی وجہ سے) چاند نظر نہ آئے تو اس مہینے کا حساب پورا کرلو۔" (بخاری) (یعنی ۳۰ روزے رکھو اور ۳۰ دن کا مہینہ سمجھو)

نیز ہدایت فرمائی:

صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَافْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلٰثِيْنَ ۔

(بخاری، مسلم)

"چاند دیکھ کر روزے رکھنا شروع کرو اور چاند دیکھ کر روزے کھولو اور اگر (ابر اور گرد وغبار کی وجہ سے) چاند نہ دکھائی دے تو شعبان کے ۳۰ دن پورے کرو۔"

رویت ہلال کے احکام

۱- رمضان المبارک کا چاند دیکھنا مسلمانوں پر واجب کفایہ ہے یعنی مسلمانوں پر بحیثیت اجتماعی واجب ہے کہ وہ ۲۹ شعبان کو رمضان المبارک کا چاند دیکھنے کا مناسب اہتمام کریں اور اس کے لیے حسب حالات جو انتظام ممکن ہو کریں۔ اگر پورے معاشرے نے اس فریضے سے غفلت برتی اور اس کی اہمیت کو محسوس کر کے ممکن جدوجہد نہ کی تو سارے مسلمان گنہگار ہوں گے۔ اسلامی حکومت یا اسلامی ادارے چاند دیکھنے اور چاند کی اطلاع اور اعلان کرنے کے ذمہ دار ہیں۔

۲- علم ہیئت، جنتری یا نجوم وغیرہ سے چاند کا حساب لگانے پر اکتفا کرنا اور اسی بنیاد پر روزہ رکھنا یا کھولنا جائز نہیں اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے، چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزے ختم کرو۔ اسی طرح یہ بھی جائز نہیں کہ محض تجربہ کو بنیاد بنا کر رویت مان لی جائے۔

۳- ۲۹ رجب کو شعبان کا چاند دیکھنے کا اہتمام کرنا مستحب ہے اس لیے کہ رمضان کی صحیح تاریخ معلوم کرنے کے لیے شعبان کا چاند دیکھنا اور شعبان کی تاریخوں کا حساب رکھنا ضروری ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اس کا اہتمام فرماتے اور امت کو بھی آپؐ نے اس کی تاکید کی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''رمضان کی تاریخ معلوم کرنے کے لیے شعبان کے چاند کا حساب رکھو۔''

(جامع ترمذی، ابوداؤد)

اور حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے ایام اور تاریخیں جتنے اہتمام اور توجہ سے یاد رکھتے تھے اتنی توجہ سے کسی دوسرے مہینے کی تاریخیں یاد نہیں رکھتے تھے۔ پھر رمضان کا چاند دیکھ کر روزے رکھتے تھے اور اگر ۲۹ شعبان کو چاند نظر نہ آتا تو شعبان کے ۳۰ دن پورے کر کے رمضان کے روزے شروع فرماتے تھے۔

۴- جو شخص رمضان کا چاند دیکھ لے خواہ وہ مرد ہو یا کوئی خاتون اس پر واجب ہو جاتا ہے

کہ وہ رویت ہلال کی کمیٹی یا بستی کے دینی ذمہ داروں کو اس کی اطلاع کرے اوران اداروں اورذمہ داروں کا یہ فرض ہے کہ وہ شہادت لے کر بروقت رویت ہلال کا اعلان کریں۔

۵- مطلع صاف نہ ہوتو ہلالِ رمضان کے ثبوت کے لیے صرف ایک آدمی کی گواہی اور خبر کافی ہے۔خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔البتہ خبر دینے والے میں دو باتیں ضرور پائی جاتی ہوں۔

(۱) ایک یہ کہ وہ یہ خبر دے کہ اس نے خود اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا ہے۔

(۲) دوسری یہ کہ خبر دینے والا عاقل وبالغ اور دِین دار مسلمان ہو۔

۶- ہلال عید کے ثبوت کے لیے ضروری ہے کہ کم از کم دو دِین دار مرد گواہی دیں یا ایک دِین دار مرد اور دو دین دار عورتیں گواہی دیں اگر صرف چار عورتیں ہی گواہی دیں تو بھی ہلال عید کا ثبوت نہ ہوگا۔

۷- کسی بستی میں چاند نہیں دیکھا گیا اور دوسرے مقامات سے چاند ہونے کی خبریں موصول ہوئیں، یہ خبریں اگر از روئے شریعت قابل قبول ہوں تو ان کے ذریعے ہلال رمضان کا ثبوت بھی ہوسکتا ہے اور ہلال عید کا بھی، مسلمانوں کے دینی ذمہ داروں کا فرض ہے کہ وہ اس کی فکر رکھیں اور ایسی خبروں کا جائزہ لیں۔اگر وہ شرعی اعتبار سے قابل قبول ہوں تو ان کے مطابق شہر میں اعلان کرانے کا اہتمام کریں اور جہاں جہاں ہلال کمیٹیاں قائم ہوں ان پر واجب ہے کہ وہ اس کا اہتمام کریں اور تساہل سے کام نہ لیں۔

۸- اگر ریڈیو یا ٹیلی ویژن پر کسی شہر کے معتبر قاضی یا ہلال کمیٹی کا فیصلہ نشر کیا جائے اور ٹھیک ٹھیک وہی الفاظ نشر کیے جائیں جن الفاظ میں ہلال کمیٹی یا قاضی نے فیصلہ دیا ہے تو اس کی بنیاد پر ہلال رمضان اور ہلال عید کا ثبوت دوسرے شہروں میں ہوسکتا ہے اگر یہ اطمینان ہو کہ اختلافِ مطالع نہ ہوگا۔ (رویت ہلال از مولانا مفتی محمد شفیع خان صاحب)

۹- ہلال رمضان کے ثبوت کے لیے خط اور آلاتِ جدیدہ ریڈیو، ٹیلیفون اور ٹیلی ویژن

کی خبر کافی ہوسکتی ہے بشرطیکہ خبر دینے والا یہ کہے کہ اس نے خود چاند دیکھا ہے اور جس ذمہ دار کو خبر دی جارہی ہے وہ اس کو جانتا ہو' اس کا خط اور آواز پہچانتا ہو اور وہ اس کو قابل اعتماد سمجھتا ہو۔ (ایضاً)

نیا چاند دیکھنے کی دعا

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ وَالتَّوْفِيْقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى رَبُّنَا وَرَبُّكَ اللّٰهُ ۔ (ترمذی' داری)

ترجمہ: ''اللہ سب سے بڑا ہے' اے اللہ! اس چاند کو ہمارے لیے امن وایمان' سلامتی اور اسلام کا چاند بنا کر ہم پر طلوع فرما اور ان کاموں کی توفیق کے ساتھ جو تجھے پسند اور محبوب ہیں۔ اے چاند! ہمارا اور تیرا پروردگار اللہ ہے۔''

روزے کے اقسام واحکام

فضیلت واہمیت اور جائز وناجائز ہونے کے اعتبار سے روزے کی چھ قسمیں ہیں جن کے الگ الگ احکام ہیں۔ ذیل میں قسمیں اوران کے مخصوص احکام بیان کیے جاتے ہیں۔

۱۔فرض روزے

فرض روزے صرف ماہ رمضان کے روزے ہیں جو قرآن وحدیث سے ثابت ہیں اورامت ہمیشہ سے تواتر کے ساتھ اس پرعمل کرتی رہی ہے۔ رمضان المبارک کے روزوں کے سوا کوئی روزہ فرض نہیں ہے اور نہ کسی دوسرے روزے کا دین میں یہ درجہ اور مقام ہے۔ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن روزہ ہے اور وہ صرف رمضان المبارک کا روزہ ہے۔ قرآن پاک اور سنت سے ان کی فرضیت ثابت ہے اور حدیث سے یہ ثابت ہے کہ یہ روزہ اسلام کا ایک رکن ہے۔ جو شخص روزۂ رمضان کے فرض ہونے کا منکر ہے وہ اسلام سے خارج ہے اور جو کسی عذر کے بغیر ان کو چھوڑے وہ سخت گنہگار ہے۔

(حدیث میں ہے بنی الاسلام علیٰ خمس...... وصوم رمضان)

۲۔واجب روزے

نذر اور منت اور کفارے کے روزے واجب ہیں اگر متعین دن کی نذر مانی ہے تو اسی دن رکھنا واجب ہے اور اگر دن متعین نہیں کیا ہے تو پھر بلا تاخیر جب چاہیں رکھ سکتے ہیں۔

۳۔مسنون روزے

(۱) محرم کی ۹ اور ۱۰ تاریخ کے دو روزے۔

(۲) یوم عرفہ یعنی ذوالحجہ کی ۹ تاریخ کا روزہ۔

(۳) ایام بیض یعنی ہر مہینے کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ کے تین روزے۔ یہ روزے سنت ہیں لیکن غیر مؤکدہ۔ ان کے رکھنے کا بڑا اجر وثواب ہے لیکن نہ رکھنے کا کوئی گناہ نہیں۔

۴۔ نفلی روزے

فرض، واجب اور سنت روزوں کے ماسوا تمام روزے مستحب ہیں جن کے رکھنے کا اجر وثواب ہے اور نہ رکھنے پر کوئی مؤاخذہ نہیں لیکن بعض متعین نفلی روزے ایسے ہیں جن کی حدیث میں بڑی فضیلت آئی ہے اور ان کے رکھنے کا بڑا اجر وثواب بتایا گیا ہے۔

(۱) ماہ شوال کے چھ روزے۔

(۲) دوشنبہ اور پنج شنبہ کے دن کا روزہ۔

(۳) ذوالحجہ کے ابتدائی عشرے کے آٹھ روزے۔

۵۔ مکروہ روزے

(۱) صرف شنبہ اور یک شنبہ کا روزہ۔

(۲) صرف یوم عاشورہ کا روزہ۔

(۳) صوم وصال یعنی درمیان میں ناغہ کیے بغیر مسلسل روزے رکھنا۔

۶۔ حرام روزے

سال میں پانچ دن ایسے ہیں جن میں روزہ رکھنا حرام ہے۔

(۱) یکم شوال یعنی عیدالفطر کے دن کا روزہ۔

(۲) اور ماہ ذوالحجہ کی ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳ تاریخوں میں چار روزے۔ رمضان سے ایک دو روز پہلے روزہ رکھنے سے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

''تم میں سے کوئی شخص رمضان کے ایک دو دن پہلے روزے نہ رکھے ہاں اگر اتفاق سے کبھی وہ دن پڑ جائے جس میں روزہ رکھنے کا کسی کا معمول ہو تو وہ شخص اپنے معمول کے مطابق اس دن روزہ رکھ لے۔'' (بخاری ومسلم)

اسی طرح آپؐ نے شک کے دن روزہ رکھنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ شک کے دن

سے مراد وہ دن ہے جس کے بارے میں یہ شک ہو کہ شاید یہ شعبان کا تیسواں دن نہ ہو بلکہ رمضان کا پہلا دن ہو مثلاً ۲۹ شعبان کو مطلع ابر آلود ہو اور چاند نظر نہ آئے لیکن کوئی شخص اس شبہ میں روزہ رکھ لے کہ ممکن ہے چاند ہو گیا ہو اور آج رمضان کی پہلی تاریخ ہو تو آپؐ نے نہایت سخت لہجے میں شک کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ آپؐ نے تنبیہ فرمائی:

''جس آدمی نے شک کے دن کا روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔'' (ابوداؤد، جامع ترمذی وغیرہ)

روزے کی نیت کے احکام

۱- نیت دل سے ارادہ کرنے کو کہتے ہیں، دل میں روزے کا محض ارادہ کر لینے سے روزہ درست ہو جاتا ہے زبان سے اظہار ضروری نہیں۔

۲- رمضان المبارک میں ہر روزے کے لیے الگ نیت کرنا ضروری ہے۔ مہینے بھر کے روزوں کی ایک بار نیت کر لینا کافی نہیں ہے۔

۳- تین قسم کے روزوں میں غروب آفتاب سے قبل نصف النہار تک کسی وقت بھی نیت کر لے درست ہے:

(۱) رمضان کے ادا روزوں میں۔

(۲) نذر کے ان روزوں میں جن کی تاریخ یا دن متعین ہو۔

(۳) عام نفلی روزوں میں۔

چار قسم کے روزوں میں غروب آفتاب سے طلوع صبح صادق تک نیت کر لینا ضروری ہے:

(۱) رمضان کے قضا روزوں میں۔

(۲) نذر کے ان روزوں میں جن کی تاریخ یا دن متعین نہ ہو۔

(۳) کفارے کے روزوں میں۔

(۴) ان نفلی روزوں کی قضا میں جو شروع کر دینے کے بعد کسی وجہ سے فاسد ہو گئے ہوں۔

۴- رمضان میں صرف رمضان ہی کا روزہ فرض ہے کوئی دوسرا روزہ رمضان میں صحیح نہیں ہے لہٰذا رمضان میں اگر کوئی نفل یا واجب روزے کی نیت کر لے تب بھی وہ رمضان

ہی کا روزہ قرار پائے گا۔

۵- روزے کا وقت صبح صادق سے غروب آفتاب تک ہے لہٰذا شب میں روزے کی نیت کر لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ نیت کرتے ہی ساری ممنوع چیزوں سے آدمی بچا رہے۔ نیت چاہے شب میں کسی وقت کرے ممنوعات سے بچنے کا وقت صبح صادق سے ہی شروع ہوگا۔

روزے کے فرائض

روزے میں صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک تین باتوں سے رکا رہنا فرض ہے:

(۱) کھانے سے۔

(۲) پینے سے۔

(۳) نفسانی خواہشات سے۔

روزے کے سنن اور مستحبات

۱- سحری کھانا سنت ہے' چاہے وہ چند گھونٹ پانی ہی کیوں نہ ہو۔

۲- سحری اخیر وقت میں یعنی صبح صادق سے ذرا پہلے کھانا سنت ہے۔

۳- افطار میں جلدی کرنا مستحب ہے' غروب آفتاب معلوم ہونے کے جو ذرائع مہیا ہوں ان سے جب غروب کا یقین ہو جائے تو خوامخواہ دیر کرنا ہرگز صحیح نہیں۔

۴- کھجور' چھوہارہ اگر مہیا ہوں تو ان سے افطار کرنا مستحب ہے' پانی سے افطار کرنا بھی مستحب ہے۔

۵- روزے کی نیت رات ہی سے کر لینا مستحب ہے۔

۶- غیبت' چغلی' شور و ہنگامہ' لڑائی جھگڑا' جبر و زیادتی اور سخت کلامی اور سخت گیری' غضب و غصہ وغیرہ سے روزے میں بچنے کا اہتمام کرنا مسنون ہے۔ مؤمن کو یوں بھی ان چیزوں سے بچنا چاہیے لیکن روزے میں اور زیادہ شعور کے ساتھ ان سے بچے رہنے کا اہتمام کرنا مسنون ہے۔

مفسداتِ صوم

جن چیزوں سے روزہ فاسد ہوتا ہے ان کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جن میں صرف قضا واجب ہے اور ایک وہ جن میں قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔

وہ مفسدات جن میں صرف قضا واجب ہے

۱- اس غلط فہمی میں کچھ کھا پی لیا کہ سحری کا وقت باقی ہے اور فی الواقع سحری کا وقت ختم ہو چکا تھا یا سورج ڈوبنے سے پہلے یہ سمجھ کر کہ سورج ڈوب گیا ہے کچھ کھا پی لیا۔

۲- بے ارادہ کوئی چیز پیٹ میں پہنچ گئی۔

۳- دن بھر نہ کچھ کھایا نہ پیا، مگر روزے کی نیت نہیں کی یا نصف النہار کے بعد نیت کی۔

۴- روزے میں کسی نے منہ بھر کر قے کی۔

۵- کوئی ایسی چیز کھالی جو نہ دوا ہے اور نہ غذا مثلاً لوہے یا لکڑی کا ٹکڑا یا کنکری وغیرہ نگل لی۔

۶- بھولے سے روزے میں کچھ کھا پی لیا اور پھر یہ سمجھا کہ روزہ تو ٹوٹ ہی گیا اب کھانے میں کیا حرج ہے اور خوب پیٹ بھر کر کھا لیا۔

۷- روزے میں کان کے اندر تیل ڈال لیا۔

۸- مسواک کرنے میں مسوڑھوں سے خون نکلا اور نگل لیا۔ ہاں اگر خون برائے نام ہو جس کا ذائقہ بھی حلق میں محسوس نہ ہو تو قضا واجب نہیں۔

وہ مفسدات جس میں قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں

۱- کھانے پینے کی کوئی چیز قصداً کھالی، یا بطورِ دوا کوئی چیز کھالی۔

۲- قصداً کوئی ایسا فعل کیا جس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا لیکن اس غلط فہمی میں روزہ توڑ دیا

کہ ایسا کر لینے سے روزہ فاسد ہو چکا ہے۔ مثلاً سرمہ لگایا' سر میں تیل ڈالا اور پھر یہ سمجھ کر روزہ توڑ دیا کہ سرمہ لگائے اور سر میں تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

۳- قصداً نفسانی خواہش پوری کر لی۔

وہ امور جن سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے

۱- بلا وجہ منہ میں تھوک جمع کر کے نگلنا۔

۲- کلی کرنے یا ناک میں پانی ڈالنے میں ضرورت سے زیادہ اہتمام کرنا۔

۳- بے قراری' گھبراہٹ اور اضمحلال وغیرہ کا بار بار اظہار کرنا۔

۴- منجن' ٹوتھ پیسٹ یا کوئلہ وغیرہ چبا کر اس سے دانت مانجھنا۔

۵- غیبت' گالی گلوچ' شور و ہنگامہ کرنا' کسی کو ستانا اور جبر و زیادتی کرنا وغیرہ۔

وہ امور جن سے روزہ مکروہ نہیں ہوتا

۱- روزے میں بھولے سے کچھ کھا پی لیا' خواہ پیٹ بھر کر کھایا ہو اور خوب سیر ہو کر پیا ہو۔

۲- دن میں سوتے ہوئے غسل کی حاجت ہو گئی۔

۳- سرمہ لگانا' سر میں تیل ڈالنا' خوشبو سونگھنا' بدن کی مالش کرنا وغیرہ۔

۴- تھوک اور بلغم نگل لینا۔

۵- بے اختیار مکھی نگل لی' حلق میں گرد و غبار پہنچ گیا یا دھواں چلا گیا خواہ وہ دھواں بیڑی سگرٹ کا ہو۔

۶- کان میں خود بخود پانی چلا گیا یا دوا چلی گئی۔

۷- بے اختیار قے ہو گئی چاہے منہ بھر کر ہی ہو۔

۸- مسواک کرنا خواہ مسواک بالکل تازہ ہی ہو اور اس کی کڑواہٹ بھی منہ میں محسوس ہو۔

۹- گرمی کی شدت میں کلی کرنا' منہ دھونا' نہانا یا تر کپڑا سر یا بدن پر رکھنا۔

۱۰- قصداً قے کی لیکن منہ بھر کر نہیں ہے تو ان چیزوں سے روزے میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔

سحری کی فضیلت اور تاکید

روزہ رکھنے کے ارادے سے صبح صادق سے پہلے پہلے جو کھایا پیا جاتا ہے اس کو سحری کہتے ہیں۔ سحری کھانا سنت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی سحری کھانے کا اہتمام فرماتے اور صحابہؓ کو بھی تاکید کرتے تھے۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

''ہمارے اور اہلِ کتاب کے روزے میں یہی فرق ہے کہ ہم سحری کھاتے ہیں اور وہ سحری نہیں کھاتے۔'' (مسلم)

نیز آپؐ نے تاکید فرمائی:

تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِی السَّحُوْرِ بَرَکَةً۔ (بخاری، مسلم)

سحری کھایا کرو اس لیے کہ سحری کھانے میں بڑی برکت ہے۔

سحری کھانے کی حکمت واضح کرتے ہوئے آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''قیامِ لیل کے لیے دوپہر کے قیلولے سے قوت حاصل کرو اور دن کو روزہ رکھنے کے لیے سحری کھانے سے قوت حاصل کیا کرو۔'' (ابن ماجہ)

اگر بھوک پیاس نہ ہو تو کچھ تھوڑا سا کھا کر ایک آدھ گھونٹ پانی ہی پی لینا چاہیے اس لیے کہ سحری کھانے کا بہت بڑا اجر و ثواب ہے۔

آپؐ کا ارشاد ہے:

''سحری کھانا سراسر برکت ہے پس سحری کھانا نہ چھوڑو، خواہ پانی کا ایک گھونٹ ہی ہو، سحری کھانے والوں پر خدا رحمت فرماتا ہے اور فرشتے ان کے لیے استغفار کرتے ہیں۔'' (الترغیب، مسند احمد)

سحری میں تاخیر

سحری تاخیر سے کھانا سنت ہے‘ تاخیر کا مطلب یہ ہے کہ صبح صادق میں کچھ ہی وقت باقی ہو۔ بعض لوگ احتیاط کے پیشِ نظر آدھی رات ہی سے کھاپی کر فارغ ہو جاتے ہیں۔ یہ بہتر نہیں ہے بلکہ تاخیر ہی سے کھانے میں زیادہ اجر وثواب ہے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابتؓ نے بیان کیا کہ ”ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی اور پھر آپؐ نمازِ فجر کے لیے کھڑے ہوگئے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں میں نے زید بن ثابتؓ سے پوچھا سحری اور اذانِ فجر میں کتنا وقفہ رہا ہوگا؟ حضرت زید نے بتایا کہ صرف پچاس آیتوں کے بقدر وقفہ رہا ہوگا۔“ (بخاری‘ مسلم) ظاہر ہے پچاس آیتیں پڑھنے میں پانچ چھ منٹ سے زیادہ صرف نہیں ہوتے۔

افطار میں تعجیل

افطار میں تعجیل مستحب ہے۔ تعجیل کا مطلب یہ ہے کہ آفتاب غروب ہونے کے بعد احتیاط کے خیال سے خوانخواہ تاخیر کرنا مناسب نہیں بلکہ فوراً ہی افطار کرنا مستحب ہے۔ اس طرح کی غیر ضروری احتیاط اور غیر مطلوب تقویٰ کے اظہار سے دینی مزاج بگڑ جاتا ہے۔ اس لیے کہ دِین کھانے پینے سے رکنے‘ نفس کو مشقتوں میں ڈالنے اور تکلیف اٹھانے کا نام نہیں ہے بلکہ دِین خدا کی بے چوں چرا اطاعت کرنے کا نام ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تین باتیں پیغمبرانہ اخلاق میں سے ہیں:

(۱) سحری تاخیر سے کھانا۔

(۲) افطار میں تعجیل کرنا۔

(۳) نماز میں داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھنا۔

نیز آپؐ کا ارشاد ہے:

”لوگ اچھی حالت میں رہیں گے جب تک کہ وہ افطار میں جلدی کریں گے۔“ (بخاری‘ مسلم)

افطار کس چیز سے مستحب ہے؟

کھجور اور چھوہارے سے افطار مستحب ہے اور یہ نہ ہو تو پانی سے افطار بھی مستحب ہے لیکن اس معاملے میں غلو کرنا اور کسی دوسری چیز سے افطار کو غیر متقیانہ فعل سمجھنا قطعاً غلط ہے جس سے بچنا لازم ہے۔ یہ صحیح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی انہی چیزوں سے افطار کیا ہے اور صحابہؓ کو اس کی ترغیب دی ہے لیکن اس کی مصلحت صرف یہ ہے کہ کھجور عرب میں ہر غریب و امیر کو بسہولت میسر آجاتی تھی اور یہ انؑ کی مرغوب غذا بھی تھی۔ رہا پانی تو وہ کھانے پینے کی ساری چیزوں کے مقابلے میں آسانی اور فراوانی کے ساتھ دستیاب ہونے والی چیز ہے۔ بروقت جو چیز بھی بسہولت مہیا ہو جائے اس سے روزہ افطار کر سکتے ہیں۔ البتہ بسہولت کھجور اور چھوہارہ مل سکے تو اس سے روزہ افطار کرنا مستحب ہے۔

افطار کرانے کا اجر و ثواب

افطار کرانا بھی پسندیدہ عمل ہے چاہے ایک کھجور ہی سے افطار کرا دیا جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"جس شخص نے کسی روزے دار کو افطار کرایا یا کسی مجاہد کو جہاد کے لیے کچھ سامان دیا تو اس کو روزے دار اور مجاہد کی طرح اجر و ثواب ملے گا۔" (بیہقی)

افطار کی دعا

افطار کرتے وقت یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ ۔ (ابوداؤد)

اے اللہ! میں نے تیری ہی رضا کے لیے روزہ رکھا اور تیری ہی دی ہوئی روزی سے افطار کیا۔

افطار کرنے کے بعد یہ پڑھے

ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ ۔

پیاس جاتی رہی، رگیں تروتازہ ہو گئیں اور اللہ نے چاہا تو اجر و ثواب ضرور ملے گا۔

سفر اور مرض میں روزے کے احکام

خدا نے دین کے احکام میں بندوں کی معذوری اور مشقت کا پورا پورا لحاظ رکھا ہے چنانچہ روزے میں بھی مسافر اور مریض کو یہ سہولت بخشی ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں اور دوسرے ایام میں اس کی قضا رکھ لیں۔ قرآن میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ط وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا اَوْعَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ط يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ط ۔

(البقرہ:185)

"پس تم میں سے جو شخص اس مہینے کو پائے اس پر لازم ہے کہ وہ اس مہینے کے روزے رکھے اور جو بیمار ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے ایام میں روزوں کی گنتی پوری کر لے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے سہولت چاہتا ہے اور تمہیں تنگی میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا۔"

۱- روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہر سفر میں ہے خواہ وہ کسی غرض کے لیے ہو اور خواہ اس میں مشقت ہو یا سہولت۔ البتہ جس سفر میں خاص مشقت اور تکلیف نہ ہو بلکہ آرام اور سہولت ہو تو پھر مستحب یہ ہے کہ روزہ رکھ لیا جائے تاکہ رمضان المبارک کی فضیلت اور برکت سے محرومی نہ رہے۔

۲- کوئی شخص روزے کی نیت کرنے یا روزہ شروع کر لینے کے بعد سفر پر روانہ ہو تو اس دن کا روزہ رکھنا اس پر لازم ہے البتہ توڑنے کی صورت میں کفارہ واجب نہ ہوگا۔

۳- کوئی مسافر کسی مقام پر پندرہ دن کے قیام کی نیت سے ٹھہرا تو اس کے لیے ضروری

ہے کہ روزہ رکھے۔ روزہ نہ رکھنے کی اجازت نہیں اور اگر پندرہ دن سے کم کے قیام کا ارادہ کیا ہے تو پھر بہتر یہ ہے کہ روزہ رکھے۔ ایسی صورت میں روزہ نہ رکھنا مکروہ ہے۔

۴- روزہ رکھنے میں یہ اندیشہ ہو کہ دوا اور غذا نہ ملنے کی صورت میں مرض بڑھ جائے گا یا کوئی مرض پیدا ہو جائے گا یا یہ کہ مرض طول پکڑ جائے گا اور صحت دیر میں حاصل ہوگی تو ایسی صورتوں میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مریض واقعی مریض ہو اور مرض بڑھنے یا نئے مرض پیدا ہونے کا واقعی اندیشہ ہو محض وہم وخیال نہ ہو۔ اسی صورت میں اس سہولت سے فائدہ اٹھایا جائے محض اس وہم وگمان سے کہ شاید مرض بڑھ جائے روزہ نہ رکھنا غلط ہے۔

روزہ رکھنے کے بعد توڑنے کی اجازت

روزہ رکھنے کے بعد کوئی غیر معمولی حادثہ ہو جائے مثلاً کسی گاڑی وغیرہ سے ٹکر ہو گئی یا سانپ نے کاٹ لیا یا اچانک کوئی شدید مرض ہو گیا یا شدید دورہ پڑ گیا' غرض کوئی بھی ایسا شدید حادثہ پیش آ جائے کہ اس میں دوا یا غذا نہ ملنے کی صورت میں جان کی ہلاکت کا اندیشہ ہو یا مرض میں غیر معمولی شدت پیدا ہو جانے کا خطرہ ہو تو روزہ توڑنا جائز ہے۔

قضا اور کفارہ کے مسائل

۱- قضا روزے رکھنے میں نہ ترتیب ضروری ہے نہ تسلسل اور نہ یہ ضروری ہے کہ دن اور تاریخ وغیرہ مقرر کر کے روزے رکھے جائیں بلکہ جب اور جیسے سہولت ہو رکھ لیے جائیں البتہ بلا وجہ تاخیر کرنا درست نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ جتنی جلد ممکن ہو رکھ لیے جائیں۔

۲- اگر رمضان کے دو سال کے روزے رہ گئے ہوں تو قضا رکھنے کی صورت میں یہ تعین ضروری ہے کہ کس سال کے روزے رکھ رہا ہے۔ جس سال کے روزے رکھنے کا ارادہ ہو اسی سال کی نیت کر کے روزے رکھنا شروع کرے۔

۳- قضا روزے رکھنے میں یہ ضروری ہے کہ صبح صادق سے پہلے پہلے نیت کر لی جائے اگر صبح صادق کے بعد نیت کی تو یہ قضا کا روزہ نہ ہوگا۔ نفلی روزہ قرار پائے گا اور قضا روزہ پھر رکھنا ہوگا۔

۴- کفارہ صرف رمضان کا روزہ فاسد ہونے سے واجب ہوتا ہے۔ رمضان کے علاوہ کوئی روزہ فاسد ہو جائے یا قصداً فاسد کر دیا جائے تو کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

۵- ایک ہی رمضان کے دوران ایک سے زائد روزے فاسد ہو گئے ہوں تو سب کے لیے ایک ہی کفارہ واجب ہوگا۔ ہر روزے کا الگ الگ کفارہ واجب نہ ہوگا۔

۶- روزۂ رمضان کا کفارہ یہ ہے:

جہاں غلام آزاد کرنا ممکن ہو اور استطاعت بھی ہو تو ایک غلام آزاد کرنا واجب ہے اور یہ ممکن نہ ہو تو پھر ساٹھ روزے مسلسل رکھنا واجب ہے۔ روزے رکھنے کے دوران اگر ناغہ

ہو جائے تو پھر نئے سرے سے ساٹھ روزے رکھنے ہوں گے اور کسی وجہ سے روزے بھی نہ رکھ سکتا ہو تو پھر ساٹھ مسکینوں کو پیٹ بھر کھانا کھلانا واجب ہے۔

۷- مساکین کو کھانا کھلانے میں عام معیار کا لحاظ رکھا جائے۔ نہ اپنے معیار سے اونچا کھلانا واجب ہے اور نہ یہ صحیح ہے کہ سوکھی روٹی دے کر اطمینان کرلیا جائے۔ کھانا کھلانے کے بجائے غلہ دینا یا غلے کی قیمت دینا بھی صحیح ہے۔ ایک دن کا غلہ صدقۂ فطر کے بقدر دیا جائے۔

(صدقۂ فطر کی مقدار کے لیے دیکھیے ص ۲۱۶)

فدیہ

اگر کوئی شخص اتنا ضعیف ہو کہ روزہ نہ رکھ سکتا ہو یا اتنا بیمار ہو کہ صحت کی کوئی امید ہی نہ ہو تو اس پر واجب ہے کہ ہر روزے کے بدلے فدیہ ادا کرے۔

ایک روزے کا فدیہ ایک شخص کے صدقۂ فطر کی مقدار غلہ واجب ہے۔ چاہے غلہ دے یا اس کی قیمت ادا کرے ہر صورت میں فدیہ صحیح ہوگا۔

نفلی روزں کا بیان

نفس واخلاق کا تزکیہ اور خدا کا قرب حاصل کرنے کے لیے دوسری نفل عبادتوں کی طرح نفل روزے رکھنے کی بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ترغیب دی ہے اور آپ بھی کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے۔ البتہ اس میں اعتدال ضروری ہے تاکہ اپنے نفس اور دوسروں کی حق تلفی بھی نہ ہو اور نوافل کا درجہ فرائض سے بڑھنے بھی نہ پائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ہر چیز کی کچھ زکوٰۃ ہوتی ہے اور جسم انسانی کی زکوٰۃ روزے ہیں۔'' (روزے رکھنے سے نفس انسانی کو پاکیزگی اور تزکیہ حاصل ہوتا ہے۔) (ابن ماجہ)

ذیل میں وہ نفلی روزے بیان کیے جاتے ہیں جن کی حدیث میں خصوصی فضیلت بیان کی گئی ہے اور جن کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی اہتمام فرمایا ہے۔

شوال کے چھ روزے

عرفِ عام میں ان کو ''شش عید'' کے روزے کہتے ہیں۔ حدیث میں ان روزوں کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد اس نے شوال میں چھ روزے رکھے تو اس نے گویا ہمیشہ کے روزے رکھے۔''

(مسلم، ابوداؤد ہمیشہ کے روزے رکھے یعنی وہ سال بھر روزے سے رہا۔ اس نے رمضان کے ۳۰ روزے اور شوال کے چھ روزے، سب ۳۶ روزے ہوئے اور قرآن کی صراحت ہے جو شخص ایک نیکی کرے گا اس کو دس گنا اجر ملے گا۔ اس طرح ۳۶ روزوں کا

دس گنا ۳۶۰ ہوا اور سال میں ۳۶۰ دن ہوتے ہیں اس طرح گویا وہ پورے سال روزے سے رہا)

یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ روزے لگاتار رکھے جائیں۔ پورے مہینے میں حسب سہولت چھ روزے پورے کر لیے جائیں۔ دوسری شوال کو ان روزوں کی ابتداء کر دی جائے تو بہتر ہے لیکن ضروری نہیں۔

یوم عاشورہ کا روزہ

یوم عاشورہ محرم کی دس تاریخ کو کہتے ہیں۔ مکے کے قریش اس دن خانہ کعبہ پر غلاف چڑھاتے اور روزہ رکھتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس دن روزہ رکھتے تھے۔ پھر آپؐ ہجرت فرما کر مدینے آئے تو دیکھا کہ یہود بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ آپؐ نے وجہ پوچھی تو اہلِ کتاب نے بتایا یہی دن تھا جب خدا نے فرعون کے لشکر کو غرق کیا اور بنی اسرائیل کو ان سے نجات بخشی۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس احسان کا شکر ادا کرنے کے لیے روزہ رکھا لہٰذا ہم بھی ان کی پیروی میں روزہ رکھتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موسیٰ سے ہمارا تعلق زیادہ ہے لہٰذا ہم زیادہ حق دار ہیں کہ اس دن روزہ رکھیں چنانچہ آپؐ نے روزہ رکھا اور امت کو بھی تاکید فرمائی۔

یہود کی مشابہت سے بچنے کے لیے بہتر یہ ہے کہ دسویں محرم کے ساتھ نویں یا گیارھویں محرم کو بھی روزہ رکھا جائے تاکہ اس دن کی فضیلت بھی حاصل رہے اور یہود کے ساتھ مشابہت بھی نہ رہے۔

یوم عرفہ کا روزہ

ذوالحجہ کی ۹ تاریخ کو یوم عرفہ کہتے ہیں۔ حدیث میں اس دن کے روزے کی بڑی فضیلت آتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم عرفہ کے روزے کا بڑا اہتمام فرماتے تھے۔ یوم عرفہ کے پہلے آٹھ دنوں کے روزوں کا بھی بڑا اجر و ثواب ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"دنوں میں سے کسی دن کی عبادت بھی اللہ کو اتنی پسند نہیں ہے جتنی ذوالحجہ کے

ابتدائی عشرے کی۔ اس عشرے کے ہر دن کا روزہ سال بھر کے روزوں کے برابر ہے اور اس عشرے میں ہر رات کے نوافل کی وہی فضیلت ہے جو شب قدر کے نوافل کی فضیلت ہے۔''

ایام بیض کے روزے

ہر مہینے کے تیرھویں' چودھویں اور پندرھویں دن کو ایام بیض کہتے ہیں۔ یہ چاندنی کے خاص ایام ہیں اسی لیے ان کو ایام بیض یعنی روشن دن کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان روزوں کی بڑی تاکید فرماتے۔ حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ ''اے ابوذر! جب تم مہینے میں تین روزے رکھنے کا ارادہ کرو تو تیرھویں' چودھویں اور پندرھویں تاریخوں کے روزے رکھا کرو۔'' (جامع ترمذی)

حضرت قتادہ بن ملحان کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم فرماتے تھے کہ ''ہم ایام بیض یعنی تیرہ' چودہ اور پندرہ تاریخوں کے روزے رکھا کریں اور فرماتے تھے یہ تین روزے رکھنا سال بھر روزے رکھنے کے برابر ہیں۔'' (ابوداوٗد' نسائی)

مہینے میں تین روزے کے حساب سے ایک سال کے ۳۶ روزے ہوئے اور قرآن پاک میں یہ صراحت ہے کہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا عطا کیا جاتا ہے۔ اس طرح ۳۶ کا دس گنا ۳۶۰ بنتا ہے اور سال کے دن ۳۶۰ ہیں تو جس شخص نے ہر مہینے تین روزے رکھے وہ گویا سال بھر روزے سے رہا۔

اعتکاف کا بیان

اعتکاف کے لغوی معنی ہیں کسی جگہ ٹھہرنا اور بند ہونا اور اصطلاح میں اعتکاف سے مراد وہ خاص عبادت ہے جس میں آدمی دنیوی تعلقات اور مصروفیات سے الگ ہو کر کچھ وقت کے لیے کسی مسجد میں یکسوئی کے ساتھ جا بیٹھتا ہے۔ وہاں ذکر و فکر، تلاوت و نماز اور یادِ الٰہی میں لگا رہتا ہے، اللہ سے لو لگائے اس کے در پر پڑا رہتا ہے اور اپنے گناہوں اور قصوروں کی معافی پر روتا اور گڑگڑاتا ہے۔ اس سے آدمی کے قلب میں جلا پیدا ہوتی ہے، نفس کا تزکیہ ہوتا ہے، دنیا سے بے نیازی اور آخرت کی طلب پیدا ہوتی ہے اور خدا کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ اعتکافِ رمضان کی عظمت و فضیلت آپؐ نے ان الفاظ میں واضح فرمائی:

> ''جس نے رمضان میں دس روز کا اعتکاف کیا گویا اس نے دو حج اور دو عمرے ادا کیے۔'' (بیہقی)

اعتکاف کے احکام

۱- رمضان المبارک کے اخیر عشرے میں پورے عشرے کا اعتکاف کرنا سنت مؤکدہ کفایہ ہے یعنی بحیثیت مجموعی بستی کے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس سنت کا اہتمام کریں۔ بستی کے کچھ افراد بھی اس سنت کو ادا کرلیں تو سب کی طرف سے ادا ہو جائے گا اور اگر سب نے ہی اس سنت سے غفلت برتی تو سارے ہی لوگ گنہگار ہوں گے۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پابندی کے ساتھ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرماتے تھے اور وفات تک آپؐ کا

یہ معمول رہا۔آپؐ کے بعد آپؐ کی ازواج اس کا اہتمام فرماتی رہیں۔

(بخاری، مسلم)

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ایک سال آپؐ اعتکاف نہ کر سکے تو دوسرے سال آپؐ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔(جامع ترمذی)

۲- کوئی شخص اعتکاف کی نذر مان لے کسی شرط کے ساتھ نذر مانے یا شرط کے بغیر نذر مانے ہر صورت میں اس پر یہ اعتکاف واجب ہو جائے گا۔نذر کا اعتکاف واجب ہے۔

۳- رمضان کے اخیر عشرے کے علاوہ جب اعتکاف کیا جائے وہ اعتکاف مستحب ہے۔

شرائطِ اعتکاف

۱-مسجد میں قیام:

مردوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسجد میں اعتکاف کریں، مرد مسجد میں اعتکاف نہ کریں تو ان کا اعتکاف صحیح نہ ہوگا۔

۲-نیت:

جس طرح دوسری عبادات کے لیے نیت شرط ہے اسی طرح اعتکاف کے لیے بھی نیت شرط ہے، نیت کے بغیر یونہی مسجد میں قیام کر لینے سے اعتکاف صحیح نہ ہوگا۔

۳-حدث اکبر سے پاک ہونا:

یعنی آدمی اس حالت میں نہ ہو جس میں غسل واجب ہوتا ہے اور اعتکاف میں روزہ بھی شرط ہے۔

اعتکاف کے مسائل

۱- اعتکاف واجب کی مدت کم سے کم ایک پورا دن ہے اور زیادہ کی کوئی قید نہیں۔

اعتکاف واجب میں روزے سے رہنا ضروری ہے۔

۲- اعتکاف مستحب کے لیے کوئی مدت مقرر نہیں' چند لمحے کا اعتکاف بھی صحیح ہے۔

۳- خواتین اپنے گھر میں جہاں عام طور پر نماز پڑھتی ہیں اسی جگہ اعتکاف کریں۔ مسجد میں اعتکاف نہ کریں۔ خواتین کے لیے مسجد میں اعتکاف کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

۴- اعتکاف واجب کسی وجہ سے فاسد ہو جائے تو اس کی قضا واجب ہے البتہ اعتکاف مسنون اور اعتکاف مستحب کی قضا نہیں ہے۔

۵- اعتکاف مسنون کا وقت بیس رمضان کو غروب آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور ہلالِ عیدنظر آتے ہی ختم ہو جاتا ہے' چاہے رویت ہلال ۲۹ رمضان کو ہو یا ۳۰ رمضان کو ہر حال میں اعتکاف مسنون پورا ہو جائے گا۔

(اہلِ حدیث کے نزدیک رمضان کی بیسویں تاریخ کو نمازِ فجر کے بعد ہی مسجد میں پہنچ جانا ضروری ہے)

۶- اعتکاف کی حالت میں ذکر و فکر' تلاوتِ قرآن' تدبر قرآن' درود کا ورد' وعظ و تبلیغ' دینی تعلیم' دینی تصنیف و تالیف وغیرہ کاموں میں مصروف رہنا مستحب ہے۔ بالکل خاموش بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے۔

۷- معتکف کو اپنا پورا وقت معتکف ہی میں گزارنا ضروری ہے۔ رفع حاجت' نمازِ جمعہ اور عیدین کے لیے اور کھانا لانے والا نہ ہو تو کھانے کے لیے معتکف سے باہر جانا جائز ہے اور اگر اعتکاف کی نیت کرتے وقت نمازِ جنازہ میں شرکت کی نیت بھی کر لی ہو تو نمازِ جنازہ میں شرکت جائز ہے۔

۸- کسی شرعی یا طبعی ضرورت کے بغیر معتکف سے باہر نکلنے اور باہر ٹھہرنے سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے اور حالت اعتکاف میں دنیوی کاموں میں مصروف ہونا مکروہ تحریمی ہے۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اعتکاف کرنے والے کے لیے شرعی ضابطہ یہ ہے کہ وہ نہ مریض کی عیادت کو جائے' نہ جنازے کی

نماز میں شرکت کے لیے باہر نکلے نہ عورت کو ہاتھ لگائے اور نہ خوش طبعی کی حرکتیں کرے اور نہ اپنی ناگزیر ضرورتوں کے علاوہ کسی ضرورت کے لیے معتکف سے باہر نکلے اور اعتکاف روزے کے بغیر نہیں ہوسکتا اور ایسی مسجد میں اعتکاف کرنا چاہیے جہاں نماز باجماعت کا اہتمام ہو۔

لیلۃ القدر

ماہِ رمضان کے آخری عشرے میں ایک شب کی قدر و عظمت اتنی زیادہ ہے کہ قرآن و حدیث نے اس کو ہزار مہینوں سے زیادہ افضل اور بہتر قرار دیا ہے اس شب کو "لیلۃ القدر" کہتے ہیں۔

لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ ۔ (سورۃ القدر آیت ۳)

لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے زیادہ افضل اور بہتر ہے۔

اور حدیث میں ہے:

شَھْرٌ فِیْہِ لَیْلَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ ۔ (مشکوٰۃ)

رمضان وہ باعظمت مہینہ ہے جس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے زیادہ افضل اور بہتر ہے۔

قرآن کریم کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مبارک رات ماہِ رمضان ہی کی ایک رات ہے۔ قرآن میں ہے:

شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ ۔ (سورۃ البقرہ آیت ۱۸۰)

رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے۔

اور دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ ۔ (سورۃ القدر)

بے شک ہم نے قرآن کو لیلۃ القدر میں نازل کیا۔

ان دونوں آیتوں کو ملانے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ لیلۃ القدر رمضان ہی کی

ایک مبارک رات ہے اور اسی کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو اوپر بیان کی گئی۔

پھر حدیث سے یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کے اخیر عشرے کی طاق راتوں میں سے کوئی رات ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

> ''لیلۃ القدر کو رمضان کی آخری دس راتوں میں سے طاق راتوں میں تلاش کرو۔'' (صحیح بخاری)

البتہ یہ بات صاف طور پر معلوم نہیں ہوتی کہ طاق راتوں میں سے کون سی رات ہے اور متعین نہ کرنے میں حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اہلِ اسلام اس پورے مبارک عشرے میں عبادت اور ذکر و فکر کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کریں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ آپؐ اس عشرے میں سال کے تمام دنوں سے زیادہ عبادت و ذکر الٰہی کا اہتمام فرماتے تھے اور صحابہ کرامؓ کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

> ''جب لیلۃ القدر آتی ہے تو جبرائیل امینؑ ملائکہ کے جھرمٹ میں زمین پر اترتے ہیں اور ہر اس بندے کے لیے دعائے رحمت و مغفرت کرتے ہیں جو کھڑے بیٹھا خدا کی یاد میں مشغول ہوتا ہے۔'' (شعب الایمان للبیہقی)

لیلۃ القدر کی مخصوص دعا

اس مبارک رات میں بندہ جو دعا چاہے مانگے اور خوب خوب مانگے توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رات کی برکت سے اپنے بندے کو محروم اور مایوس نہیں کرے گا۔ البتہ حدیث میں ایک خاص دعا کا بھی ذکر ہے جس کا اہتمام کرنا بہتر ہے۔

حضرت عائشہؓ نے ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ اگر میں شب قدر کو پاؤں تو کیا دعا کروں تو آپؐ نے ارشاد فرمایا، یہ دعا پڑھو:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔ (جامع ترمذی، ابن ماجہ)

اے اللہ! تو ہی معاف فرمانے والا ہے اور بڑا ہی کرم کرنے والا ہے، معاف کرنا تجھے پسند ہے پس تو میری خطائیں معاف فرمادے۔

لغوی معنی: زیارت کا ارادہ کرنا
اصطلاحی مفہوم: بیت اللہ کی زیارت کا ارادہ کرنا

حج کا بیان

حج اسلام کے پانچ ارکان میں سے پانچواں اہم رکن ہے۔ یہ ایک جامع عبادت ہے جس میں تمام جانی اور مالی عبادتوں کی روح موجود ہے۔ حج کی تاریخ دراصل ایک بندۂ مؤمن کے عشق ومحبت سے ایمان واخلاص، جاں نثاری اور فداکاری، ایثار اور جان ومال کی قربانی اور اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں تج دینے کی تاریخ ہے۔

حج کے معنی

لغت میں حج کے معنی ہیں زیارت کا ارادہ کرنا اور اصطلاحِ شرع میں حج سے مراد اسلام کا وہ رکن ہے جس میں مسلمان بیت اللہ کی زیارت کا ارادہ کرتا ہے۔

حج کی اہمیت وفضیلت

حج کی عظمت واہمیت قرآن پاک نے ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلاً وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۔

''اور لوگوں پر خدا کا یہ حق ہے کہ جو اس کے گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے اور جو اس حکم کی تعمیل سے انکار کرے اس کو جاننا چاہیے کہ اللہ سارے جہان والوں سے بے نیاز ہے۔''

یعنی ان سب مسلمانوں پر بیت اللہ کا حج خدا کا ایک حق ہے جن کو خدا نے صحت بھی دے رکھی ہے اور دولت بھی اور جو لوگ استطاعت کے باوجود اس حکم کی تعمیل نہیں کرتے اور خدا کے حق سے غافل ہیں ان سے خدا بے نیاز ہے، خدا کو ان لوگوں کی کوئی پروا نہیں کہ وہ

کس حال میں جیتے ہیں اور کس حال میں مرتے ہیں، یہودی ہوکر مرتے یا نصرانی ہوکر۔ اس سے بڑی تباہی انسان کی اور کیا ہوگی کہ خدا اس سے بے نیازی اور بے تعلقی کا اعلان کرے۔

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جس شخص کے پاس سفرِ حج کے لیے ضروری سامان موجود ہو اور اس کو سواری بھی میسر ہو جو اس کو بیت اللہ تک لے جا سکے اور پھر بھی وہ حج نہ کرے تو اللہ کو اس کی کوئی پروا نہیں کہ وہ یہودی ہوکر مرتا ہے یا نصرانی ہوکر۔"

(حج کی استطاعت رکھنے کے باوجود حج نہ کرنے والوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود و نصاریٰ سے تشبیہ دی ہے اور قرآن نے تارکین صلوٰۃ کے عمل کو مشرکوں کا عمل بتایا ہے۔ اس کا راز یہ ہے کہ مشرکین عرب نماز کو بھول چکے تھے اور حج کیا کرتے تھے۔ چنانچہ قرآن نے مسلمانوں کو تاکید فرمائی: وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اور نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ۔ اس کے برخلاف یہود و نصاریٰ حج نہ کیا کرتے تھے اور نماز پڑھ لیا کرتے تھے اگرچہ نماز کی شکل بھی انہوں نے بگاڑ رکھی تھی۔ (یوسف)

اور یہ اس لیے کہ خدا کا ارشاد ہے:

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلاً ۔

"لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو لوگ استطاعت رکھتے ہوں وہ اس کے گھر کا حج کریں۔"

جس سخت وعید کی طرف متوجہ کرنے کے لیے اس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ وعید آیت کے اس آخری حصے میں ہے۔

وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ ۔ "اور جو شخص اس سے انکار کا رویہ اختیار کرے (یعنی استطاعت کے باوجود حج نہ کرے تو خدا کو اس کی کوئی پروا نہیں) اس لیے کہ اللہ سارے عالم سے بے نیاز ہے۔"

اور حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا: ''میرا ارادہ یہ ہے کہ ان شہروں میں کچھ آدمی بھیجوں جو جائزہ لے کر دیکھیں کہ کن لوگوں نے حج کی استطاعت رکھنے کے باوجود حج نہیں کیا ہے' پھر ان پر جزیہ لگا دوں کہ یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں' یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں۔'' (المنتقیٰ)

(جان و مال کی حفاظت کا وہ ٹیکس جو غیر مسلم شہریوں سے وصول کیا جاتا ہے)

اور حج کی فضیلت بیان کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''حج مبرور کا صلہ جنت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔'' (مسلم کتاب الحج)

''حج کرو' اس لیے کہ حج سارے گناہوں کو اس طرح دھو دیتا ہے جس طرح پانی میل کچیل کو صاف کر دیتا ہے۔'' (طبرانی)

نیز فرمایا:

''اللہ کے نبی داؤدؑ نے التجا کی' الٰہی! جو بندے تیرے گھر کی زیارت کرنے آئیں ان کو کیا اجر و ثواب ملے گا؟ خدا نے جواب دیا' اے داؤد! وہ میرے مہمان ہیں' ان کا مجھ پر یہ حق ہے کہ میں دنیا میں ان کے گناہ معاف کر دوں اور آخرت کے دن جب وہ مجھ سے ملاقات کریں تو ان کو بخش دوں۔'' (طبرانی)

اور آپؐ نے فرمایا:

''جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور اس دوران اس نے نہ تو کوئی شہوانی حرکت کی' نہ کسی معصیت کا ارتکاب کیا' وہ جب حج سے واپس ہوتا ہے تو ایسا پاک صاف ہوتا ہے گویا آج ہی پیدا ہوا ہے۔'' (بخاری)

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زائرین حرم کے حق میں دعا فرمائی۔ ''الٰہی حج کرنے والوں کی مغفرت فرما دے اور جس کے حق میں زائرِ حرم استغفار کرے اس کی بھی مغفرت فرما دے۔''

(ابن خزیمہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا' کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ ارشاد فرمایا: ''خدا پر ایمان لانے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے کے بعد حج مبرور کو تمام

اعمال پر اتنی فضیلت حاصل ہے جتنا مشرق اور مغرب کے درمیان فاصلہ ہے۔" (احمد، طبرانی)

"حج مبرور" سے مراد وہ حج ہے جو خالص رضائے الٰہی اور اجرِ آخرت کے لیے کیا گیا ہو اور جس میں ان تمام باتوں کا اہتمام کیا گیا ہو جن کے اہتمام کی شریعت نے تاکید کی ہے۔

اور جو خالص رضائے الٰہی اور
اجرِ آخرت کیلئے کیا گیا ہو

فقہی اصطلاحات

۱- احرام:

لغت میں احرام کے معنی ہیں حرام کرنا اور اصطلاح فقہ میں حج یا عمرہ کرنے کی نیت سے حج کا لباس پہن کر تلبیہ پڑھنے کو احرام کہتے ہیں۔

احرام باندھنے والے کو محرم کہتے ہیں چونکہ احرام باندھنے کے بعد بہت سی وہ چیزیں بھی حرام ہو جاتی ہیں جو احرام سے پہلے حلال تھیں۔ اس لیے اس کو احرام کہتے ہیں جس طرح نماز میں پہلی تکبیر کہتے ہی کھانا پینا' چلنا پھرنا اور گفتگو وغیرہ سب حرام ہو جاتا ہے اور اس کو تکبیر تحریمہ کہتے ہیں۔

۲- احصار:

احصار کے لغوی معنی روکنے اور باز رکھنے کے ہیں اور اصطلاح میں احصار سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص حج یا عمرے کی نیت کرے اور پھر وہ حج یا عمرہ کرنے سے روک دیا جائے۔ ایسے شخص کو ''محصر'' کہتے ہیں۔

۳- استلام:

استلام لغت میں چھونے اور بوسہ دینے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں استلام سے مراد ہے حجر اسود کو بوسہ دینا اور رکنِ یمانی کو چھونا طواف کا ہر شوط شروع کرتے وقت اور ہر طواف کے ختم پر حجر اسود کا استلام کرنا سنت ہے اور رکن یمانی کا استلام مستحب ہے۔

۴- اضطباع:

لغت میں اضطباع کے معنی ہیں کسی چیز کو بغل میں لینا اور بازو کھولنا اور اصطلاح میں

اضطباع سے مراد ہے چادر وغیرہ کو اس طرح اوڑھنا کہ اس کا ایک کنارہ داہنے شانے پر ڈالنے کے بجائے داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں شانیں پر ڈالا جائے اور داہنا شانہ کھول دیا جائے۔ یہ عمل اس مقصد سے کیا جاتا ہے تاکہ زائرِ حرم اپنی قوت، چستی اور نشاط کا اظہار کر سکے۔

۵-آفاقی:

مکہ معظّمہ سے کچھ کچھ فاصلے پر ہر طرف پانچ مقامات ہیں جہاں پہنچ کر زائرِ حرم کو احرام باندھنا ہوتا ہے۔ احرام باندھے بغیر ان مقامات سے آگے بڑھنا جائز نہیں۔ ان مقامات کو میقات کہتے ہیں۔ میقات سے باہر علاقوں کے رہنے والے سارے لوگوں کو اصطلاح میں آفاقی کہتے ہیں۔ جیسے ہند، پاکستان، ترکی، ایران، عراق، شام وغیرہ کے سارے باشندے آفاقی کہلائیں گے۔ حج کے باب میں اس اصطلاح سے واقفیت اس لیے بہت ضروری ہے کہ حج کے باب میں آفاقی کے بہت سے مسائل واحکام ان لوگوں سے مختلف ہیں جو میقات کے اندر کے علاقوں میں رہتے ہیں۔

۶-افراد:

افراد حج کی ایک قسم ہے۔ اصطلاح میں حج افراد سے مراد یہ ہے کہ حج کرنے والا صرف حج کی نیت کرے، حج کے ساتھ عمرے کی نیت نہ کرے۔ ''حج افراد'' کرنے والے کو اصطلاح میں ''مفرد'' کہتے ہیں۔

۷-ایامِ تشریق:

ماہِ ذوالحجہ کی ۱۱، ۱۲، ۱۳ تاریخ کو ایامِ تشریق کہتے ہیں اور ذوالحجہ کی ۹ تاریخ کو یوم عرفہ، ۱۰ تاریخ کو یوم نحر اور ان پانچوں دنوں کو بھی ایامِ تشریق کہتے ہیں۔ چنانچہ ۹ تاریخ کی فجر سے ۱۳ تاریخ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد جو تکبیر پڑھی جاتی ہے اس کو تکبیر تشریق کہتے ہیں۔

۸۔ تخلیق:

استرے سے سر منڈانے کو تخلیق کہتے ہیں' ارکان حج سے فارغ ہونے کے بعد حاجی کے لیے سر منڈانا واجب ہے۔

۹۔ تقصیر:

اصطلاح میں تقصیر کے معنی ہیں بال کتروانا' ارکان حج سے فارغ ہونے کے بعد حاجی کے لیے واجب ہے کہ یا تو بال منڈا لے یا پھر کتروا لے۔

۱۰۔ تلبیہ:

احرام باندھتے وقت جو مخصوص صدا زائر حرم پکارتا ہے اور پھر دورانِ حج برابر اس کا ورد رکھتا ہے اس کو تلبیہ کہتے ہیں۔ ہر نشیب میں اترتے ہوتے' ہر بلندی پر چڑھتے ہوئے' ہر فرض نماز کے بعد' ہر نئے قافلے سے ملتے وقت اور ہر صبح شام زائر حرم کی زبان پر یہ دعا جاری رہتی ہے:

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ ۔

۱۱۔ تہلیل:

کلمہ طیبہ یعنی ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' پڑھنے کو تہلیل کہتے ہیں۔

۱۲۔ تمتع:

تمتع حج کی ایک قسم ہے۔ تمتع کے لغوی معنی ہیں کچھ وقت کے لیے فائدہ اٹھانا اور اصطلاح میں حج تمتع یہ ہے کہ آدمی حج اور عمرہ ساتھ ساتھ کرے لیکن اس طرح کہ دونوں کے لیے الگ الگ احرام باندھے اور عمرہ کر لینے کے بعد احرام کھول کر ان سب چیزوں سے فائدہ اٹھائے جو احرام کی حالت میں ممنوع ہو گئی تھیں اور پھر حج کا احرام باندھ کر حج کے ارکان ادا کرے چونکہ اس طرح عمرے اور حج کے درمیان کچھ وقت کے لیے احرام کھول کر حلال ہونے کا فائدہ اٹھانے کا موقع مل جاتا ہے. س لیے ایسے حج کو ''حج تمتع'' کہتے ہیں۔

۱۳- جنایت:

جنایت کے لغوی معنی ہیں کوئی ممنوع اور برا کام کرنا لیکن حج کے سلسلے میں اس اصطلاح ۔ سے مراد کوئی ایسا ممنوع کام کرنا ہے جو حرم میں ہونے کی وجہ سے یا حالت احرام میں ہونے کی وجہ سے ممنوع ہو' جنایت ہو جانے کی صورت میں اس کا تاوان قربانی یا صدقے کی شکل میں دینا واجب ہوتا ہے۔

۱۴- دم احصار:

عمرے یا حج کی نیت کر لینے کے بعد کوئی شخص کسی وجہ سے حج یا عمرہ ادا کرنے سے روک دیا جائے تو اس کو حسب مقدور قربانی دینی ہوتی ہے۔ اس قربانی کو دم احصار کہتے ہیں یعنی وہ خون جو احصار کی وجہ سے واجب ہوا ہے۔

۱۵- رفث:

رفث سے مراد جنسی فعل یا اس سے متعلق گفتگو کرنا ہے۔ حج کے دوران یہ فعل اور اس طرح کی گفتگو ممنوع ہے۔ اشاروں میں بھی اس طرح کی کوئی بات نہ کرنا چاہیے۔

۱۶- رمل

طواف کے پہلے تین چکروں میں شانے ہلاتے ہوئے تیز تیز چلنے کو رمل کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ۷ ہجری میں صحابہ کرامؓ کے ساتھ عمرہ ادا کرنے کے ارادے سے مکے تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگوں نے آپس میں کہا ان لوگوں کا حال کیا ہو رہا ہے! دراصل مدینے کی آب و ہوا کی خرابی کا اثر تھا اور سب ہی کمزور ہو گئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس گفتگو کا پتہ چلا تو آپؐ نے حکم دیا کہ طواف کے پہلے تین چکروں میں لوگ رمل کریں یعنی ڈلکی چال چلیں اور قوت و طاقت کا مظاہرہ کریں۔

۱۷- رمی:

لغت میں رمی پھینکنے اور نشانہ لگانے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں رمی سے مراد حج کا وہ

عمل ہے جس میں حاجی تین ستونوں پر کنکریاں مارتا ہے۔ منیٰ میں کچھ کچھ فاصلے سے تین ستون بنے ہوئے ہیں ان کو جمرات کہتے ہیں۔ ان جمرات پر کنکریاں مارنا' یعنی رمی کرنا واجب ہے۔

۱۸- سعی:

لغت میں سعی کے معنی ہیں اہتمام سے چلنا' دوڑنا اور کوشش کرنا۔ اصطلاح میں سعی سے مراد حج کا وہ عمل ہے جس میں زائرِ حرم صفا اور مروہ نامی دو پہاڑیوں کے درمیان دوڑتا ہے۔ آج کل ان دونوں پہاڑیوں کا معمولی سا نشان باقی ہے۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی واجب ہے۔

۱۹- شوط:

شوط کے معنی ہیں چکر لگانا' اور اصطلاح میں شوط سے مراد بیت اللہ کے گرد ایک چکر لگانا ہے۔

۲۰- طوافِ قدوم:

مکے میں داخلے کے بعد سب سے پہلے جو طواف کیا جاتا ہے اس کو طوافِ قدوم کہتے ہیں۔ طواف قدوم کو طواف تحیہ اور طوافِ لقاء بھی کہتے ہیں۔ طوافِ قدوم صرف ان لوگوں پر واجب ہے جو میقات سے باہر کے باشندے ہوں جن کو اصطلاح میں آفاقی کہتے ہیں۔

۲۱- طوافِ زیارت:

طواف زیارت حج کا ایک رکن ہے۔ وقوفِ عرفات کے بعد ۱۰ ذوالحجہ کو جو طواف کیا جاتا ہے اس کو طوافِ زیارت یا طوافِ افاضہ کہتے ہیں۔ طواف زیارت فرض ہے اور اس کا حکم قرآن میں دیا گیا ہے۔

۲۲- طوافِ وداع:

بیت اللہ سے رخصت ہوتے وقت جو آخری طواف کیا جاتا ہے اس کو طوافِ وداع یا طواف صدر کہتے ہیں۔ یہ طواف بھی آفاقی پر واجب ہے۔ اس طواف کے بعد ملتزم سے

چمٹ چمٹ کر اور بیت اللہ کا پردہ پکڑ پکڑ کر انتہائی گریہ و زاری کے ساتھ دعا مانگنی چاہیے۔ یہ بیت اللہ سے رخصت کا وقت ہے۔ معلوم نہیں پھر کب یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے۔ ''کوئی شخص ''طواف رخصت'' کیے بغیر بیت اللہ سے واپس نہ ہو مگر اس خاتون کے لیے اجازت ہے جو حالت حیض میں ہو۔''

(بخاری)

۲۳-عمرہ:

عمرہ کے معنی ہیں آباد مکان کا ارادہ کرنا' زیارت کرنا اور اصطلاح میں اس سے مراد وہ چھوٹا حج ہے جو ہر وقت ہوسکتا ہے۔ اس کے لیے کوئی خاص مہینہ اور دن مقرر نہیں جس وقت جی چاہے احرام باندھ کر بیت اللہ کا طواف کریں' سعی کریں اور تقصیر کر کے احرام کھول دیں۔ عمرہ حج کے ساتھ بھی کیا جاسکتا ہے اور حج سے علیحدہ بھی۔ عمرہ کرنے والے کو ''معتمر'' کہتے ہیں۔

۲۴-قران:

قِران کے لغوی معنی ہیں دو چیزوں کو باہم ملانا اور اصطلاح شرع میں قران یہ ہے کہ آدمی حج اور عمرے کا احرام ایک ساتھ باندھ کر دونوں کے ارکان ادا کرے۔ حج قران کرنے والے کو قارن کہتے ہیں' ''حج قران'' ''حج افراد'' اور ''حج تمتع'' دونوں سے افضل ہے۔

۲۵-محصر:

حج یا عمرے کا ارادہ کر لینے کے بعد جو شخص حج یا عمرہ کرنے سے روک دیا جائے اس کو مُحصر کہتے ہیں۔ حج سے روکے جانے کی صورت میں محصر پر حسب مقدار قربانی واجب ہوتی ہے جس کو دم احصار کہتے ہیں۔

۲۶-میقات:

مکہ معظّمہ سے کچھ کچھ فاصلے پر ہر طرف پانچ متعین اور متفق علیہ مقامات ہیں جن پر

پہنچنے کے بعد زائر حرم کے لیے احرام باندھنا لازم ہو جاتا ہے۔ احرام باندھے بغیر ان مقامات سے آگے بڑھنا اور حرم کے علاقے میں داخل ہونا جائز نہیں۔

(۱) ذوالحلیفہ: یہ مدینے والوں کے لیے اور مدینے کی جانب سے آنے والوں کے لیے میقات ہے۔ یہ مکہ معظّمہ سے تقریباً تین سوتیں کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

(۲) جحفہ: یہ شام والوں کے لیے اور مغربی علاقوں سے آنے والوں کے لیے میقات ہے۔ یہ مکہ معظّمہ سے مغرب کی طرف تقریباً ایک سو ساٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

(۳) قرن المنازل: یہ نجد سے آنے والوں کے لیے اور مشرقی علاقوں سے آنے والوں کے لیے میقات ہے۔ یہ مکہ معظّمہ سے مشرق کی جانب تقریباً پچاس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

(۴) ذاتِ عرق: یہ عراق والوں کے لیے اور اس سمت سے آنے والے سارے لوگوں کے لیے میقات ہے۔ یہ مقام مکہ سے تقریباً اسی کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

(۵) یلملم: یہ یمن کی جانب سے آنے والے لوگوں کے لیے میقات ہے۔ یہ تہامہ کی مشہور پہاڑیوں میں سے ایک پہاڑی ہے۔ یہ مکہ سے جنوب مشرق میں تقریباً چونسٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک مقام ہے۔ ہندو پاک سے جانے والے زائرین حرم کے لیے بھی یہی میقات ہے۔

۲۷- وقوف:

وقوف کے معنی ہیں کھڑا ہونا اور ٹھہرنا، حج کے دوران تین مقامات پر وقوف کرنا ہوتا ہے۔ عرفات میں وقوف، مزدلفہ میں وقوف اور منیٰ میں وقوف۔ وقوف کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی ان مقامات پر پہنچ جائے، وقوف کی نیت کرنا اور وہاں کھڑا ہونا ضروری نہیں ہے۔ سب سے اہم وقوف وقوفِ عرفات ہے۔ وقوفِ عرفات کا وقت ۹ ذوالحجہ کو بعد زوال ظہر اور عصر کی نماز پڑھنے کے بعد ہے۔ اس لیے اسی وقت پہنچ جانا چاہیے لیکن چونکہ یہ حج کا رکنِ اعظم ہے اور اسی پر ادائے حج کا دارومدار ہے اس لیے اس کے وقت میں کشادگی دے کر

سہولت دی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص ۹، ۱۰ ذوالحجہ کی درمیانی شب میں صبح صادق سے پہلے پہلے کسی وقت بھی لمحے بھر کے لیے عرفات پہنچ جائے تو اس کا وقوف معتبر ہوگا اور اس کا حج ادا ہو جائے گا۔ مزدلفہ میں وقوف واجب ہے اور منیٰ میں مسنون ہے۔

۲۸- ہدی:

ہدی کے لغوی معنی ہیں تحفہ اور ہدیہ اور شریعت میں ہدی سے مراد وہ جانور ہے جو زائر حرم قربانی کرنے کے لیے اپنے ہمراہ لے جاتا ہے یا کسی ذریعے سے وہاں بھیج دیتا ہے۔

حج کے مشہور مقامات

بیت اللہ اور اس کے قرب و جوار میں جن پاک مقامات پر زائرین حرم حج کے ارکان و اعمال ادا کرتے ہیں ان کی تاریخ سے فی الجملہ واقفیت زائرین حرم کے لیے خاص طور پر ضروری ہے۔ اس لیے کہ ان میں سے ہر ایک مقام کے ساتھ جاں نثاری، فدائیت اور جہاد و قربانی کی تاریخ وابستہ ہے اور توقع یہ ہے کہ ان لوگوں کا حج زیادہ شعوری اور زیادہ جذبات انگیز ہوگا جو ان مقامات کی تاریخ سے واقف ہو کر ان پر حاضری دیں گے اور حج کے اعمال و ارکان کی حکمتوں کو سمجھتے ہوئے ان کو ادا کریں گے۔ اسی مقصد سے ان مقامات حج کا مختصر تعارف دیا جا رہا ہے۔

۱- بیت اللہ

روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے سب سے پہلے جو مقدس گھر تعمیر کیا گیا اسی کا نام بیت اللہ ہے۔ قرآن کی شہادت ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ۔

بلا شبہ عبادت کا سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لیے تعمیر کیا گیا وہ وہی ہے جو مکے میں ہے، سراسر خیر و برکت اور تمام جہان والوں کے لیے سرچشمۂ ہدایت ہے۔

سب سے پہلے یہ گھر خدا کے حکم سے فرشتوں نے تعمیر کیا تھا پھر شکستہ ہوا تو حضرت آدمؑ نے اس کی مرمت کی اور آپ کی اولاد نے اس کو آباد کیا۔ نوح علیہ السلام کے زمانے میں جب عظیم طوفان آیا تو یہ گھر بھی شہید ہو گیا۔ اس کے بعد خدا کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خدا نے اس کے آثار اور نشانات بتا کر اس کی تعمیر پر مامور فرمایا تا کہ رہتی زندگی تک

دور دراز سے لوگ اس مرکز توحید پر جمع ہوں اور یہاں سے توحید کا پیغام قیامت تک سارے جہاں میں پھیلتا رہے۔

"یاد کرو وہ وقت جبکہ ہم نے ابراہیمؑ کے لیے اس گھر (بیت اللہ) کی جگہ تجویز کی تھی (اس ہدایت کے ساتھ) کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام و رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھو اور لوگوں کو حج کے لیے اذنِ عام دے دو کہ وہ تمہارے پاس ہر دور دراز مقام سے پیدل اور اونٹوں پر سوار آئیں تاکہ وہ فائدے دیکھیں جو یہاں ان کے لیے رکھے گئے ہیں۔"

چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کی معیت میں اپنے مبارک ہاتھوں سے اس مبارک گھر کی تعمیر فرمائی اور یہ دعا کی کہ پروردگار میری ذریت میں سے ایک امت مسلمہ کو اٹھا اور اس امت میں ایک رسول مبعوث فرما جو ان کو تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائے۔ ان کو تیرے قانون کا علم دے' ان کو حکمت سکھائے اور ان کا تزکیہ کرے۔ خدا نے حضرت ابراہیمؑ کی یہ دعا قبول فرمائی اور ہر سال لاکھوں کی تعداد میں مسلمان اس سرچشمۂ توحید کے گرد جمع ہو کر توحید کی دعوت جذب کرتے ہیں اور خدا کی بندگی کے جذبات سے سرشار ہو کر روئے زمین کے دور دراز خطوں میں توحید کی آواز پہنچانے کے لیے پھیل جاتے ہیں۔

نقشہ بیت اللہ

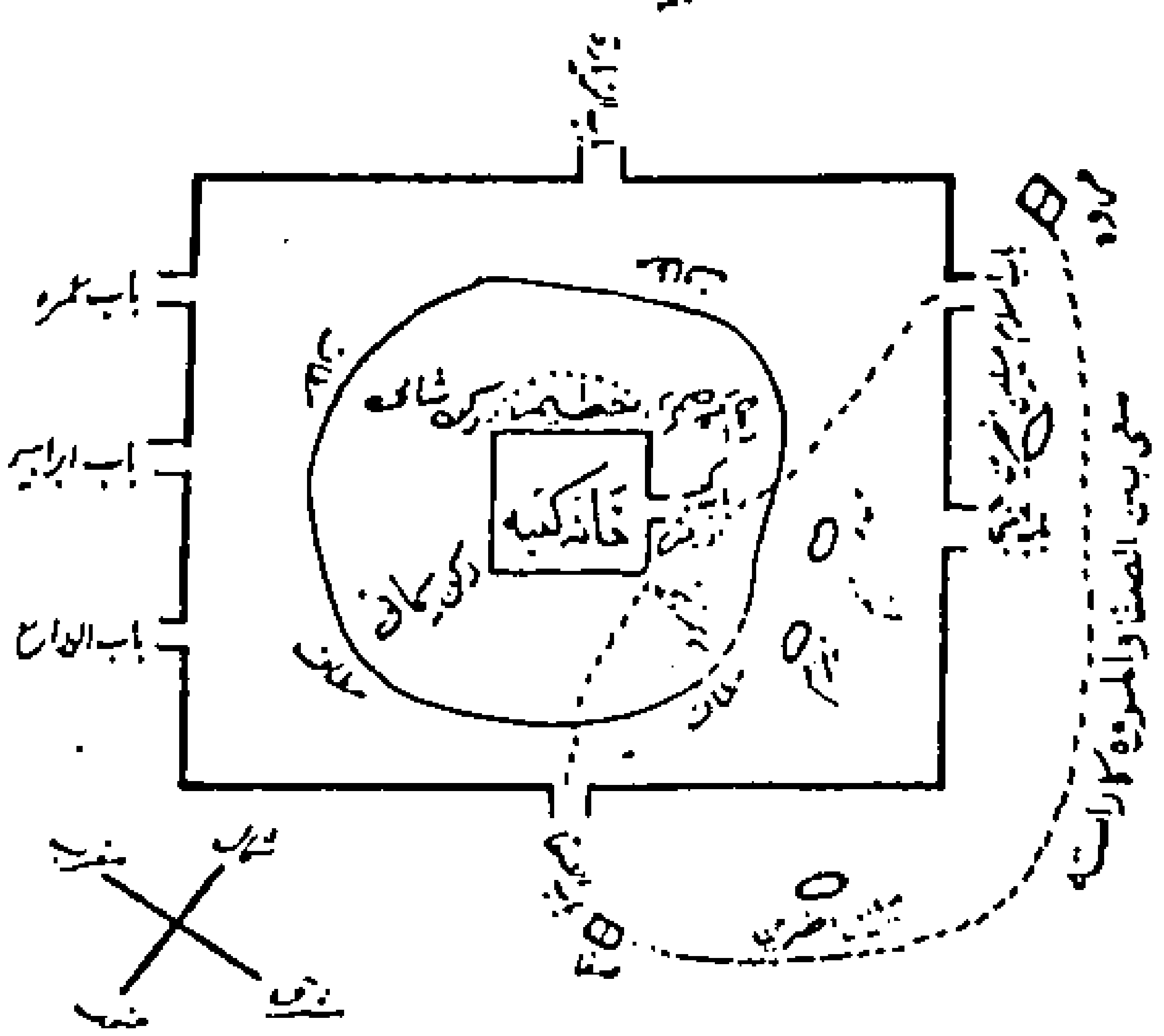

۲-بطن عرفہ

میدانِ عرفات میں حدودِ حرم سے متصل ایک خاص مقام کا نام ہے۔

۳-جبلِ رحمت

میدانِ عرفات کے درمیان ایک تاریخی پہاڑی ہے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حج کے موقع پر تقریباً ایک لاکھ چالیس ہزار فداکاروں کے سامنے وہ تاریخی اور انقلابی خطبہ دیا تھا جس کو خطبۂ حجتہ الوداع کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

وقوفِ عرفات میں یہاں اترنا افضل ہے لیکن ضروری نہیں، عرفات میں کسی جگہ بھی وقوف کر سکتے ہیں اور ہر جگہ سے اس جبلِ رحمت پر نظر پڑتی رہے گی۔

۴-جبلِ قزح

مزدلفہ میں ایک پہاڑی ہے جس کو ''جبلِ قزح'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

۵-جحفہ

مکہ معظّمہ سے مغرب کی جانب مکے سے تقریباً ایک سو ساٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک مقام ہے۔ اس نام سے اب وہاں کوئی بستی تو نہیں ہے لیکن یہ معلوم اور معروف ہے کہ رابغ کے نام سے آج کل جو بستی موجود ہے اسی کے قریب یہ جحفہ نام کا مقام تھا...... یہ مقام میقات ہے زائرین حرم یہاں احرام باندھ کر حرم کے علاقے میں داخل ہوتے ہیں۔ شام اور مغربی علاقوں کی طرف سے آنے والے لوگوں کو یہیں پر احرام باندھنا ہوتا ہے۔

۶-حجرِ اسود

حجرِ اسود یعنی سیاہ پتھر۔ یہ ایک مبارک پتھر ہے جو بیت اللہ کے شرقی گوشے میں بیت اللہ کے دروازے کے قریب دیوار میں نصب ہے۔ حدیث میں ہے کہ حجرِ اسود جنت کا ایک پتھر ہے جو رنگ میں دودھ سے زیادہ سفید تھا، حج کرنے والوں کے استلام سے ان کے گناہوں کی سیاہی جذب کرتے کرتے سیاہ ہو گیا ہے۔ قیامت کے دن یہ پتھر بھی اٹھایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پتھر کو زبان اور بینائی عطا فرمائے گا اور یہ ان لوگوں کے ایمان کی

گواہی دے گا جو طواف کے وقت اس کا استلام کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی)

۷۔ حطیم

بیت اللہ کا وہ حصہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تعمیر کیے ہوئے کعبہ مقدسہ میں شامل تھا لیکن بعد میں جب آتش زدگی کے باعث کعبہ منہدم ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے قریش نے بیت اللہ کی تعمیر کی تو سرمائے کی کمی کی وجہ سے یہ حصہ تعمیر میں شامل نہ ہو سکا اور آج تک یہ حصہ الگ ہے چونکہ یہ بیت اللہ کی اصل عمارت میں شامل ہے اس لیے طواف کرنے والوں کو حکم ہے کہ وہ اس کو بھی طواف میں شامل رکھیں اور حطیم کے باہر باہر سے طواف کریں۔

۸۔ ذوالحلیفہ

مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ آتے ہوئے راستے میں ایک مقام ہے۔ یہ مقام مسجد نبویؐ سے اندازاً آٹھ کلومیٹر اور مکہ معظّمہ سے تقریباً تین سوتیں کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہ اہلِ مدینہ اور مدینے کی سمت سے آنے والے لوگوں کے لیے میقات ہے اور یہ میقات مکہ معظّمہ سے دوسرے تمام میقاتوں کے مقابلے میں زیادہ دور پڑتا ہے۔

۹۔ ذاتِ عرق

کوفے سے مکہ معظّمہ کی طرف جاتے ہوئے راستے میں پڑتا ہے۔ یہ مکہ معظّمہ سے اندازاً اسی کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، عراق اور عراق کی جانب سے آنے والوں کے لیے یہی میقات ہے۔

۱۰۔ رکن یمانی

بیت اللہ کے اس گوشے کو جو یمن کی جانب ہے رکن یمانی کہتے ہیں۔ یہ بڑا متبرک مقام ہے۔ طواف کرنے والا اس گوشے کا بھی استلام کرتا ہے۔ حدیث میں رکن یمانی کو چھونے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ آپ کا ارشاد ہے "رکن یمانی پر ستر فرشتے مقرر ہیں جو دعا مانگنے والے کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔" (الترغیب)

۱۱-زمزم

ایک نہایت متبرک چشمہ ہے جو خدا نے اپنے خصوصی فضل سے اس وادیٔ غیر ذی زرع میں حضرت ہاجرہؓ اور حضرت اسماعیلؑ کے لیے جاری فرمایا تھا اور آج تک زائرین حرم اس سے سیراب ہوتے ہیں۔ اس کا پانی جس مقصد سے پیا جائے خدا تعالیٰ کے کرم سے یہ اسی مقصد کے لیے مفید ہو جاتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤمنوں کو ترغیب دی ہے کہ وہ اس کا پانی خوب سیر ہو کر پییں۔

۱۲-صفا اور مروہ

بیت اللہ کے قریب ہی دو متبرک پہاڑیاں تھیں۔ یہاں پہاڑیاں تو اب موجود نہیں ہیں البتہ ان کے آثار اب بھی موجود ہیں اور ان کے درمیان سعی کرنے کے لیے دو راستے بنا دیئے گئے ہیں۔ جاہلیت کے زمانے میں ان دونوں پہاڑیوں پر قریش نے دو بت نصب کر دیئے تھے۔ اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مسلمانوں کو ان کے درمیان سعی کرنے میں تردد ہوا تو خدا نے ہدایت فرمائی کہ ان کے مابین سعی اور طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ صفا اور مروہ کی سعی دور ابراہیم سے حج کا ایک معروف عمل رہا ہے۔ ان پہاڑیوں کو بتوں کا استھان بعد میں بنایا گیا۔ قرآن میں ہے:

> ''صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، پس جو شخص بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے تو کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ ان کے درمیان طواف کر لے۔'' (سورۃ البقرہ)

۱۳-عرفات

میدانِ عرفات ایک بہت ہی وسیع اور کشادہ وادی ہے جس میں لاکھوں انسان بیک وقت جمع ہو سکتے ہیں۔ اس میدان میں وقوف حج کا سب سے اہم رکن ہے بلکہ ایک موقع پر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقوف عرفات کو اس قدر اہمیت دی کہ فرمایا: ''عرفات میں وقوف ہی حج ہے۔'' (جامع ترمذی) یہ وہی تاریخی میدان ہے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً ایک لاکھ اور چالیس ہزار مسلمانوں کے سامنے اپنا آخری خطبہ دیا جس کو تاریخ اور

سیرت کی کتابوں میں خطبہ حجتہ الوداع کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہاں زائرین حرم کو انتہائی عاجزی کے ساتھ دعائیں مانگنی چاہئیں۔ یہاں کی حاضری گویا اسی لیے ہے کہ بندہ اپنے خدا سے جو چاہے مانگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''عرفے کے دن کی دعا بہترین دعا ہے۔'' (جامع ترمذی، مسند احمد)

۱۴-قرن المنازل

نجد سے مکہ معظّمہ آتے ہوئے یہ مقام راستے میں پڑتا ہے۔ یہ مکہ معظّمہ سے تقریباً پچاس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ نجد والوں کے لیے اور جو اس سمت سے آئیں ان کے لیے میقات ہے۔

۱۵-مقامِ ابراہیم

مقام ابراہیم اس تاریخی پتھر کا نام ہے جس پر پاؤں رکھ کر حضرت ابراہیمؑ اونٹ پر چڑھتے اور اترتے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس پتھر پر کھڑے ہو کر آپ نے بیت اللہ کی تعمیر فرمائی تھی۔ بہرحال یہ ایک نہایت ہی متبرک تاریخی پتھر ہے جس کے قریب اللہ نے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اور طواف کرنے والے طواف کر کے یہاں دو رکعت نماز پڑھتے ہیں۔

۱۶-مُحَسّر

منیٰ اور مزدلفے کے درمیان ایک وادی ہے۔ پوری وادی میں بھورے رنگ کا بجری نما ریت پھیلا ہوا ہے۔ رمی کے لیے یہیں سے لوگ چھوٹی چھوٹی کنکریاں اٹھا لیتے ہیں اور جلد یہاں سے گزر جاتے ہیں۔ ابرہہ ظالم کا خاتمہ پرندوں کی کنکریوں سے اسی جگہ پر ہوا تھا۔

۱۷-محصب

منیٰ اور مکہ معظّمہ کے درمیان ایک مقام ہے جو دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے۔ منیٰ سے روانہ ہوتے وقت یہاں ٹھہرنے کی اجازت ہے۔ آج کل یہاں ایک بستی آباد ہے جس کو ''معابدہ'' کہتے ہیں۔

۱۸-مزدلفہ

منیٰ اور عرفات کے درمیان ایک متبرک مقام ہے۔ یہاں دور جاہلیت میں قریش کے لوگ اپنے آباؤ اجداد کے کارنامے بیان کرتے اور فخر کرتے تھے۔ اس میدان میں ایک ٹیلہ ہے جس کے اردگرد ایک احاطہ بنا ہوا ہے اس کو مشعرالحرام کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر چڑھ کر ذکر و تسبیح فرمائی تھی اور دعا مانگی تھی۔ قرآن میں مسلمانوں کو ہدایت ہے:

''جب تم عرفات سے واپس ہو تو مشعرالحرام کے پاس ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو جاؤ اور ذکرِ الٰہی کا وہ طریقہ اختیار کرو جو اس نے تمہیں تعلیم فرمایا ہے اور تم اس سے پہلے اس طریقے سے ناواقف تھے۔''

۱۹-مسجد الحرام

مسجد الحرام وہ بابرکت عمارت ہے جس کے درمیان بیت اللہ واقع ہے۔ یہی مومنوں کے لیے روئے زمین پر خدا کی نماز پڑھنے کی اصل جگہ ہے اور دنیا کی تمام مسجدیں دراصل اسی کی قائم مقام ہیں اور سب کا رخ اسی کی طرف ہے۔ دنیا میں مسجد الحرام سے زیادہ افضل کوئی مسجد نہیں ہے۔ مسجد الحرام میں ایک نماز کا اجر و ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ (ابن ماجہ)

آج کل مسجد الحرام کی عالی شان عمارت میں بڑی توسیع ہوگئی ہے۔ خدا کا حکم ہے ''نماز میں اپنے رخ مسجد الحرام کی طرف کرلو۔'' یہاں جنگ کرنے کی ممانعت ہے۔ یہ دارالامن اور پناہ گاہ ہے۔ یہاں مشرکوں کے آنے کی ممانعت ہے۔

''مسلمانو! مشرک سراسر نجس ہیں لہٰذا اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ پھٹکنے پائیں۔'' (سورۃ التوبہ)

۲۰-مسجد خیف

منیٰ میں ایک مسجد کا نام ہے۔ زائرین حرم منیٰ پہنچ کر اسی مسجد میں ظہر و عصر، مغرب و عشا اور فجر کی نمازیں پڑھتے ہیں۔

۲۱-ملتزم

حجرِ اسود اور بیت اللہ کے دروازے کے درمیان کے حصے کو ملتزم کہتے ہیں۔ اس جگہ کعبہ کی دیوار سے چمٹ کر اپنے سینے اور چہرے کو اس پر چمٹا کر انتہائی گریہ وزاری کے ساتھ دعا مانگنا چاہیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''ملتزم وہ جگہ ہے جہاں دعا قبول ہوتی ہے' بندہ یہاں جو بھی مانگتا ہے خدا اس کو قبول فرماتا ہے۔'' (حصن حصین)

۲۲-منیٰ

حرم کی حدود میں مکہ معظّمہ سے تقریباً پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک بستی کا نام ہے۔ اسی بستی میں مسجد خیف ہے جہاں حج کرنے والے ذوالحجہ کی ۸ اور ۹ تاریخ کو پانچ وقت کی نمازیں ادا کرتے ہیں۔ منیٰ میں وقوف کرنا سنت ہے اور مستحب یہ ہے کہ طلوعِ آفتاب کے بعد وہاں پہنچے اور شب وہیں گزارے۔

۲۳-میلین اخضرین

صفا اور مروہ کے درمیان مروہ کو جاتے ہوئے بائیں جانب دو سبز رنگ کے نشان ہیں' ان کو میلین اخضرین کہتے ہیں۔ مرد زائرین ان دونوں کے درمیان اپنی رفتار تیز کر دیتے ہیں البتہ خواتین ان کے مابین بھی اپنے معمول کے مطابق رفتار سے سعی کرتی ہیں۔

۲۴-یلملم

یمن سے مکہ معظّمہ آتے ہوئے راستے میں ایک مقام پڑتا ہے۔ یہ یمن اور یمن کی سمت سے آنے والوں کے لیے میقات ہے۔ ہندو پاک سے جانے والے بھی اسی میقات پر احرام باندھتے ہیں۔ یلملم کا فاصلہ مکہ معظّمہ سے اندازاً چونسٹھ کلومیٹر ہے۔

حج کا حکم

حج ہراس مسلمان پر زندگی میں ایک بار فرض ہے جس میں حج کے وجوب کی شرطیں پائی جائیں۔ حج کی فرضیت قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ جو شخص حج کی فرضیت کا انکار کرے وہ کافر ہے اور جو شخص وجوب حج کی ساری شرطیں ہوتے ہوئے حج نہ کرے وہ سخت گنہگار اور فاسق ہے۔ جس شخص پر بھی حج واجب ہو جائے اس پر فرض ہے کہ فوراً حج کرے۔ بلا وجہ تاخیر کرنا اور ٹال مٹول سے کام لینا گناہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''جو شخص حج کا ارادہ کرے اور اس کو جلدی کرنا چاہیے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ بیمار پڑ جائے۔ ممکن ہے سواری کھو جائے۔'' (یعنی سفر کے ذرائع اور وسائل باقی نہ رہیں) یا کوئی (ایسی) ضرورت پیش آ جائے (کہ حج کے لیے جانا ممکن نہ رہے۔)

وجوبِ حج کی شرطیں

وجوب حج کے لیے سات شرطیں ہیں۔ ان شرطوں میں سے کوئی نہ پائی جائے تو حج فرض نہیں ہوتا۔

۱- اسلام: حج صرف مسلمان پر فرض ہے، کافر پر فرض نہیں۔

۲- بلوغ: نابالغ بچوں پر حج فرض نہیں۔

۳- عقل وہوش: دیوانے، مست اور بے ہوش آدمی پر حج فرض نہیں ہے۔

۴- آزادی: غلام اور کنیز پر حج فرض نہیں۔

۵- استطاعت: یعنی بنیادی ضروریات سے زائد اتنا مال اپنی ملکیت میں موجود ہو جو زادِ راہ اور سواری کے لیے کافی ہو سکے اور یہ بھی ضروری ہے کہ جن لوگوں کی کفالت اس کے ذمے ہے ان کے لیے اتنا مال چھوڑ جائے جو واپسی تک ان کی ضرر ویات کے لیے کافی ہو سکے۔

۶- صحت: یعنی کوئی ایسی بیماری وغیرہ نہ ہو جس کے ہوتے سفر نہ کیا جا سکتا ہو۔ پس نابینا' لنگڑا' اپاہج یا وہ مریض جو چلنے پھرنے کی سکت نہ رکھتا ہو پر حج فرض نہیں' یہ لوگ اگر مالدار ہوں تو ان پر حج بدل فرض ہے۔

۷- راستے میں امن و امان ہونا: پس اگر راستے میں ڈاکہ زنی کا خطرہ ہو یا جنگ برپا ہو اور جہاز ڈوبنے کا اندیشہ ہو غرض راستہ کسی وجہ سے بھی محفوظ و مامون نہ ہو تو ایسے حالات میں یہ وصیت کر جانا کافی ہے کہ امن و امان ہو جانے کی بعد میت کی جانب سے حج بدل کر لیا جائے اور خواتین کے لیے اس شرائط کے علاوہ شرط بھی ہے کہ سفر میں شوہر یا اور کوئی محرم ان کے ہمراہ ہو۔

صحتِ حج کی شرطیں

حج صحیح ہونے کی پانچ شرطیں ہیں:

۱- اسلام: غیر مسلم کا حج صحیح نہیں ہے اگر کوئی شخص اسلام کا اعلان کرنے سے پہلے حج کر لے تو اسلام لانے کے بعد اس کو پھر حج ادا کرنا ہوگا اور اس کا پہلا حج کافی نہیں ہوگا۔

۲- ایامِ حج میں حج کرنا اور تمام ارکان اپنے اپنے مقررہ اوقات میں ادا کرنا۔ حج کے مہینے یہ ہیں شوال' ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کا پہلا عشرہ۔

۳- مقررہ مقامات میں ہر ہر رکن کو ادا کرنا۔

۴- عقل و خرد: دیوانے اور مجنون کا حج معتبر نہیں۔

۵- حج کے سارے فرائض پورے کرنا اور مفسدات سے بچنا۔

حج کے فرائض

حج میں تین چیزیں فرض ہیں ان میں سے کوئی ایک فرض بھی رہ جائے تو حج ادا نہ ہوگا۔

۱-احرام باندھنا:

۲-وقوفِ عرفات:

یعنی وادی عرفات میں کسی وقت ٹھہرنا' چاہے کتنی ہی مختصر ساعت کے لیے ہو۔

۳-طواف زیارت

ان فرائض کے ادا کرنے میں اس بات کا اہتمام بھی ضروری ہے کہ ان کو متعین اوقات اور مقامات میں ترتیب کے مطابق ادا کیا جائے۔

حج کے واجبات

حج میں چھ چیزیں فرض ہیں۔

۱- وقوفِ مزدلفہ: یعنی مزدلفے میں کچھ دیر ٹھہرنا۔

۲- سعی کرنا: (طواف کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سعی واجب ہے۔ سعی کے ساتوں شوط واجب ہیں کوئی شوط فرض نہیں ہے۔ سعی طہارت کی حالت میں کرنا مسنون ہے۔ پورے حج میں صرف ایک بار سعی کرنا چاہیے خواہ طواف قدوم کے فوراً بعد کرے خواہ طواف زیارت کے فوراً بعد کرے۔ بہتر یہ ہے کہ طواف زیارت کے بعد کرے)

۳- رمی کرنا: سات دفعہ میں سات کنکریاں مارنا واجب ہے اگر کوئی ایک ہی بار میں سات کنکریاں مار دے تو ایک ہی رمی سمجھی جائے گی۔

۴- طواف قدوم کرنا: (مگر یہ صرف آفاقی کے لیے واجب ہے۔)

۵- حلق یا تقصیر: مرد کے لیے حلق اور تقصیر دونوں جائز ہیں اور خواتین کے لیے صرف تقصیر جائز ہے۔ تقصیر میں چوتھائی کے سر کے بال سے ایک انگلی کے بقدر کتروا دینا کافی

ہے۔ حلق یا تقصیر کے بعد آدمی احرام سے باہر ہو جاتا ہے جس طرح سلام پھیرنے کے بعد آدمی تکبیر تحریمہ سے باہر ہو جاتا ہے۔

۶- قربانی کرنا: قربانی صرف حج قران یا حج تمتع کرنے والوں کے لیے واجب ہے۔ حج افراد کرنے والوں کے لیے واجب نہیں البتہ کرے گا تو اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

> ''قربانی کے دن آدمی کا کوئی عمل خدا کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے زیادہ محبوب نہیں ہے۔ قیامت کے روز قربانی کا جانور اپنے سینگوں' بالوں اور کھروں کے ساتھ خدا کے حضور آئے گا اور خون کا قطرہ زمین پر گرتے ہی اللہ تعالیٰ قربانی کو قبول فرمالیتا ہے۔ پس تم دل کی پوری رغبت سے اس فریضے کو ادا کرو۔'' (جامع ترمذی' ابن ماجہ)

قربانی کا یہ فریضہ صرف زائرین حرم ہی کے لیے نہیں ہے بلکہ جہاں کہیں بھی مسلمان بستے ہوں ان پر قربانی واجب ہے۔ یہ دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اشارہ ہوا تھا کہ خدا کی راہ میں اپنے بیٹے کی قربانی پیش کریں اور حضرت ابراہیمؑ خوشی خوشی حضرت اسماعیلؑ کے گلے پر چھری رکھنے کو تیار ہو گئے۔ خدا کو یہ عمل اتنا پسند آیا کہ رہتی دنیا تک امت مسلمہ میں اس سنت کو رائج کر دیا اور مسلمان ہر سال جانوروں کا خون بہا کر ان جذبات کا اظہار کرتے ہیں کہ ہمارا سب کچھ خدا کی راہ میں قربان ہے اور ضرورت پڑنے پر ہم اپنا خون بہانے سے بھی دریغ نہ کریں گے۔ قربانی ہر خوش حال مسلمان پر واجب ہے جس کے پاس ضرورت اصلیہ سے زائد اتنا مال و متاع موجود ہو جو نصاب زکوٰۃ کے بقدر یا اس سے زیادہ ہو' خواہ اس مال پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو۔

قربانی کی دعا اور طریقہ

قربانی کا طریقہ یہ ہے کہ جانور کے چاروں پیر باندھ کر اس کو قبلہ رخ لٹا دیا جائے اور خوب تیز چھری سے قربانی کرنے والا خود ذبح کرے۔ اگر کسی وجہ سے خود ذبح نہ کر سکے تو کم از کم ذبح

ہوتے وقت موجود رہے۔ ذبح کرنے والا پہلے قربانی کی دعا پڑھے:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ○ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَبِذَالِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ هٰذَا مِنْکَ وَلَکَ ۔

میں نے پوری یکسوئی کے ساتھ اپنا رخ ٹھیک اس خدا کی طرف کرلیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں' بلا شبہ میری نماز' میری قربانی' میری زندگی اور میری موت سب ربّ العالمین کے لیے ہے اس کا کوئی شریک نہیں' اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں مسلم اور فرمانبردار ہوں' اے اللہ! یہ تیرا ہی دیا ہوا ہے اور تیرے ہی حضور پیش ہے۔

''پھر بسم اللہ اللہ اکبر'' کہتے ہوئے تیز چھری جانور کے گلے پر پھیر دے اور یہ کلمات کہے:

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ[1] کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِیْلِکَ اِبْرَاهِیْمَ وَ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ عَلَیْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ ۔

اے اللہ! تو اس قربانی کو ہماری جانب سے قبول فرما جس طرح تو نے اپنے دوست ابراہیمؑ اور اپنے حبیب محمدؐ کی قربانی قبول فرمائی' دونوں پر درود و سلام ہو۔

یہ کلمات حفظ نہ ہوں تو دیکھ کر پڑھ لیں اور دیکھ کر پڑھنے میں بھی دشواری ہو تو پھر اپنی زبان میں ان کلمات کا مفہوم ادا کریں۔

---

[1] (اگر قربانی کرنے والا کسی دوسرے کی جانب سے قربانی کر رہا ہو تو منی کے بجائے اس کا نام لے اور اگر کئی حصے دار ہوں تو سب کا نام لے)

احرام کے مسائل

۱۔ احرام باندھنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے دو رکعت نفل پڑھے پھر اپنے ارادے کے مطابق حج یا عمرے کی نیت کرے اور خدا سے دعا کرے کہ پروردگار اس حج یا عمرے یا دونوں کو میرے لیے آسان فرمادے اور مجھے کامیابی عطا فرما میری یہ عبادت قبول فرما۔ نیت کرتے ہی تلبیہ پڑھے' تلبیہ پڑھتے ہی زائرِ حرم محرم ہو جاتا ہے۔

۲۔ مکہ معظّمہ جانے والا خواہ کسی غرض سے پہنچے اس کے لیے ضروری ہے وہ احرام باندھے بغیر میقات سے آگے نہ بڑھے۔ احرام باندھے بغیر میقات سے آگے بڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (علم الفقہ جلد پنجم)

۳۔ احرام باندھنے سے پہلے غسل کرنا سنت مؤکدہ ہے اگر کسی وجہ سے غسل نہ کر سکے تو وضو ہی کر لے۔ نابالغ بچوں کے لیے بھی غسل کرنا مسنون ہے۔

۴۔ غسل کرنے کے بعد سفید ازار اور سفید چادر اوڑھنا اور خوشبو لگانا مستحب ہے اور غسل سے پہلے بال وغیرہ بنوانا بھی مستحب ہے۔

احرام باندھنے کے بعد یہ کام ممنوع ہیں۔ ان سے اجتناب کرے:

(۱) بے شرمی کی باتیں کرنا۔

(۲) خدا کی نافرمانی اور گناہ کرنا۔ (گناہ تو یوں بھی گناہ ہے لیکن احرام کی حالت میں تو اس سے بچنے میں مؤمن کو سانپ سے زیادہ چوکنا ہونا چاہیے۔)

(۳) کسی سے لڑائی جھگڑا کرنا۔

(۴) شکار کرنا (چاہے خود کرے یا دوسرے کی رہنمائی یا مدد کرے' سب ممنوع ہے۔)

(۵) سلے ہوئے کپڑے پہننا۔ (ٹوپی' موزہ' دستانے وغیرہ پہننا بھی ممنوع ہے۔)

(۶) کسی خوشبودار چیز میں رنگے ہوئے کپڑے پہننا۔

(۷) سر اور چہرہ چھپانا۔

(۸) خوشبو کا استعمال کرنا۔

(۹) تیل لگانا۔

(۱۰) بدن کے کسی حصے کے بال منڈوانا' اکھاڑنا' جلانا' یا بال صفا صابن وغیرہ سے صاف کرنا بھی ممنوع ہے۔

(۱۱) ناخن کتروانا۔

(۱۲) سر یا داڑھی کو خطمی اور صابن وغیرہ سے دھونا۔

تلبیہ اور اس کے مسائل

احرام باندھتے وقت جو کلمات پڑھے جاتے ہیں اور پھر دوران حج بھی پیہم صبح و شام' ہر فرض نماز کے بعد ہر قافلے سے ملتے وقت' ہر نشیب میں اترتے ہوتے' ہر بلندی پر چڑھتے ہوئے جو کلمات دہرائے جاتے ہیں ان کو تلبیہ کہتے ہیں۔ تلبیہ کے کلمات یہ ہیں:

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ ۔

''اللہ! میں حاضر ہوں' اے اللہ! میں حاضر ہوں' تیرے حضور آ پہنچا ہوں' تیرا کوئی شریک نہیں' میں تیرے حضور حاضر ہوں' ساری حمد و تعریف کا تو ہی مستحق ہے' تمام احسانات تیرے ہی ہیں' اقتدار تیرا ہی حق ہے اور تیرے اقتدار میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔''

۱- احرام باندھتے ہی زائر حرم اس نعرے کا ورد شروع کر دیتا ہے۔ احرام باندھنے کے بعد ایک مرتبہ تلبیہ پڑھنا فرض ہے اور ایک مرتبہ سے زائد پڑھنا سنت ہے۔

۲- تلبیہ زائر حرم کا ہمہ وقتی نعرہ ہے لہٰذا ہر صبح و شام ہر نماز کے بعد' ہر نشیب میں اترتے ہوئے اور ہر بلندی پر چڑھتے ہوئے اور ہر قافلے سے ملتے وقت اور جب بھی ایک

دوسرے سے ملاقات ہو تلبیہ پڑھنا سنت ہے۔

۳- تلبیہ ذرا بلند آواز سے پڑھنا مسنون ہے۔

۴- تلبیہ پڑھتے وقت تلبیہ کی عبادت کو تین مرتبہ دہرانا مستحب ہے۔

۵- تلبیہ پڑھتے وقت گفتگو کرنا مکروہ ہے اور اسی طرح تلبیہ کہنے والے کو سلام کرنا بھی مکروہ ہے۔

۶- تلبیہ کے جو کلمات اوپر لکھے گئے ہیں ان میں کوئی کمی نہ کرنا چاہیے البتہ کوئی مناسب کلمہ بڑھا کر پڑھا جائے تو جائز ہے۔

۷- تلبیہ کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا مستحب ہے۔

تلبیہ کی حدیث میں بڑی فضیلت آئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

''سب سے افضل حج وہ ہے جس میں بلند آواز سے تلبیہ پڑھا جائے اور خوب خوب قربانی کی جائے۔'' نیز آپ کا ارشاد ہے۔

''مسلمان زائرِ حرم کی لبیک کی پکار سن کر اس کے دائیں بائیں کے شجر و حجر وغیرہ سب ہی چیزیں لبیک پکارتی ہیں۔ یہی سلسلہ زمین کی انتہا تک جاری رہتا ہے''۔ (جامع ترمذی)

نیز یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

''جو محرم بھی تمام دن غروب آفتاب تک لبیک پکارتا رہتا ہے اس کے سارے گناہ فنا ہو جاتے ہیں اور وہ ایسا پاک صاف ہو جاتا ہے جیسا کہ اس دن تھا جب کہ وہ پیدا ہوا تھا۔'' (مسند احمد، ابن ماجہ)

وقوف

۱- ماہ ذوالحجہ کی ۹ تاریخ کو میدان عرفات میں وقوف کرنا فرض ہے۔ اگر میدان عرفات میں وقوف نہیں کیا تو حج نہیں ہوگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''میدان عرفات میں وقوف ہی حج ہے۔'' اور وقوف عرفات کی فضیلت بتاتے ہوئے آپؐ نے ارشاد

فرمایا:(جامع ترمذی)

''عرفے کے روز خدا تعالیٰ فرشتوں کے درمیان فخر کرتا ہے اور فرشتوں سے کہتا ہے۔ دیکھو میرے بندوں کو میرے حضور کس حال میں حاضر ہیں، پراگندہ سر، گرد میں اٹے ہوئے، دور دراز سے دھوپ میں آئے ہیں۔ فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا۔ فرشتے کہتے ہیں: ان میں تو فلاں، فلاں شخص گنہگار ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ میں نے سب ہی کو بخش دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: عرفہ کے علاوہ کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں اتنے زیادہ لوگ جہنم کی آگ سے نجات پاتے ہوں۔''

(ابن خزیمہ، ترغیب)

۲- مزدلفے میں وقوف کرنا واجب ہے۔ مزدلفے میں وقوف کا وقت طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک ہے۔ مزدلفے میں پیدل داخل ہونا اور وہاں ایک شب گزارنا مسنون ہے۔ جاہلیت کے زمانے میں یہاں اہلِ عرب اپنے باپ دادا کے کارنامے بیان کرتے اور فخر کرتے تھے۔ مسلمانوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ یہاں پہنچ کر کثرت سے اللہ کا ذکر کریں۔ یہاں مغرب اور عشا کی نماز ایک ساتھ عشا کے وقت میں پڑھتے ہیں اور پھر فجر کی نماز اوّل وقت پڑھ کر طلوع آفتاب سے پہلے پہلے یہاں سے روانہ ہو جاتے ہیں۔

۳- ماہ ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ کو کسی وقت منیٰ پہنچنا اور وقوف کرنا سنت ہے اور مستحب یہ ہے کہ طلوعِ آفتاب کے بعد وہاں پہنچے اور شب وہیں گزارے۔

طواف

۱- میدانِ عرفات سے واپس آنے کے بعد ذوالحجہ کی ۱۰ تاریخ کو طواف زیارت کرنا فرض ہے۔ طواف زیارت حج کے فرائض میں سے ایک فرض ہے طواف زیارت نہ کیا تو حج نہ ہوگا۔ خدا کا ارشاد ہے:

وَالْيَطَّوَّفُوْ بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ''اور اس قدیم گھر کا طواف کریں۔'' ائمہ کا اتفاق ہے کہ اس سے مراد طواف زیارت ہے۔ طواف زیارت کو طواف افاضہ بھی کہتے ہیں۔

۲- آفاقی کے لیے طواف قدوم واجب ہے اور غیر آفاقی چاہے وہ مکہ مکرمہ میں رہتا ہو یا مکے سے باہر مگر میقات کے اندر رہتا ہو اس کے لیے طواف قدوم واجب نہیں۔

۳- طواف میں ان نو چیزوں کا اہتمام واجب ہے:

(۱) طہارت کا اہتمام یعنی حدث اصغر اور حدث اکبر سے پاک ہونا۔

(۲) ستر عورت یعنی جسم کے جن حصوں کا چھپانا ضروری ہے ان کو حالت طواف میں چھپائے رکھنا۔

(۳) حجر اسود سے طواف شرع کرنا اور اپنی داہنی جانب سے طواف کرنا۔

(۴) کوئی عذر نہ ہو تو پاپیادہ طواف کرنا۔

(۵) طواف قدوم میں رمل اور اضطباع کرنا۔ (صرف مردوں کے لیے)

(۶) حطیم کے باہر باہر سے طواف کرنا تاکہ حطیم بھی طواف میں شامل رہے۔

(۷) سات شوط پورے کرنا (طواف میں سات شوط ہیں' چار فرض ہیں اور تین واجب ہیں۔)

(۸) طواف کے سات شوط پورے کر لینے کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا خواہ فوراً پڑھے یا کچھ دیر کے بعد' لیکن دو رکعت پڑھے بغیر دوسرا طواف شروع نہ کرے۔ دو طوافوں کو ملانا مکروہ تحریمی ہے۔ (علم الفقہ جلد پنجم)

(۹) احرام کی حالت میں جو چیزیں ممنوع ہیں ان سے پرہیز کرنا۔

۴- طواف کے دوران اگر یاد نہ رہے کہ کتنے شوط کر چکا ہے تو پھر نئے سرے سے طواف کے شوط شروع کرے۔ ہاں اگر کوئی قابل اعتبار شخص یاد دلا دے تو اس کی بات پر عمل کرے۔

۵- طواف ان اوقات میں بھی جائز ہے جن اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

۶- طواف میں یہ سات چیزیں ممنوع ہیں:

(۱) نجاست حکمی کی حالت میں طواف کرنا۔

(۲) برہنہ ہوکر طواف کرنا۔

(۳) حطیم کے اندر اندر طواف کرنا اور حطیم کا طواف نہ کرنا۔

(۴) طواف کی حالت میں بے ضرورت باتیں کرنا' اشعار پڑھنا' خرید و فروخت کرنا' یا کچھ کھانا پینا۔

(۵) بائیں جانب سے الٹا طواف کرنا۔

(۶) طواف کے شوط میں کمی کرنا۔

(۷) نمازِ با جماعت کے وقت طواف کرنا۔

۶- طواف کرتے کرتے نمازِ جنازہ یا کوئی دوسری فرض نماز پڑھنے چلا جائے یا وضو کرنے چلا جائے تو واپس آنے کے بعد نئے سرے سے طواف شروع نہ کرے بلکہ جہاں سے چھوڑ گیا تھا وہیں سے شروع کرکے سات شوط پورے کرے۔

۷- بیت اللہ سے واپس ہوتے وقت رخصتی طواف کرنے کو طواف وداع کہتے ہیں۔ طواف وداع بھی آفاقی کے لیے ہے۔ اس طواف کے بعد بھی دو رکعت نماز واجب ادا کرنی چاہیے اور پھر ملتزم سے چمٹ کر انتہائی گریہ و زاری کے ساتھ دعا کرنی چاہیے کہ یہ رخصت کی آخری گھڑیاں ہیں' خدا جانے پھر کب یہ سعادت نصیب ہو اور یہ مبارک موقع دوبارہ ملے یا نہ ملے۔

استلام

۱- حجر اسود کو بوسہ دینے اور رکن یمانی کے مس کرنے کو استلام کہتے ہیں۔ بوسہ دینے کا طریقہ یہ ہے کہ حجر اسود پر منہ رکھ دیا جائے آواز نہ نکالی جائے۔

۲- اگر لوگوں کا اژدہام ہو اور حجر اسود تک پہنچنا اور بوسہ دینا دشوار ہو تو ایسی صورت میں لوگوں کی بھیڑ میں گھسنا اور ایک دوسرے کو دھکیلنا مکروہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ دور سے حجر اسود کو چھو لیا جائے اور اس کا بھی موقع نہ ہو تو پھر کسی چھڑی وغیرہ سے حجر اسود کو مس

کر کے اس چھڑی کو بوسہ دے۔

۳- طواف کے دوران ہر شوط شروع کرتے وقت اور ختم کرتے وقت حجر اسود کا استلام مسنون ہے اور رکن یمانی کا استلام مستحب ہے۔

۴- حجر اسود اور رکن یمانی کے علاوہ کعبہ کے کسی اور رکن کا استلام مکروہ تنزیہی ہے۔

رمل

شانے ہلاتے ہوئے ذرا تیز تیز قدم رکھنے اور دُلکی چال چلنے کو رمل کہتے ہیں۔ جس طواف کے بعد سعی کرنے کا ارادہ ہو اس کے پہلے تین شوطوں میں رمل کرنا مسنون ہے۔

۱- اگر کوئی شخص پہلے شوط میں رمل کرنا بھول جائے تو وہ صرف آخری دو شوطوں میں رمل کرے۔

۲- اگر کوئی شخص پہلے تین شوطوں میں رمل کرنا بھول جائے تو اب وہ کسی شوط میں بھی رمل نہ کرے۔ رمل کو بالکل ہی ترک کر دے۔

۳- طواف کے ساتوں شوطوں میں رمل کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

عمرہ

۱- عمرہ کے لیے کسی زمانے اور وقت کی کوئی شرط نہیں ہے۔ سال کے کسی مہینے اور کسی دن میں بھی عمرہ ہو سکتا ہے البتہ رمضان میں عمرہ کرنا مستحب ہے۔

۲- زندگی میں ایک بار عمرہ کرنا سنت مؤکدہ ہے۔

۳- عمرے کا طریقہ بالکل حج کی طرح ہے۔ البتہ عمرے میں طواف قدوم، طواف زیارت، وقوف اور رمی نہیں ہے اور نہ عمرے میں کوئی خطبہ ہے اور نہ جمع بین الصلوٰتین۔

۴- عمرے کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی عمرے کی نیت کر کے احرام باندھ لے اور بیت اللہ کا طواف کرے۔ طواف کے بعد مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھے۔ اس کے

بعد صفا مروہ کے درمیان سعی کر کے حلق یا تقصیر کرائے اور حلال ہو جائے۔ احادیث میں عمرے کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''ایک عمرہ دوسرے عمرے تک کے سارے گناہوں کیلئے کفارہ ہے۔'' (بخاری، مسلم)

رمضان المبارک میں عمرہ کرنے کی فضیلت کے متعلق آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''رمضان میں عمرہ ایسا ہے جیسا کہ میرے ساتھ حج کرنا۔'' (ابوداؤد، ترغیب)

حج کی اقسام

حج کی تین قسمیں ہیں:

(۱) افراد (۲) قِران (۳) تمتع

۱-افراد

افراد کے معنی ہیں اکیلا کرنا۔ اصطلاح میں حجِ افراد کے معنی ہیں احرام باندھتے وقت صرف حج کی نیت کرنا' عمرے کی نیت نہ کرنا' حجِ افراد میں قربانی واجب نہیں ہے۔

۲-قِران

قِران کے معنی ہیں دو چیزوں کو ایک ساتھ ملانا' اصطلاح میں قران کے معنی ہیں حج اور عمرے کا احرام ایک ساتھ باندھنا اور ایک ہی احرام سے حج اور عمرہ دونوں ادا کرنا۔ حج قران میں قربانی واجب ہے اور حجِ قران صرف آفاقی کے لیے ہے۔ میقات کے اندر بسنے والوں کے لیے حجِ قران نہیں ہے۔ حج قران حج کی قسموں میں سب سے افضل حج ہے۔

۳-تمتع

تمتع کے معنی ہیں کچھ وقت کے لیے فائدہ اٹھانا اور اصطلاح میں تمتع کے معنی ہیں میقات پہنچ کر صرف عمرے کا احرام باندھا جائے اور عمرہ ادا کر کے حلال ہو جائے پھر آٹھ ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھا جائے اور حج افراد کی طرح سب ارکان ادا کیے جائیں۔ اس کو تمتع کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں حج کرنے والا احرام کھول کر کچھ وقت کے لیے وہ فائدے حاصل کر سکتا ہے جو حلال ہونے کے بعد حاصل کیے جا سکتے ہیں اور قارن نہیں حاصل کر سکتا اس لیے کہ وہ محرم ہی رہتا ہے۔ تمتع پر بھی قربانی واجب ہے۔

حج کی مسنون دعائیں

حج کے ارکان ادا کرتے ہوئے مختلف مقامات پر کسی بھی زبان میں جو جائز دعائیں مانگنا چاہیں مانگ سکتے ہیں۔ البتہ ان دعاؤں کا اہتمام مسنون ہے جو حج کے ارکان ادا کرتے ہوئے مختلف مقامات پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی تھیں۔ ان دعاؤں میں بڑی نورانیت، زبردست سوز، انتہائی جامعیت اور غیر معمولی تاثیر ہے۔ ایک مؤمن کے پاکیزہ جذبات اور تمناؤں کی اس سے بہتر الفاظ اور انداز میں ترجمانی ممکن نہیں۔ ذیل میں چند مسنون دعائیں لکھی جاتی ہیں۔ ان کو یاد کر لینا چاہیے تاکہ جب بھی زیارتِ حرم کی سعادت نصیب ہو شعور کے ساتھ خدا سے وہ کچھ مانگا جا سکے جو اس سے خود اس کے برگزیدہ رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگا تھا۔

سفر پر روانہ ہوتے وقت کی دعا

سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ فِیْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِعَنَّا بُعْدَهٗ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِی الْاَهْلِ ط اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَاٰبَةِ الْمَنْظَرِ، وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَلْاَهْلِ وَالْوَلَدِ، وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْرِ، وَدَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ ۔

(مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

''پاک و برتر ہے وہ خدا جس نے اس سواری کو ہمارے بس میں کر دیا حالانکہ

ہم اس کو قابو میں کر سکنے والے نہ تھے' یقیناً ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ جانے والے ہیں۔ اے اللہ! ہم تجھ سے اپنے اس سفر میں نیکی اور تقویٰ کی توفیق چاہتے ہیں اور ایسے کاموں کی توفیق جن کے کرنے سے تیری خوشنودی حاصل ہو۔ اے اللہ! ہمارے لیے اس سفر کو آسان فرما دے اور اس کا فاصلہ ہمارے لیے مختصر کر دے۔ اے اللہ! تو ہی اس سفر میں ہمارا رفیق ہے اور تو ہی گھر والوں میں ہمارا قائم مقام' اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں' سفر کی مشقتوں سے' ناگوار منظر سے اور اپنے مال' اپنے متعلقین اور اپنی اولاد میں ایسی واپسی سے کہ میں ان کو برے حال میں دیکھوں اور اچھائی کے بعد برائی سے اور مظلوم کی بددعا سے۔''

سفر پر رخصت کرتے وقت کی دعا

اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَاَمَانَتِكَ وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ ۔ (حصن حصین)

''میں تمہارے دین' تمہاری امانت اور تمہارے خاتمہ عمل کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔''

خانۂ کعبہ کو دیکھ کر پڑھنے کی دعا

اَللّٰهُمَّ زِدْ هٰذَا الْبَيْتَ تَشْرِيْفًا وَّ تَعْظِيْمًا وَّ تَكْرِيْمًا وَّمَهَابَةً وَّزِدْ مَنْ شَرَّفَهٗ وَكَرَّمَهٗ مِمَّنْ حَجَّهٗ وَاعْتَمَرَهٗ تَشْرِيْفًا وَّتَكْرِيْمًا وَّبِرًّا ۔

(مسند شافعی' نیل الاوطار)

''اے اللہ! اس پاک گھر کے شرف وعظمت اور جلال میں اور ترقی دے اور اس کی عزت وعظمت اور احترام کرنے والے جو اس کا حج کریں یا عمرہ کریں ان کی عزت وشرف اور نیکی میں بھی اضافہ فرما! ان کی عظمت وشرف اور بھلائی کو بھی بڑھا دے۔''

مسجد حرام میں داخل ہوتے وقت کی دعا

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَ سُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ' مِنَ

الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔(مشکوٰۃ)

’’میں پناہ چاہتا ہوں اللہ عظیم کی، اس کی شان والی ہستی کی اور اس کے ہمیشہ رہنے والے اقتدار کی۔ شیطان مردود (کی دراندازیوں) سے۔‘‘

رکن یمانی کی دعا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ نے رکن یمانی پر ستر فرشتوں کو مقرر کر رکھا ہے جو شخص یہ دعا مانگتا ہے، فرشتے اس پر آمین کہتے جاتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔

(ابوداؤد، ابن ماجہ)

’’اے اللہ! میں تجھ سے درگزر چاہتا ہوں اور دنیا اور آخرت میں عافیت کا خواہاں ہوں، اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں جہنم کی آگ سے بچا۔‘‘

حجر اسود کا استلام کرتے وقت کی دعا

بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ۔

’’شروع اللہ کے نام سے اور اللہ بہت ہی بڑا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔‘‘

طواف کی دعا

اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِکَ وَتَصْدِیْقًا بِکِتَابِکَ وَوَفَاءً بِعَھْدِکَ وَاتِّبَاعًا لِسُنَّۃِ نَبِیِّکَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔(نیل الاوطار)

’’اے اللہ! میں تجھ پر ایمان لا کر تیری کتاب کی تصدیق کر کے اور تیرے عہد کی وفاداری اور تیرے نبیؐ کی سنت کا اتباع کرتے ہوئے طواف شروع کرتا

ہوں۔"

آبِ زمزم پیتے وقت کی دعا

زمزم کا پانی قبلہ رخ کھڑے ہوکر پینا چاہیے اور پیتے وقت یہ دعا پڑھی جائے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّشِفَآءً مِّنْ كُلِّ دَآءٍ ۔

(نیل الاوطار)

"اے اللہ! میں تجھ سے علم نافع اور کشادہ روزی کا طالب ہوں اور ہر بیماری سے شفا چاہتا ہوں۔"

میدانِ عرفات کی افضل الدعا

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَعَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۔ (ترمذی)

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اقتدار اسی کا ہے، تعریف اسی کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب دعاؤں سے افضل دعا عرفے کے دن کی دعا ہے اور میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء نے جو دعائیں مانگی ہیں ان میں یہ دعا سب سے افضل ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ میدانِ عرفات میں یہ دعا کثرت سے پڑھتے رہا کرو۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔

"اے ہمارے ربّ! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی اور ہمیں جہنم کے عذاب آتش سے بچالے۔"

عرفات کی جامع دعا

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَاسَئَلَكَ بِهٖ نَبِيُّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّمَاسْتَعَاذَ بِهٖ نَبِيُّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءَ ۔ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ۔ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ط رَبَّنَا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۔

(الحزب المقبول)

’’اے اللہ! میں تجھ سے اس خیر اور بھلائی کا طالب ہوں جو تجھ سے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی تھی اور تیری پناہ چاہتا ہوں ان چیزوں سے جن سے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے۔

اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اور اگر تو ہمیں معاف نہ فرمائے اور رحم نہ کرے تو ہم سب گھاٹا اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ اے میرے رب! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا دے اور میری اولاد کو بھی' پروردگار! تو اس دعا کو قبول فرما لے۔ اے ہمارے رب! میری مغفرت فرما! میرے والدین کی مغفرت فرما' سارے مؤمنوں کی مغفرت فرما۔ اس دن جب کہ حساب لیا جائے گا۔ میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما' جیسا کہ ان دونوں نے بچپن میں (رحم وشفقت سے) میری پرورش کی ہے۔ اے ہمارے پروردگار! ہماری مغفرت فرما' ہمارے بھائیوں کی مغفرت فرما جو ایمان میں ہم سے سبقت لے گئے ہیں اور ہمارے دلوں میں مؤمنوں کے لیے کوئی کھوٹ نہ رکھ' اے ہمارے رب! تو بڑا ہی مہربان اور انتہائی رحم والا ہے' اے ہمارے رب! تو بڑا ہی سننے والا اور جاننے والا ہے' ہمارے اوپر توجہ فرما' بلاشبہ تو توبہ قبول کرنے والا اور انتہائی رحیم ہے۔ گناہوں سے بچنے اور نیکی کو انجام دینے

کی کوئی قوت نہیں ہے بجز اللہ کے جو انتہائی بلند اور زبردست عظمت والا ہے۔"

رمی کی دعا

نشیبی مقام میں کھڑے ہوکر پہلے ذیل کی دعا پڑھے پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے ہوئے کنکری مارے اور خوب تاک کر مارے۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ رَغْمًا لِّلشَّيْطٰنِ وَرِضًا لِلرَّحْمٰنِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مَبْرُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا وَّسَعْيًا مَّشْكُوْرًا ۔

"اللہ کے نام سے اللہ سب سے بڑا ہے۔ شیطان کے منصوبے پامال کرنے اور خدا کی رضا حاصل کرنے کے لیے۔ اے اللہ! اس حج کو "حج مبرور" بنا دے اور گناہوں کو معاف فرما دے اور اس کوشش کو مقبول فرما لے۔

سعی کی دعا

صفا پر چڑھ کر تین بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے اور پھر یہ دعا پڑھے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ ۔ (مسلم)

"خدا کے سوا کوئی معبود نہیں جو یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اقتدار اسی کا حق ہے، حمد و شکر کا وہی مستحق ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا اور اپنے بندے کی مدد کی اور اس نے تنہا تمام کافروں کو شکست دی۔

اس کے بعد اپنے لیے، اپنے عزیز و اقربا کے لیے جو دعائیں مانگنی ہوں مانگے اور پھر یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ وَاِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ

اِنِّـىْ اَسْـئَلُكَ كَمَا هَدَيْتَنِىْ لِلْاِسْلَامِ اَنْ لَّا تَنْزِعَهُ مِنِّىْ حَتّٰى تَوَفَّانِىْ وَاَنَا مُسْلِمٌ ۔(موطا)

''اے اللہ! تیرا فرمان ہے کہ مجھ سے مانگو میں قبول کروں گا اور یہ حقیقت ہے کہ تو کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ میرا تجھ سے یہ سوال ہے کہ جس طرح تو نے مجھے اسلام لانے کی توفیق عطا فرمائی ہے تو اس دولت کو کبھی مجھ سے دور نہ کر۔ یہاں تک کہ تو مجھے موت نصیب فرمائے۔ درآنحالیکہ میں مسلمان ہوں۔''

پھر صفا سے اتر کر مروہ کی طرف چلے اور زبان پر یہ دعا رہے:

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ ۔

''میرے ربّ میری مغفرت فرما دے' میری حالت پر رحم کھا' بے شک تو بڑا ہی غالب اور بڑا ہی بزرگ ہے۔''

ملتزم کی دعا

ملتزم سے چمٹ کر پہلے یہ دعا پڑھی جائے' پھر جو مانگنا ہو خوب مانگے۔ یہ قبولیت دعا کا خاص مقام ہے۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا يُوَافِىْ نِعَمَكَ وَ يُكَافِىْ مَزِيْدَكَ اَحْمَدُكَ بِجَمِيْعِ مَحَامِدِكَ مَاعَلِمْتُ وَمَالَمْ اَعْلَمْ وَعَلٰى جَمِيْعِ نِعَمِكَ مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ اَعْلَمْ وَعَلٰى كُلِّ حَالٍ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ اَعِذْنِىْ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ وَاَعِذْنِىْ مِنْ كُلِّ سُوْءٍ وَقَنِّعْنِىْ بِمَا رَزَقْتَنِىْ وَبَارِكْ لِىْ فِيْهِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِىْ مِنْ اَكْرَمِ وَفْدِكَ عَلَيْكَ وَاَلْزِمْنِىْ سَبِيْلَ الْاِسْتِقَامَةِ حَتّٰى اَلْقَاكَ يَارَبَّ الْعَالَمِيْنَ ۔(اذکار علامہ نووی)

''اے اللہ! حمد و شکر کا مستحق تو ہی ہے۔ اس حمد و شکر کا جس سے تیری نعمتوں کا کچھ حق ادا ہو سکے اور ان نعمتوں پر مزید احسان و انعام کا کچھ بدل بن سکے۔

میں تیری حمد وثنا کرتا ہوں' تیری ان تمام خوبیوں کے ساتھ جن کا مجھے علم ہے اوران تمام خوبیوں کے ساتھ جو میرے علم کے دائرے سے باہر ہیں' تیری ان تمام عطا کردہ نعمتوں پر جن میں سے کچھ کا مجھے علم ہے اور کچھ میرے دائرۂ علم سے باہر ہیں اور ہر حال میں تیرا شکر گزار اور تیرا ثنا خواں ہوں۔ اے اللہ! درود وسلام ہو محمدؐ پر اور محمدؐ کی آل پر۔ اے اللہ! مجھے شیطان مردود سے اپنی پناہ میں رکھ اور مجھے ہر برائی سے اپنی پناہ میں لے لے اور تو نے مجھے جو کچھ عطا فرمایا ہے اسی پر مجھے قناعت عطا فرما دے اور میرے لیے اس میں برکت پیدا فرما دے۔

اے اللہ! تو مجھے اپنے عزت واکرام والے مہمانوں میں سے بنا دے اور سیدھی راہ پر اس وقت تک جمے رہنے کی توفیق عطا فرما' اے ربّ العالمین جب کہ میں تجھ سے آ کر ملوں۔''

روضۂ اطہر کی زیارت

روضۂ اطہر کی زیارت اور وہاں درود و سلام پڑھنے کی توفیق مؤمن کی انتہائی خوش نصیبی اور دارین کا سرمایۂ سعادت ہے۔ وہ سینہ ایمان کی لذت سے محروم ہے جس میں روضۂ پاک پر حاضری دینے اور مسجد نبویؐ میں چند نمازیں پڑھنے کا شوق نہ ہو۔ امت کا ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے کہ جو شخص بھی بیت اللہ کی زیارت کو جاتا ہے وہ دربار نبویؐ میں ضرور حاضر ہوتا ہے۔ اس بات میں چند باتیں یاد رکھنے کے قابل ہیں۔

۱- مدینے کی ایک ایک گلی اور ایک ایک ذرے سے تاریخ اسلامی کا انتہائی گہرا تعلق ہے۔ یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھ جاں نثاروں کی ایک مثالی جماعت نے دس سال رہ کر اسلام کی تابناک تاریخ تیار کی ہے۔ یہاں کی ایک ایک چیز ایمانی جذبات کو جلا بخشنے والی اور روح و قلب کو تازگی دینے والی ہے۔ حد یہ ہے کہ یہاں کی خاک بھی محض خاک نہیں بلکہ خاکِ شفا ہے۔

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک کی تاریخی مہم سے واپس تشریف لائے تو اہلِ مدینہ آپؐ کے استقبال کے لیے شہر سے باہر نکلے، زبردست اژدہام کی وجہ سے بڑا ہی گرد و غبار اڑا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض رفقا نے گرد و غبار سے حفاظت کے لیے اپنے منہ پر کپڑا رکھ لیا۔ آپؐ نے ان کے منہ سے کپڑے ہٹا دیئے اور فرمایا خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اس غبار میں ہر بیماری سے شفا ہے۔" (الترغیب)

۲- مدینے میں رہنے اور وہاں کی صعوبتوں کو انگیز کرنے کی بڑی فضیلت ہے۔ آپؐ کا

ارشاد ہے:

''میری امت کا جو شخص بھی مدینے کی سختی اور شدت کو برداشت کرکے وہاں سکونت پذیر رہے گا قیامت کے روز میں اس کی شفاعت کروں گا۔ نیز فرمایا: اپنی امت کے لوگوں میں سب سے پہلے میں مدینے والوں کی شفاعت کروں گا پھر اہلِ مکہ کی اور پھر طائف والوں کی۔'' (طبرانی)

۳- مدینے میں وفات پانے کی آرزو کو بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی اہمیت دی ہے اور اس کی فضیلت کا اظہار کرتے ہوئے آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص بھی مدینے میں وفات پانے کے لیے جدوجہد کرسکتا ہو وہ ضرور کوشاں رہے کہ مدینے میں اسے موت نصیب ہو' اس لیے کہ جو شخص بھی مدینے میں وفات پائے گا میں خدا کے حضور اس کی شفاعت کروں گا۔''

(جامع ترمذی' مسند احمد)

۴- مدینے کا سفر کرنے والا دو باتوں کا ارادہ کرکے مدینے کا سفر کرے۔

(۱) مسجد نبویؐ میں حاضری۔

(۲) روضۂ اطہر کی زیارت۔

۵- مسجد نبویؐ میں حاضر ہونے اور وہاں نماز پڑھنے کی بڑی فضیلت ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

''میری مسجد میں ایک نماز دوسری جگہ کی ہزار نمازوں سے بہتر ہے اور فرمایا لوگوں کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ ان تین مسجدوں کے علاوہ کسی مسجد کے لیے سفر کرکے جائیں' میری مسجد' مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ۔'' (علم الفقہ جلد پنجم)

روضۂ اطہر کی زیارت کا حکم

روضۂ اطہر کی زیارت کرنا واجب ہے۔ (علم الفقہ جلد پنجم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔''

صحابہ کرام اور ان کے بعد تابعین اور دوسرے سلف صالحین نے ہمیشہ اس کا اہتمام کیا

ہے اور بڑی پابندی سے زیارت کے لیے پہنچتے رہے ہیں۔

حضرت بلالؓ شام سے سفر کر کے مدینہ منورہ کی زیارت کے لیے تشریف لائے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی تو مستقل عادت تھی کہ جب کسی سفر سے واپس آتے سب سے پہلے روضۂ اقدس پر حاضری دیتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں سلام پیش کرتے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روضۂ اطہر کی زیارت کا صلہ اپنی شفاعت کو قرار دیا۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

> ''جو شخص میری وفات کے بعد میری زیارت کے لیے آیا گویا اس نے میری حیات میں میری زیارت کی اور جس نے میرے روضے کی زیارت کی اس کے لیے قیامت کے روز میری شفاعت واجب ہوگئی اور میری امت میں جو شخص استطاعت رکھنے کے باوجود میری زیارت کے لیے نہ آئے تو اس کا کوئی عذر عذر نہیں۔''

نیز ارشاد فرمایا:

> ''جو شخص میری زیارت ہی کا قصد کر کے آئے وہ قیامت کے دن میری معیت میں ہوگا اور جو شخص حرمین میں سے کسی مقام پر وفات پا جائے اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ان لوگوں میں اٹھائے گا جن کو کوئی خوف نہ ہوگا۔'' (علم الفقہ جلد پنجم)

روضۂ اطہر کی زیارت اور مسجد نبویؐ میں حاضری اگرچہ حج کے ارکان و شرائط میں سے نہیں ہے لیکن اس کی تاکید، ترغیب اور فضیلت و اہمیت پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنا زور دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر مؤمن کو جو بے پایاں محبت ہے اس کی موجودگی میں بھلا مؤمن یہ کیسے گوارا کر سکتا ہے کہ وہ دور دراز سے سفر کر کے بیت اللہ کا حج کرے اور روضۂ اطہر پر حاضری دیئے بغیر ہی واپس ہو جائے۔

مدینہ طیبہ کے چند متبرک مقامات

مدینۂ طیبہ کے آثار اور متبرک مقامات سے مسلمان کو بڑا گہرا دینی اور جذباتی لگاؤ ہے۔ یہاں کے ذرے ذرے سے اسلامی تاریخ وابستہ ہے۔ ان آثار اور مقامات کو دیکھ کر قدرتی طور پر مؤمن ایک عجیب کیفیت محسوس کرتا ہے۔ بالخصوص جب وہ ان مقامات اور آثار کے تاریخی پس منظر سے بھی واقف ہو اور اسلام کی ابتدائی تاریخ کو تصور میں تازہ کر کے ان مقدس آثار کی زیارت کرے۔ ذیل میں چند مشہور مقامات کا مختصر تعارف اسی مقصد سے پیش کیا جا رہا ہے۔

۱- احد

یہ ایک تاریخی پہاڑ ہے جو مدینہ طیبہ سے اندازاً اڑھائی سو کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ کفر و اسلام کی دوسری جنگ عظیم اسی مقام پر ہوئی۔ اسی جنگ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک شہید ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ غزوہ اُحد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ اسی پہاڑی پر تھے۔ اس کے بالمقابل ایک دوسرا پہاڑ عیر ہے۔ اسلام کے دشمن اور منافقین کا قیام عیر پر تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''یہ وہ پہاڑ ہے جس کو ہم سے محبت ہے اور ہمیں اس پہاڑ سے محبت ہے۔ یہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہوگا اور عیر سے ہمیں عداوت ہے اور اس کو ہم سے عداوت ہے۔ یہ دوزخ کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہوگا۔'' (طبرانی، ترغیب)

۲- بدر

مدینہ منورہ سے کچھ فاصلے پر ایک بستی تھی جہاں ہر سال میلہ لگا کرتا تھا۔ جمعہ کے دن ۱۷ رمضان ۲ھ کو اسی مقام پر اسلام و کفر کی وہ پہلی فیصلہ کن جنگ ہوئی ہے جس کو غزوہ بدر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ خدا کی غیبی نصرت سے اسلام کو عظیم الشان فتح نصیب ہوئی اور کفر کا زور ہمیشہ کے لیے ٹوٹ گیا۔ ایک طرف کافروں کی ایک ہزار مسلح فوج تھی اور ایک طرف صرف تین سو تیرہ مسلمان تھے جن کے پاس پورے ہتھیار اور سواریاں بھی نہ تھیں لیکن خدا نے ان کی مدد فرمائی اور فتح بخشی۔ اس لڑائی میں کافروں کے بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ اسی لیے قرآن میں یوم بدر کو یوم الفرقان کہا گیا ہے۔

۳- بیر رومہ

وادی عقیق میں صاف اور شیریں پانی کا ایک تاریخی کنواں ہے۔ یہ حضرت عثمان غنیؓ کے فیض و عطا کا ایک چشمۂ جاریہ ہے۔ پہلے اس کا مالک ایک یہودی تھا جو اس کا پانی فروخت کرتا تھا۔ مسلمانوں کو پانی کی سخت تکلیف تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر مسلمانوں کو اس کے خریدنے کی ترغیب دی۔ حضرت عثمانؓ نے بھاری قیمت ادا کر کے اس کو خریدا اور مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ یہ مدینہ منورہ کے شمال مغرب میں واقع ہے۔

۴- بیر اریس

مسجد قبا سے بالکل ہی قریب ایک کنواں ہے جو بیرَ اریس کہلاتا ہے۔ اس سے متعلق تین خاص روایتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کنویں میں پیر لٹکائے اس پر بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے اور آپ کی داہنی جانب اسی طرح بیٹھ گئے۔ حضرت عمرؓ تشریف لائے اور آپؐ کی بائیں جانب بیٹھ گئے۔ پھر حضرت عثمانؓ آئے اور دوسری جانب پیر لٹکا کر بیٹھ گئے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ اس میں حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی گر گئی ہے جو تلاش کے باوجود نہ مل سکی اور تیسری بات

یہ کہ پہلے اس کا پانی کھاری تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور خدا کے فضل سے اس کا پانی شیریں ہوگیا۔

۵- جنت البقیع

مدینہ منورہ سے مشرق کی جانب شہر سے باہر یہ ایک مشہور اور نہایت ہی مقدس قبرستان ہے جس میں صحابہ کرامؓ امہات المومنینؓ آپؐ کے صاحبزادےؓ صاحبزادیاںؓ، حضرت حلیمہ سعدیہؓ حضرت امام مالکؒ اور بہت سے شہداء آرام فرما ہیں۔

حضرت مصعب بن زبیرؓ کا بیان ہے کہ وہ ایک مرتبہ جنت البقیع کے راستے سے مدینے آرہے تھے۔ آپؐ کے ہمراہ ایک شخص تھا جو اہلِ کتاب میں سے تھا۔ جس وقت یہ دونوں جنت البقیع کے پاس سے گزرے تو وہ شخص پکار اٹھا، یہی تو ہے، یہی تو ہے۔ حضرت مصعبؓ نے کہا کیا مطلب؟ کہنے لگا تورات میں اسی قبرستان کا ذکر آیا ہے کہ ایک قبرستان کھجوروں سے گھرا ہوگا۔ قیامت کے روز اس میں سے ستر ہزار افراد اٹھیں گے جن کے نورانی چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اس قبرستان میں تشریف لے جاتے اور یہاں والوں کے حق میں دعائے مغفرت فرماتے۔

۶- ریاض الجنہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور آپؐ کے کمرے کے درمیان والے حصے کو آپؐ نے خود ریاض الجنہ فرمایا ہے:

> ''میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔'' (بخاری)

مسجد نبویؐ میں داخل ہونے کے بعد اس جگہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھنے کی بڑی فضیلت ہے۔

۷-ستونِ حنانہ

مسجد نبویؐ میں منبر بننے سے پہلے آپؐ کھجور کے ایک تنے پر سہارا لے کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب منبر بن گیا تو آپؐ منبر پر خطبہ دینے لگے۔ لوگوں نے سنا کہ اس تنے سے رونے کی آواز آ رہی ہے، اسی لیے اس کو ستون حنانہ کہنے لگے۔ حضرت امام مالک فرماتے ہیں مسجد نبویؐ میں نماز کے لیے یہ جگہ سب سے افضل ہے۔

۸-ستونِ توبہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت ابولبابہؓ سے کوئی لغزش ہو گئی تھی تو آپ نے خود کو اس ستون سے باندھ لیا اور یہ عہد کیا کہ جب تک میری توبہ قبول نہ ہوگی میں اس ستون سے بندھا رہوں گا۔ پھر جب خدا نے آپ کی توبہ قبول فرمائی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے ان کو کھولا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ فجر کے بعد اسی ستون کے پاس بیٹھ کر اصحاب صفہ اور دوسرے لوگوں سے گفتگو فرماتے۔ آپ یہاں نوافل بھی پڑھتے اور آپؐ نے اس جگہ اعتکاف بھی فرمایا تھا۔

۹-صفہ

مسجد نبویؐ میں ایک چبوترہ تھا جس پر کچھ نادار اور مسافر صحابہ کرامؓ رہا کرتے تھے۔ ان کی تعداد بالعموم ستر رہتی تھی۔ یہ لوگ دنیوی معاملات اور روزی کمانے کی دوڑ دھوپ سے الگ بس یہیں قیام پذیر رہتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے علم دِین حاصل کرنا اور آپؐ کی تعلیمات کو یاد کرنا ہی ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ یہ دراصل مدرسۂ نبویؐ کے اوّلین طالب علم اور دربارِ نبوت کے عزیز مہمان تھے۔ ان کا امت پر عظیم احسان ہے۔ ان کو ''اصحاب صفہ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

۱۰-گنبد خضرا

مسجد نبویؐ سے مشرق کی جانب حضرت عائشہؓ کا کمرہ تھا۔ اسی کمرے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور اسی کمرے میں دفن ہوئے۔ روئے زمین کا یہ ٹکڑا اپنی قسمت پر

جتنا بھی ناز کرے کم ہے۔اس مدفن پرایک سبز رنگ کا گنبد بنا ہوا ہے جس کو دیکھتے ہی مؤمن شوق وعقیدت سے بے خود ہو جاتا ہے'اسی کو گنبد خضرا کہتے ہیں۔

۱۱-مسجد جمعہ

مکہ سے ہجرت فرمانے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبا میں قیام فرمایا اور جمعہ کے روز اوّل وقت وہاں سے مدینے کے لیے روانہ ہوئے۔ جب قبیلہ بنی سالم میں پہنچے تو جمعہ کا وقت آ گیا اور آپؐ نے پہلا جمعہ اسی مقام پر پڑھایا اس مسجد کو مسجد عاتکہ بھی کہتے ہیں۔

۱۲-مسجد قبا

مکہ مکرمہ ہجرت فرما کر آپؐ نے قبا میں چند یوم قیام فرمایا اور یہاں ایک مسجد تعمیر فرمائی۔ یہ مدینہ کی سب سے پہلی مسجد ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اس کی بنیاد رکھی۔قرآن میں اس مسجد کا ذکر ان الفاظ میں ہے:

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ۔

(التوبہ آیت)

''یہی مسجد ہے جس کی بنیاد اوّل روز سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ یہ زیادہ سزا وار ہے کہ آپ اس میں خدا کے حضور قیام کریں۔''

اور قرآن پاک نے اس مسجد سے تعلق رکھنے والے پاکبازوں کو خدا کا محبوب قرار دیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو بشارت دی ہے:

''جو شخص گھر سے پاک صاف ہوکر مسجد قبا میں پہنچے اور وہاں دو رکعت نماز ادا کرے تو ان دو رکعتوں کا اجر عمرے کی طرح ہے۔'' (ابن ماجہ'نسائی)

۱۳-مسجد قبلتین

بیر رومہ اور وادی عقیق سے قریب ہی ایک مسجد ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہاں ظہر کی نماز ادا فرما رہے تھے۔ ابھی آپؐ نے دو رکعت ہی ادا فرمائی تھیں کہ وحی نازل

ہوئی۔

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۔

پس آپ اپنا رخ مسجد حرام کی سمت پھیر لیجیے۔

اور آپ ﷺ نے نماز ہی میں اپنا رخ بیت المقدس سے خانہ کعبہ کی طرف پھیر لیا اور بقیہ نماز خانہ کعبہ کی سمت رخ کر کے ادا فرمائی۔ اسی وجہ سے اس کو مسجد قبلتین یعنی دو قبلوں والی مسجد کہا جاتا ہے۔

فقہ اسلامی

محمد یوسف اصلاحی